تاریخ شینا زبان وادب

(گلگت بلتستان جموں وکشمیر اور لداخ کے چند علاقوں
میں رائج شینا دردی زبان کی تاریخ پر مبنی پہلی کتاب)

مختار زآہد بڈگامی

(کرکت ہرل کرگل)

بسمِ اللهِ الرّحمٰنِ الرَّحیم

تاریخ شینا زبان و ادب

(گلگت بلتستان جموں و کشمیر اور لداخ کے چند علاقوں
میں رائج شینا دردی زبان کی تاریخ پر مبنی پہلی کتاب)

مصنّف

مختار زاہد بڈ گامی

(کرکت ہرل کرگل)

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: **تاریخ شینا زبان وادب**
مصنف: مختار زاہد بڈگامی (+91-9419514703)
mukhtarzahid12@gmail.com
سال طبع: 2015ء
تعداد: 500
قیمت: 380 روپے
ناشر: زاہد اینڈ سنز
کمپیوٹر کمپوزنگ: احسان منتظر علی کو کمپیوٹرز/شفیع ساگر
طباعت: **الحیات** پرنٹوگرافرس سرینگر 2473818

ملنے کا پتہ:
☆ ملت انٹرپرائزز جامع مسجد کرگل (+91-9469782117-9622280032)
☆ شاہین بک سیلرز اینڈ سٹیشنرز مین بازار کرگل

فہرست مضامین

☐	انتساب	08
☐	اظہار خیال	09
☐	پیش گفتار	11
☐	**باب اوّل**	13
☐	شینا زبان	13
☐	شینا دردی زبان کی پیدائش	14
☐	آریائی زبانیں قدیم ہند آریائی، وسطی ہند آریائی پراکرتوں کا دور	18
☐	پشاچی پراکرت	20
☐	سنسکرت اور شینا زبان	20
☐	لفظی موازنہ	23
☐	ہندی اردو اور شینا زبان	28
☐	شورسینی اپ بھرنش	29
☐	لفظی موازنہ	30
☐	دردی زبانیں	35
☐	جغرافیائی درجہ بندی	35
☐	لسانی درجہ بندی	36
☐	شینا دردی کی مختلف بولیاں	37

☐	شینا زبان کے جغرافیائی حدود	39
☐	شمالی خطہ	39
☐	مشرقی خطہ	41
☐	دیامر کلسٹر	45
☐	کوہستانی کلسٹر	46
☐	جموں کشمیر ولداخ میں شینا زبان	47
☐	لداخ میں شینا زبان	48
☐	علاقہ شم (لیہ) میں شینا زبان	49
☐	قدیم پُریگ (کرگل) میں شین درد	51
☐	پُریگ کی وجیہ تسمیہ	51
☐	قدیم پُریگ میں شینا زبان	52
☐	قدیم پُریگ میں شینا زبان کا زوال	55
☐	نیاٹھی ستن اور ٹھاٹھا خانی دور حکومت	55
☐	جدید پُریگ (کرگل) میں شینا دردی زبان	57
☐	دراس کے علاقجات میں شینا زبان	58
☐	سُوری پوئیلے اور مون چوٹے خاندان	58
☐	گریز وتلیل میں شینا زبان	63
☐	داچھی گام اور شیخ پورہ میں شینا زبان	65
☐	مُچھل اور ہندواڑہ میں شینا زبان	67
☐	کنفر چندر کوٹ میں شینا زبان	68

☐ گرکون چلی چن میں شینا دردی 69

☐ تاریخی شواہد۔ دردشین قبائل 70

☐ گرکونی چلی چنی شینا دردی 73

☐ گرکونی چلی چنی اور استوری دراسی کے جملوں کا موازنہ 75

☐ لفظی موازنہ 85

☐ گرکونی چلی چنی بولی میں بلتی لفظوں کی نشاندھی 105

☐ گرکونی چلی چنی بولی میں نامانوس الفاظ 106

☐ **باب دویم** 109

☐ شینا دردی لوک ادب 109

☐ شینا دردی لوک ادب 110

☐ قدیم نثری تخلیقات 111

☐ منظوم تخلیقات 112

☐ چِنا گائے 113

☐ ماپونئے گائے 115

☐ چھلی سٹو گائے 121

☐ دراس اور وادی کرکت کے چند قدیم لوک گیت 128

☐ کِلائی گئی 131

☐ چکار بیت وادیِ گریز 133

☐ **باب سویم** 134

☐ گلگت بلتستان، جموں وکشمیر اور لداخ میں شینا شاعری 134

☐		شینا شاعری کا آغاز	135
☐		گلگت میں شینا شاعری	135
☐		خلیفہ رحمت ملنگ	138
☐		محمد عبداللہ ملنگ	142
☐		غلام نصیر بابا چلاسی	145
☐		غلام نبی وفا	149
☐		راجی رحمت نظر	153
☐		عبدالخالق تاج	157
☐		جمشید خان دکھی	160
☐		میر باز علی فراز	164
☐		سیّد محمد ابراہم شاہ خرم	168
☐		غلام عباس نسیم	173
☐		عبدالحفیظ شاکر	176
☐		گوہر علی گوہر	180
☒		جموں کشمیر ولداخ میں شینا شاعری [illegible] اُردو	183
☐		ابتدائی دور کے چند شاعروں کا نمونہ کلام	184
☐		شینا شاعری کا باقاعدہ آغاز	190
☐		غلام احمد خان جوان	193
☐	۱	غلام رسول مشتاق	207
☐	۲	عبدالعزیز ساموں	216

☐ 3 عبدالجبار چکٹ	Book	221
☐ رضا امجد بڈگامی	[illegible] Book	232
☐ غلام قادر زکی		247
☐ محمد اصغر عاصی		256
☐ 6 محمد یوسف نسیم	گلگت	262
☐ 3 فرید احمد عاجز		270
☐ محمد شفیع ساگر	[illegible] Book	275
☐ فارق احمد نوری		283
☐ محمد یاسین انصاری		287
☐ **باب چہارم**		291
☐ شینا رسم الخط		291
☐ شینا رسم الخط		292
☐ خروشتی۔ براہمی اور شاردا رسم الخط		292
☐ شینا زبان میں لکھنے کا رواج		295
☑ پروفیسر محمد امین ضیاء		299
☐ ماضی میں مرتب کردہ رسم الخط		302
☐ جموں و کشمیر درد شین ڈیولپمنٹ آرگنائیزیشن		309
☐ محمد رمضان خان اچھورہ	Book	310
☐ منابع و ماخذ کتب استفادہ		311

☆☆☆

انتساب

نورِ چشمان

فرہان زاہد

اور

فیضان زاہد

کے نام

اظہار خیال

مختار زاہد بڈ گامی کی ولادت 1982ء میں بمقام کرکت ہرل (بڈ گام) میں ہوئی۔ جو ضلع کرگل (جموں وکشمیر) کا ایک سرحدی علاقہ ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہوئی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے جموں چلے گئے جہاں جموں یونیورسٹی سے ایم۔ اے کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔

نوجوان شاعر، ادیب، محقق اور سماجی کارکن ہیں۔ شینا ادب اور شاعری میں ایک مقام حاصل کیا ہے۔ ادب، شاعری اور تاریخ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اپنے ذاتی اخلاق اور علمی قابلیت کی وجہ سے ہر دلعزیز ہیں۔ زاہد صاحب نے درس وتدریس کا سلسلہ اپنی زندگی کا جزلاینفک بنالیا ہے۔ اس وقت بحیثیت مدرس اپنے فرائض منصبی محکمہ تعلیم میں انجام دے رہے ہیں۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ شینا زبان میں خوبصورت الفاظ میں شاعری کی ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں بڑی جگہ پیدا کی ہے۔ نئی اور عمدہ تشبیہات سے چمن شینا کو شاداب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ منظر نگاری میں ان کا قلم کسی اچھے مصور کے قلم سے کم نہیں۔

شینا زبان سے متعلق ان کی تصنیف 'تاریخ شینا زبان وادب' ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی ترتیب کے لئے کئی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور مدد حاصل کی ہے۔ شینا زبان کی تاریخ ادب اور رسم الخط سے متعلق سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ تقریباً ایک سو کے قریب لفظوں کی نشاندھی کر کے کم از کم آٹھ شینا دردی بولیوں کی مماثلت اور مشابہت بیان کیا ہے۔ جن میں گلگتی، چلاسی، استوری، کوہستانی، دراسی، گریسی، چندرکوٹی اور چلی چنی گرکونی وغیرہ۔ شینا زبان کا رشتہ سنسکرت سے اور دیگر پراکرتوں کے علاوہ اپ بھرنشوں سے مدلل بیان کیا ہے۔ زبان کی جغرافیائی اور لسانی درجہ بندی

کر کے عام لوگوں تک زبان کی افادیت ذہن نشین کرنے کی از حد کوشش کی ہے۔

دردشین قوم کا قدیم اور جدید کلچر بھی ان کی نظر میں ہے۔ قدیم داستان (شلوک) منظوم کہانیاں، لوک گیت، اور ادبی سرمایہ کو اپنی کتاب میں محفوظ رکھا ہے۔ شینا زبان کے زبانچے گلگتی۔ استوری۔ کوہستانی اور چلی چنی گرکونی (بروکپا) کا بھی لسانی زاویہ نگاہ سے موازنہ کیا ہے۔ شینا زبان اور دردستان، یا نواحی علاقوں سے متعلق جتنے احباب و اصحاب کی شہرت سنی سب سے رسوخ کے واسطے راستہ نکالا ہے۔ اور استفادہ حاصل کیا ہے۔ دردشین سے تعلق رکھنے والے مختلف علاقوں کی سیر کر کے، دردشین لوگوں کی تہذیب وتمدن، زبان، قوم کے خصائل رسوم اور اطوار، علاقائی جغرافیائی اثرات، خدوخال، سماجی اور اقتصادی حالات کا بغور جائزہ لے کر اپنے قلم کے سپرد کیا ہے، اور اپنی تحقیق سے شینا زبان کے بنیادی الفاظ کا مقابلہ، ایک بولی سے دوسری بولی کا تعلق اور رشتہ بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے کہ شینا زبان میں لٹریچر کا ایک وسیع اور قابل قدر ذخیرہ موجود ہے۔

یہ کتاب آنے والی دردشین نسلوں کے لئے ایک سنگ میل اور مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

عبدالجبار چکٹ (کے۔ اے۔ ایس)

مصنف۔ گلستان شینا

پیش گفتار

شینا دردی جیسی قدیم زبان کی تاریخ جاننا اور اور اس زبان پر کھوج و تحقیق کرنا آسان کام نہیں ہے۔ شینا ایک ایسی زبان ہے جس کی اصل تاریخ معین نہیں کی جا سکتی۔ قبل مسیح میں ہندوستان میں وارد ہونے والے آریائی قبائل کونسی زبان اپنے ساتھ لائے تھے ہنوز محققین یہ راز سلجھا نہیں پائے ہیں۔ کبھی آریوں کی زبان کو ویدوں کے نام دئے گئے تو کبھی سنسکرت کو آریوں کی زبان سے منسوب کیا گیا۔ یہی معمہ شینا زبان کے ساتھ بھی جڑا ہوا ہے۔ کئی محققین نے آریائی شین دردوں کی زبان کو بھی ویدوں سے منسوب کیا تو بیشتر اس زبان کو قبل رگ وید اور سو زبانوں کی ماں بھی قرار دیتے ہیں۔ ویدوں کے ساتھ مماثلت رکھنے والے سینکڑوں الفاظ جو موجودہ شینا میں رائج ہیں یہ عکاسی کرتے ہیں کہ اس زبان کا ماخز آریوں کے اصل وطن سے ضرور قریب رہا ہے۔ راقم بھی اسی معمے میں الجھا رہا اور کئی برس دل میں ابھر رہے سوالوں اور ارمانوں کو تحقیق کے سمندر میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کیا۔ یوں کئی برس اس بحر بیکراں میں موجوں کے طلاطم سے لڑتا رہا۔ حقیر خود کو ایک بڑا محقق اور ادیب نہیں سمجھتا کہ شینا زبان کی تاریخ اور پیدائش کے اس معمہ کو حل کر سکوں۔ البتہ چند تاریخی حوالات اور مختلف محققین کی تحقیقات کا مطالعہ کر کے ایک کتابی شکل دے کر آپ قارئین کی خدمت میں پیش نظر کر رہا ہوں۔

حقیر کو بچپن سے زبان شناسی اور شعر و ادب کا شوق تھا۔ بچپن میں ریڈیو گلگت سے شینا زبان سننے کا عادی تھا۔ کالج سے فارغ ہونے کے بعد یونیورسٹی کے ایام میں شعر و شاعری کے شوق کی وجہ سے شینا زبان کے مختلف شعراء کے کلام سننے اور پڑھنے کا جزبہ موجزن ہوا۔ شینا ادب سے جڑنے کے بعد اس زبان کی تاریخ اور پیدائش کے

بارے میں جاننے کی لگن اس حد تک پیدا ہوئی کہ بلاآخر تحقیق کے دامن کو تھامنا پڑا۔ اپنی ذاتی محنت سے معلومات فراہم کر کے آپ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں امید ہے آپ اپنے قیمتی مشورات اور آراء سے نوازینگے۔

میری اس ادنیٰ سی کوشش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں چند حضرات نے میری مدد فرمائی جن کے تعاون کے بغیر یہ کام مکمل نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے میں جناب عبد الجبار چکٹ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے لئے تقریظ لکھ کر مجھے حوصلہ سے نوازا۔ جناب استاد غلام حسین انجم دنیوری (گلگتی) کا دل کی عمیق گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی کتاب 'شینا ادب اور شاعری' ارسال کر کے گلگت اور قرب و جوار کے شینا شاعروں کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ جناب محمد شفیع ساگر کا ممنون ہوں جنہوں نے دوران تحقیق تحریری مواد فراہم کیئے۔ جناب احسان منتظر علی کو کمپیوٹرز کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے کمپیوٹر رائیٹنگ میں میری مدد کی۔ فرید کالو گریسی رضا امجد بڈ گامی اور سجاد فہیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے وادی گریز کے شاعروں کا نمونہ کلام جمع کرنے میں میری بھرپور مدد کی۔

آخر میں ان تمام شعراء و ادباء اور اپنے رفقاء اور عزیز و اقرباء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہر قدم پر میرا حوصلہ بڑھایا۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں جو بھی تحقیقی اور تکنیکی خامیاں نظر آئے تو بندہ حقیر کو آگاہ کریں۔

نیک آراؤں اور مشورات کا منتظر

مختار زاہد بڈ گامی

باب اوّل

شینا زبان

شینا دردی زبان کی پیدائش

دنیا کی قدیم ترین زبانوں کی طرح شینا زبان کی پیدائش (origin) جاننے کے لئے بہت سارے مورّخ اور ماہر لسانیت بہت محنت کر رہے ہیں۔ مگر شینا جیسی قدیم زبان کا اصل سر چشمہ کہاں اور کس جگہ پر ہے اس سوال کا جواب ماہر لسانیات کو اس وجہ سے مشکل نظر آتا ہے کیونکہ ان کے پاس ایسی دستاویزی ثبوت نہیں جو اس سلسلے سے متعلق حرف آخر کا درجہ رکھتے ہوں۔ مگر کھوج اور تحقیق اگر دل سے کی گئی ہوں تو محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ یہاں ناچیز ان محقّقین اور مورخین کا ذکر کرنا از حد ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ہزاروں میل دُور امریکہ اور یورپ سے سفر کر کے برّ صغیر کے ان کوہستانی علاقوں میں بولی جانے والی اس قدیم زبان کی پیدائش اور آغاز کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ ان دُور دراز پہاڑی علاقوں تک رسائی حاصل کر کے اس زبان اور قوم کو دنیا کی باقی زبانوں اور قوموں کے نقشے میں شامل کر لیا۔

ڈاکٹر جی۔ڈبل یُو۔لیٹنر (Dr.G.W.leitner) کے احسانات یہ قوم کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی جنہوں نے ایک عظیم قوم کی پہچان نہ صرف دنیائے تاریخ میں کرائی بلکہ لفظ دردستان کا تعرف کرا کے دُنیائے تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کیا۔

بابائے تاریخ ہیروڈوٹس (Herodotus) نے چوتھی صدی قبل مسیح میں شمالی ہندوستان میں چندلڑاکوں سونا کھودنے والی چیونٹیوں کا ذکر کیا تھا جن کو انہوں نے "دردی کئی" (Dardikai) کے نام سے منسوب کیا۔ یعنی دنیائے تاریخ میں موجودہ لفظ

‘درد’ (Dard) کو دریافت کرنے کا سہرا انہیں ہی حاصل ہیں۔[1] بعد کے ادوار میں جن رومی اور یونانی مورّخین نے لفظ ‘دردی کئی’ کا نقل کیا ہے ان میں قابل ذکر ہیں ‘اسٹرابو’ ۶۴؁ ق م (Strabo 64BC) اور ‘پلائنی’ ۲۳؁ء (Pliney 23 AD)۔ ۹۰؁ء اور ۱۶۸؁ء کے قریب روم کے مشہور ماہر فلکیات اور جیوگرافر ‘کلاڈس پٹلومی’ (Claudus Ptlomey) نے دریائے سندھ کا نقشہ بنا کر ‘دردی کئی’ کے ملک کو منظر عام پر لایا۔ (ہیروڈوٹس نے کہا تھا کہ ایک ریتلے ریگستان میں یہ قوم شمالی ہند کے قریب رہتی تھی۔ جبکہ ۲۸۵۔۳۰۰ ق م کے قریب ایک یونانی سیاستدان میگا استھین نے چندر گپتا موریا کے دور میں برصغیر کا سفر کیا تھا جہاں انہوں نے ہیروڈوٹس کی کہی ہوئی باتوں پر کھوج کرنا شروع کیا۔ وہ یہاں لگ بھگ ۱۵ سال رہے اور اپنی تحقیق ‘انڈکا’ (Indika) کے ذریعہ یہ دریافت کرلیا کہ درد قوم ریگستان میں نہیں بلکہ بلند ہموار مقام میں رہتی ہیں اور انھوں نے اس علاقے کا نام ”درادائی کے ملک“ سے منسوب کیا۔[2]

جی۔ ڈبل یو۔ لیٹنر نے اپنی تصنیفات "The language and races of Dardistan" اور "The Result of a Tour In Dardistan" کے ذریعہ دنیائے تاریخ میں لفظ ”دردستان“ کی چھاپ چھوڑ دی تب ان کے بعد سینکڑوں محققین دردستان کی تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب جاننے کے لئے دنیا کے مختلف ممالکوں سے اس کوہستانی علاقوں کا سفر کرنے لگے۔ جبکہ نتیجہ بھی بہت مثبت رہا، آج دنیا کی بیشتر جامعوں اور تحقیقی اداروں میں درد قوم کی زبان اور تہذیب و ثقافت پر مبنی سینکڑوں تحقیقی کتابیں موجود ہیں۔ ان تحقیقوں سے دردوں کے

---

[1] Sing 1972

[2] The language and races of Dardistan (leitner)

قدیم رہن سہن اور زبان جاننے کی ہر مورّخ اور محقق ہر دور میں کوشاں رہا ہے۔

مغرب کے ایک اور معروف محقق ڈاکٹر جان ماک کا ماننا ہے کہ موجودہ لفظ درد کا ذکر ''دراداس'' "Daradas" کے نام سے ہندوستان کی قدیم مذہبی کتابوں ''پراناس'' جیسے 'وایو'، 'براہمنڈا'، 'مرکنڈیا' اور 'پدما پُراناس' کے علاوہ ویدک (Vedic) دور کی عظیم شاہکار مہابھارت میں بھی ہوا ہے۔[1]

ڈاکٹر جان ماک اس حوالے سے ایک جگہ رقمطراز ہیں:

" Herodoto's Daradikai may be the persian name for the DARADA given in the Puranic lists which Strabo and Pliney applied to the war like people".

مہابھارت میں دردوں کا ذکر ایک جگہ دبا دینے والے شتریوں یعنی دشمنوں کے نام سے بھی ہوا ہے۔ جبکہ ایک اور جگہ دردوں کا ذکر '' استری راجیہ'' کے قریب رہنے والی قوموں کے نام سے بھی ہوا ہے۔[2]

کلہن کی مشہور کتاب ''راج ترنگنی'' میں دردوں کا ذکر کچھ اس طرح سے ہوا ہے۔:

> '' شمال میں رہنے والے وہ لوگ (دراداس) کشمیر کو قبضہ کرنے میں کوشاں رہتے ہیں''۔[3]

---

[1] Sing 1972

[2] Stein 1979

[3] xii 35,17.8.Sing 1972

جان بڈلف اپنی کتاب ''ٹرائبس آف دی ہندوکش'' (Tribes of the Hinukush) میں دردوں کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:[1]

"Though the Dards are frequently mentioned by ancient writers in the Vishnu Puranas they are mentioned among the tribes .Also Sudras Abhiras, DARADAS, Kashmiras."

کلہن نے چند درد حکمرانوں اور حکومتوں کا ذکر اپنی کتاب 'راج ترنگنی' میں کچھ اس طرح سے کیا ہے:

درد راجہ اکلامنگلا	حکومت آننتا	۱۰۲۸ء سے ۱۰۶۳ء
راجہ ودھیادھرا	حکومت ہرسا	۱۰۸۹ء سے ۱۱۰۱ء
راجہ جگدولا	حکومت اکالا	۱۱۰۱ء سے ۱۱۱۱ء
منی دھرا	کلہن کا دور	

کلہن نے صاف عیاں کیا ہے کہ شمال مغرب قراقرم کے علاقجات میں آباد لوگ دراداس ہی ہیں۔[2]

مختلف محققین کی تاریخی شواہدوں سے اس بات کی عکاسی ہو جاتی ہے کہ دراداس، دردی کئی یا موجودہ درد قوم قبل مسیح سے ہی برصغیر ہند کے علاقجات بالخصوص شمال مغرب کے علاقوں میں آباد رہی ہے۔ جبکہ اس میں کوئی دورائے بھی نہیں کہ دردوں کی زبانیں جو اس زمانے میں بولی جاتی تھی آج بھی ان علاقوں میں رائج ہیں۔

---

[1] Tribes of the Hidukush (John Biddulph)

[2] Stein 1979 vol-169

قبل مسیح میں آریوں کی آمد کے بعد ہی برصغیر ہند میں ایک نئی قوم اور ایک نئی زبان کا آغاز ہونے لگا تھا۔ آریا مختلف گروہ کی شکل میں ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ انہی گروہ میں شین درد بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر۔ جی۔ ڈبل یو۔ لیٹنر۔ نے ۱۸۷۷ء میں اپنی کتاب "Result of a tour in Dardistan" میں دردی زبانوں پر مفصل تو نہیں بلکہ ایک سرسری نگاہ ضرور ڈالی ہے۔ لیٹنر نے درد قوم کی زبانوں کا موازنہ آریائی زبانوں کے ساتھ کیا ہے۔ جبکہ انہوں نے درد قوم کو آریائی قوم بھی قرار دیا ہے۔

دردوں کو آریا نسل قرار دیتے ہوئے فیڈرک ڈریو کچھ یوں رقمطراز ہیں:[۱]

" Whether we judge from language or from Physiognomy,the conclusion is inevitable that Dards are an Aryan race.For physique they are broad shouldered, moderately stout built , well proportioned men.They are active and enduring."

بیسویں صدی کے ایک مشہور ماہر لسانیات جارج گیریرسن نے آریائی زبانوں کی تفصیل سے کھوج کی ہے۔ گیریرسن ہی پہلے ماہر لسانیات ہے جنہوں نے دردی زبانوں کو آریائی زبانوں کے وسطی دور کے ساتھ شامل کیا ہے۔ ماہر لسانیات آریائی زبانوں کو تین منزلوں یا ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:۔

۱۔ قدیم ہند آریائی۔۔۔۔۔۔ ۱۵۰۰ ق م سے ۵۰۰ ق م
۲۔ وسطی ہند آریائی۔۔۔۔۔۔ ۵۰۰ ق م سے ۱۰۰۰ء
۳۔ جدید ہند آریائی۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰۰ء تا حال

---

[۱] John Biddulph

۱۵۰۰ ق م سے ۵۰۰ ق م کے اس دور کو آریائی زبانوں کا سب سے قدیم دور مان لیا جاتا ہے۔ اسی دور میں سنسکرت زبان ایک بڑی زبان بن کر ابھر جاتی ہے۔ اس دور کو ویدوں کا دور بھی کہا جاتا ہے۔ رگ وید، یجر وید، اتھر وید اور سام وید کے علاوہ مہابھارت بھی اسی دور میں لکھی گئی۔ ۵۰۰ ق م کے آس پاس سنسکرت زبان اصول و قواعد کی بیجا پابندیوں کی وجہ سے محدود ہو گئی تھی، شدھی کے چکر میں پھنس کر سنسکرت دن بہ دن عوام سے دُور ہو گئی تھی۔ اس لئے سنسکرت کے پہلوُ بہ پہلوُ عوامی بولیاں پروان چھڑنے لگیں اور پراکرتوں کی شکل میں کچھ الگ سی زبانیں یا بولیاں وجود میں آ گئی۔ پراکرتیں یعنی فطری زبانوں کا دور ۵۰۰ ق م سے شروع ہو جاتا ہے جس کو آریائی زبانوں کا وسطی دور کہا جاتا ہے۔ ۱۰۰۰ء کے بعد پراکرتوں کا دور ختم ہو کر اپ بھرنشوں کا دور شروع ہوتا ہے۔[1]

ماہرین کی نظر میں ۵۰۰ ق م میں حسب ذیل علاقوں سے پراکرتیں وجود میں آئیں۔:

مہاراشٹر کے علاقوں سے	مہاراشٹری پراکرت
مدھیہ پردیش میں	شورسینی پراکرت
جنوبی بہار میں	ماگدھی پراکرت
اتر پردیش میں	اردھ ماگدھی پراکرت
مغربی پنجاب اور کشمیر میں	پشاچی پراکرت

---

[1] آئینہ اُردو (ڈاکٹر جوہر قدوسی)

پشاچی پراکرت

جارج گیریرسن (۱۹۱۱ء) نے وسطی ہند آریائی دور میں پنجاب اور کشمیر کے علاقہ جات میں بولی جانے والی زبان کو 'پشاچی' پراکرت کا نام دے دیا ہے۔ اور اسی پراکرت کے زمرے میں دردی زبانوں کو شامل کرنے کا سہرا بھی انہی کو حاصل ہے۔ جبکہ گیریرسن کی کھوج کے ۴۰ سال بعد ۱۹۵۱ء کے قریب ماہر لسانیات جارج مارگینسٹرائن (George Morgenstierne) نے دردی زبانوں کی ایک نئی اور الگ کھوج کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ 'دردی زبانوں کا پشاچی پراکرت سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ پشاچی وہ زبانیں ہیں جن کی جڑیں ہند آریائی سے نہیں بلکہ ہند ایرانی زبانوں سے بنی ہیں۔ دردی خالص ہند آریائی زبانیں ہیں۔[1]

پشاچی زبانوں کو کافر زبانیں بھی کہا جاتا ہے۔ اس زمرے کے اندر مندرجہ ذیل زبانیں شامل کی گئی ہیں:

کاٹی، ویگالی، اشکون، پراسون جبکہ ڈمیلی کو بھی کئی ماہروں نے کافر یعنی پشاچی زبانوں کے زمرے میں شامل کر لیا ہے۔ یہ تمام زبانیں موجودہ دور میں شمالی علاقہ جات پاکستان میں کوہستان اور چترال کے کئی دیہات میں بولی جاتی ہیں۔

سنسکرت اور شینا زبان میں مماثلت

جولس بلوچ اور جارج مارگینسٹرائن کے علاوہ کئی ماہر لسانیات بھی اس بات

---

[1] کارلا ایف ریڈلاف۔ (لنگویجز آف نادرن ایریا)

پر متفق نظر آتے ہیں کہ دردی زبانیں ہند آریائی زبانوں کے قدیم دور (old Indo Aryan) کے ساتھ شامل کی جاسکتی ہیں۔ آیئے چند حوالوں کو مد نظر رکھ کر قدیم سنسکرت اور شینا زبان کے چند لفظوں کا آپسی موازنہ کریں جو اس بات کے شواہد ہیں کہ قبل مسیح میں آریوں کی آمد کے بعد برصغیر ہند و پاک کے ان علاقوں میں رائج یہ زبان اس زمانے میں یہ قوم بولا کرتی تھی۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ درد شین قوم بعد کے زمانے میں ہندوستان کے بالائی علاقوں میں جا کر آباد ہوئی۔ وسطی ایشیاء سے نقل مکانی کر کے آئے ہوئے آریائی قبیلوں میں سے آدھے لوگ ہندوستان کے وسطی میدانی علاقوں جیسے اتر پردیش بہار، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش اور پنجاب میں آباد ہو گئے۔

سنسکرت اور شینا زبان کے رشتوں کے حوالے سے عبدالجبار چکٹ اپنی کتاب ''گلستان شینا'' میں ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

> ''شینا زبان سنسکرت کی ایک بیٹی ہے۔ ماہر لسانیات نے شینا زبان کو اپنی خصوصیت میں سب سے الگ مانا ہے۔ اور خاندان کے لحاظ سے اس زبان کو سنسکرت زبان کے گرانپایہ درخت کی بڑی شاخ کی ایک ٹہنی یا سنسکرت ماں کی بیٹی قرار دیا ہے۔ شینا درد زبان ہے جب آریا لوگ ہندوستان میں وارد ہوئے اس وقت آریا ویدوں کی زبان بولتے تھے۔ جو سنسکرت سے مختلف ہے۔ جب آریا شین لوگ کوئی ۱۲۰۰ ق۔م اور ۸۰۰ ق۔م کے درمیان شنا کی میں داخل ہوئے تو ان کی مادری زبان بھی یہی ویدک زبان تھی۔''[۱]

دوسری طرف بالائی علاقوں میں آباد دردوں کی زبانیں جن میں شینا بھی قابل ذکر ہیں دور دراز پہاڑی علاقوں اور کوہستانوں میں محدود سمٹ کر رہنے لگی، بیجا نہ ہوتا

---

[۱] عبدالجبار چکٹ گلستان شینا

اگر شین قوم بھی ہندوستان کے میدانی علاقوں میں آباد ہوتی تو اس آریائی زبان کا روپ کچھ اور ہوتا۔ سنسکرت کے سامنے شینا زبان کو رکھنا سورج کے سامنے شمع رکھنے کے مانند ہوگا۔ سنسکرت کی عظمت کا ثبوت اس کا عظیم ادبی سرمایہ ہے۔ جو مذہبی کتابوں اور مہاشیہ کی شکل میں آج بھی ہمارے پاس دستیاب ہے۔ چونکہ سنسکرت نے مذہب کو اپنی آغوش میں جگہ دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ زبان صرف مذہب سے جڑے لوگوں اور براہمنوں کے حلقوں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی۔ بعد میں سنسکرت کے پہلوٗ بہ پہلوٗ پراکرتوں کی شکل میں مختلف بولیاں پروان چڑھنے لگیں۔ مہاویر جین اور مہاتما گوتم بدھ نے اپنے مذاہب کی تلقین اپنے ہی علاقوں کی بولیوں میں کی۔ عوام نے اس کا استقبال کیا، اس طرح علاقائی اور صوبہ جاتی بولیاں ابھر کر سنسکرت سے ٹکر لینے لگیں اور سنسکرت رفتہ رفتہ ایک فرقہ کی زبان بن کر رہ گئی۔ دوسری طرف پراکرت عوام کی گود میں پلی تھی مروجہ زبان کا مخرج بن گئی۔ انہی پراکرتوں کی ادبی شکل کو "پالی" کا نام دیا گیا ہے۔ پالی کے نمونے یا تو بدھوں کی مذہبی کتابوں سے حاصل کئے جا سکتے ہیں یا پھر اشوک کی لاٹوں پر۔[1]

سنسکرت موجودہ دور میں بھارت کی ریاست جارکھنڈ کی سرکاری زبان ہے۔ جبکہ خالص سنسکرت بولنے والوں کی تعداد برصغیر میں صرف ۵۰ ہزار سے زیادہ نہیں۔ جبکہ خالص شینا بولنے والوں کی تعداد موجودہ دور میں برصغیر میں لگ بھگ ۵۰ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ ایک طرف بالائی علاقوں میں پل رہی یہ آریائی قدیم زبان عوامی سطح پر محفوظ رہی جبکہ میدانی علاقوں میں پلنے کی وجہ سے سنسکرت پر بیرونی زبانوں کا اثر بہت رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا اصول وقواعد کی بیجا پابندیوں کی وجہ سے سنسکرت زوال پزیر ہوئی۔

---

[1] آئینہ اُردو، (ڈاکٹر جوہر قدوسی)

آیئے چند لفظوں کا موازنہ کریں۔ ماہر لسانیات مندرجہ ذیل لفظوں کو قدیم ہند آریائی زبانوں سے اخذ کرتے ہیں۔ جبکہ ایسے متعدد الفاظ آج بھی شینا زبان میں موجود ہیں۔

	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
۱	اسُوٗ	ائرُ وٗ	آنسوں
۲	اشپ	اشوا	گھوڑا
۳	اچھی، کوٹی	اکچھی کوٹ	بھنویں
۴	اِچھی	اکچھی	آنکھ
۵	آج/اش	ادھیا	آج
۶	اوا	اوا	ہاں
۷	بیجونی	بھیم	ڈر
۸	پرونو	پُرانام	پرُانا
۹	پھچیلو	پھچیلا	ہموار
۱۰	پٹ	سپھٹ	توڑنا
	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
۱۱	چرکو	چکرا	کھٹا
۱۲	دِشُ	دشا	جگہ
۱۳	دُسَٹوُ	دشٹ	ظالم
۱۴	دَسٹنی	دکھن	دائیں

۱۵	ڈُنُؤ	ڈرگا	لمبا
۱۶	رُجُو	رجُو	رسی
۱۷	رو	رو	رونا
۱۸	راج	راج	راج/راجہ
۱۹	سوُرِیُ	سوریا	سورج
۲۰	ساس	سواسر	بہن
۲۱	سیّںِ	سینا	فوج
۲۲	سون	سورن	سونا
۲۳	سیچِیونو	شکشا	سیکھنا
۲۴	سندھ	سندھ	دریا
۲۵	شا	شا	سبزی
۲۶	شیدالی/شیدالو	شیتل	سرد
۲۷	شکو	شُسکا	سوکھا
۲۸	شُوند	شیون	کتّا
۲۹	شُوچ	سَوچ	پاک
۳۰	شرو	شرد	خزاں
۳۱	کروم	کرم	کام
۳۲	کاک	کاک	کوّا
۳۳	کال	کال	زمانہ

۳۴	گاؤ	گاؤ	گائے
۳۵	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
۳۶	گام/گروم	گرام	گاوں
۳۷	لکھیون	لکھن	لکھنا
۳۸	ماں	ماترا/ماتا	ماں
۳۹	میوسؔ	مہیسا	بھینس
۴۰	مورو	مودھوُ رام	میٹھا
۴۱	مچُونو	مچے/مکتی	بچنا
۴۲	مجھیا	مدھیا	بیچ
۴۳	منورؔ و	منُشے	آدمی
۴۴	مچِھی	مکچھیکا	مکھی
۴۵	نیلو	نیلا	نیلا
۴۶	نُٹے	نرتیئے	ناچ
۴۷	نونو	نگنا	ننگا
۴۸	نوم	ناوا/نام	نام
۴۹	ہل	ہلا	ہل

اعضائے جسم کے مندرجہ ذیل اسماء بھی سنسکرت اور شینا میں کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں:

	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
۵۰	اَچھی	اکچھی	آنکھ
۵۲	اَنگئی/رہگئی	انگلی	انگلی
۵۳	اُونٹو	اوشتھا	ہونٹ
۵۴	پا	پاڑہ	پاؤں
۵۵	جیپ	جیب/جیوہ	زبان
۵۶	دون	دنتا	دانت
	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
۵۷	سَینگو	شرینگ	سینگ
۵۸	کون	کرن	کان
۵۹	مُسَٹی	مشتی	مٹی
۶۰	موس	مانس	گوشت
۶۱	مُکھ	مُکھ	چہرہ
۶۲	نار	ناری	نبض
۶۳	ہت	ہست	ہاتھ

بیماریوں کے نام:

	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
۶۴	روگ	روگ	بیماری
۶۵	روگیٹو	روگی	بیمار/روگی

٦٦	سَیسا رُوگ	شیش روگ	سر کی بیماری

گنتی کے لحاظ سے شینا اور سنسکرت میں مماثلت :

	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو
٦٧	اک	ایکم	ایک
٦٨	دُو	دُوی	دو
٦٩	چے	ترینی	تین
٧٠	چار	چتوار	چار
٧١	پوِنسَ	پاہچہ	پانچ
٧٢	سَہ	شت	چھ
٧٣	ست	سپت	سات
٧٤	اَسٹ	اَسٹ	آٹھ
٧٥	نوُ	نوُ	نوُ
٧٦	دئی (دش)	دشا	دس

اگلے ابواب میں تفصیل سے جانکاری دی جا رہی ہے۔ لداخ کے چند علاقجات بشموُل پُریگ (کرگل)، علاقہ شمَ موجودہ کھلسی و موجودہ اسکردو (بلتستان) کے چند علاقجات کو قبل مسیح میں شبن درد (آریائی) لوگوں نے آباد کیا تھا۔ آج ان علاقوں میں زیادہ تر بلتی پرُگی (تبّتی) زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں میں متعدد شینا لفظوں کی آمیزش دیکھنے کو ملتی ہے۔ جیسے دنوں کے نام شینا زبان میں قبل مسیح

سے ہی رائج ہیں وہی نام بلتی اور پرگی زبانوں میں بھی موجودہ دور میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ چونکہ خالص تبتی زبانوں میں یہ اسماء کچھ الگ طرح کے ہیں ذرا دیکھئے:

	شینا	سنسکرت	ہندی/اردو	تبتی (بلتی پُرگی)
۷۷	ادیت	ادیتیا	اتوار/رویوار	زا۔ نیما
۷۸	څندرال	چندرا	پیر/گورووار	زا۔ لابا
۷۹	انگارُو	انگارکا	منگل/منگل وار	زا۔ مِگمر
۸۰	بوددھوُ	بُدھ	بُدھ/بُدھوار	زا۔ لہاگ پا
۸۱	بھرسپوت	بھرسپتی	جمعرات/بھرسپتی وار	زا۔ پھربہ
۸۲	شُکرو	شُکرا	جمعہ/شکروار	زا۔ سنگس
۸۳	شمشیر	شنی	ہفتہ/شنی وار	زا۔ سپن پا

ہندی/اردو اور شینا زبان

جدید ہند آریائی زبانیں بالخصوص اردو اور ہندی موجودہ دور میں دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ یہ دونوں زبانیں اصل ماخذ اور ساخت کے اعتبار پہلے سنسکرت اور، پھر پراکرت اور اس کے بعد اپ بھرنشوں سے ٹوٹ کر مختلف بولیوں کی شکل میں پروان چڑھی۔ جس طرح وسطی ہند آریائی دور پراکرتوں کی شکل میں ۵۰۰ ق م میں عروج پر تھا اسی دور میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے پراکرتیں یعنی فطری بولیاں وجود میں آرہی تھی۔ ٹھیک ویسے ہی ۱۰۰۰ء میں پراکرتوں کی جگہ اپ بھرنشوں نے لے لی۔ مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کے بعد عربی، فارسی، ترکی اور افغانی زبانوں کی آمیزش جس میں مقامی زبانوں کی ملاوٹ کے ساتھ ایک نئی بولی،

وجود میں آئی جو بعد میں اردو کہلائی۔

۱۰۰۰ء کے آس پاس آریائی زبانوں کا جدید دور شروع ہوا۔ اس دور کو اپ بھرنشوں کا دور بھی کہا جاتا ہے۔ اپ بھرنشوں کی لسانی اہمیت اتنی ہے کہ آج تقریباً ساری جدید ہند آریائی زبانیں اپ بھرنشوں سے ہی نکلی ہیں۔ ماہریں کی نظر میں کل پانچ اپ بھرنش ہیں۔:

ا۔ شورسینی اپ بھرنش:

موجودہ ہندی اور اردو کا سرچشمہ یہی اپ بھرنش ہے۔ ان زبانوں کے ساتھ ساتھ اس اپ بھرنش سے راجستھانی، پنجابی، گجراتی اور پہاڑی بولیاں بھی وجود میں آئیں۔ شورسین متھرا کے علاقہ کو تصور کیا جاتا ہے۔

۲۔ ماگدھی اپ بھرنش:

اس اپ بھرنش سے آسامی، بنگالی، اڑیہ اور بہار کی تمام بولیاں وجود میں آئیں۔

۳۔ اودھ ماگدھی اپ بھرنش:

اودھی، چھتیس گڑھی اور بھوج پوری بولیاں اسی اپ بھرنش سے نکلیں۔

۴۔ مہاراشٹری اپ بھرنش:

مہاراشٹر کے علاقوں میں یہ اپ بھرنش وجود میں آئی۔

۵۔ پراچڑا اور کیکئی اپ بھرنش:

ماہرین کے مطابق ان اپ بھرنشوں سے سندھی اور لہندا بولیاں وجود میں آئیں۔[1]

یہ ساری بولیاں موجودہ دور میں زبانوں کی شکل میں عوامی اور سرکاری سطح پر رائج ہیں۔ اپ بھرنشوں کے ساتھ آیئے چند شینا لفظوں کا موازنہ کریں جو کافی حد

---

[1] سدرشن ورما

تک آپس میں مماثلت رکھتے ہیں۔ چونکہ شین درد قبل مسیح میں ہی ہندوستان کے بالائی علاقوں میں آباد رہے ہیں لیکن میلوں کے فاصلے رہنے کے باوجود بھی ان زبانوں کے الفاظ ایک دوسرے کو کافی قریب رکھے ہوئے ہیں۔ شینا اور موجودہ ہندی میں ایک ایسا لسانی رشتہ ہے جو مختلف ماہر لسانیات اور محققین کو اپنی طرف مرغوب کر لیتا ہے۔ کبھی ہندی زبان اور جدید ہند آریائی دوسری زبانوں میں چند ایسے الفاظ دیکھنے کو ملتے ہیں جو خالص شینا دردی کے لگتے ہیں۔

	شینا الفاظ	شورسینی (ہندی اردو) ماگدھی (بوج پوری) الفاظ
۱	آلو (واحد مذکر کے لئے)	آیا (واحد مذکر)
۲	آلی (واحد مئونث)	آلی، آئی (واحد مئونث)
۳	آلے (جمع مذکر)	آئے (جمع مذکر)
۴	آلیئن (جمع مئونث)	آئیں (جمع مئونث)
۵	اُتھے	اٹھیئے، اٹھو
٦	بیَئ	بیٹھ
۷	بڑو	بڑا
۸	بڑی	بڑی
۹	بڑے	بڑے
۱۰	بار	بار (وزن)
۱۱	بَرِسؕ	برس
۱۲	باسؕ	بھاشا

۱۳	ببو	بابا
۱۴	بچھُر	بچھڑا
۱۵	بچھُری	بچھڑی
۱۶	بٹ	بٹ (پتھر)
۱۷	پار	پار
۱۸	پُرے	پرُ ئے، پر کرنا (بھرنا)
۱۹	پِ	پِ
۲۰	پُسُو	پُشپ
۲۱	پچونو	پکنا
۲۲	پرونو	پُرانا
۲۳	پوڑِچو	پوتا
۲۴	پوڑِچی	پوتی
۲۵	ٹُو	تُو
۲۶	تُوسی	توسے۔ تم سے
۲۷	تتو	تتا (گرم)
۲۸	تالوُ	تالوُ
۲۹	تل	تل (چھت)
۳۰	ٹُرے	تجھے
۳۱	ٹھٹے	ٹھٹے

۳۲	جی	جی، جان
۳۳	چگا	چرچا
۳۴	چورے	چوری
۳۵	چوریٹو	چور
۳۶	چوم	چمبڑا
۳۷	چُک	چُپ
۳۸	در	در، دوار
۳۹	دُود	دودھ
۴۰	ددی	دادی
۴۱	دادو	دادا
۴۲	رونی	رانی
۴۳	راج	راج، راجہ
۴۴	رٗو	وہ
۴۵	رٗہِ (موئنث)	وِہ
۴۶	سونو	سونا
۴۷	سون	سونا، سوارن
۴۸	شاب/شاوے	شاب
۴۹	شارون	شارن
۵۰	شُیر	سسُر

۵۲	شیاسَ	ساس
۵۳	کال	کال
۵۴	کاکا	کاکا
۵۵	کاکی	کاکی
۵۶	کٹیونو	گُوٹنا
۵۷	کجِ	گھاس
۵۸	کونگو	کنگا
۵۹	کئے	کیوں
۶۰	کھا	کھا
۶۱	گام	گام
۶۲	گاوَ	گیا، گیو
۶۳	گی	گئی
۶۴	گئے	گئے
۶۵	گائے	گانے
۶۶	لولو	لال
۶۷	لش	لاج۔ لجا
۶۸	ماں	ماں
۶۹	مرن	مرن
۷۰	مِسّٹی	میٹھی

۷۱	مِسٹُو	میٹھا
۷۲	مروٹیونو	مروڑنا
۷۳	مرے	مارو
۷۴	مو، ما	میں
۷۵	مرُوچ	مرچ
۷۶	منڈوکو	مینڈک
۷۷	مومو	ماما
۷۸	میک	میگ، میگا
۷۹	مُٹی	مِٹی
۸۰	ناوَ	نیا
۸۱	نائی	نئی
۸۲	ناوے	نئے
۸۳	نکھلیونو	نکالنا
۸۴	نا	نا، نہیں

دردی زبانوں کی درجہ بندی

دردی زبانوں کی درجہ بندی کے لئے ماضی میں کافی اختلافات پائے گئے جبکہ کافی حد تک دردی زبانوں کی درجہ بندی یا گروہ بندی علاقائی اعتبار سے کی گئی ہے۔ ایک طرف جارج بُدرس دردی زبانوں کی گروہ بندی وسطی ہند آریائی یعنی ۵۰۰ ق م سے ۱۰۰۰ء تک کی منزل کے ساتھ کرتے رہے تو بعد میں ایک نئی کھوج اور دعوے کے ساتھ 'اسکو پارپولا' چند دردی قدیم لفظوں کی نشاندھی کر کے دردی زبانوں کو قبل رگ وید زبانوں کے زمرے میں شامل کر گئے۔ یہاں یہ بات آپ قارئین کے گوش گُزار رکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ماضی میں سوائے کشمیری کے باقی تمام دردی زبانوں پر دور دراز پہاڑی علاقوں میں بولی جانے کی وجہ سے کھوج اور تحقیق بہت کم ہوئی ہے۔ جبکہ دور دراز پہاڑی دروں اور کوہستانی گنجان علاقوں تک رسائی حاصل کر کے ان زبانوں کے بولنے والوں سے ملنا محققین اور ماہر لسانیات کے لئے کافی دشواریاں بھی دیکھنے کو ملی ہیں۔ اسی وجہ سے درجہ بندی اور گروہ بندی کے علاوہ اس زبان کی تاریخ جاننے کے بھی مواقع بہت کم ملے ہیں۔

جغرافیائی درجہ بندی

مشرقی افغانستان..........شمالی پاکستان
..........شمالی ہندوستان

لسانی درجہ بندی

ہند یورپی

↕

ہند ایرانی

↕

ہند آریائی

↕

دردی

↕

شینا	کشمیری	کوہستانی	کنار	پشائی	چترالی
↕	↕	↕	↕	↕	↕
گلگتی	رامبنی	کلامی	گوہارباٹی	گرنگلی	کلاش
استوری	کشتواڑی	کلکوٹی	دمیلی		کھوور
کوہستانی	پوگلی	توروالی	بشومستی		

شینا دردی کی بولیاں (زبانچے)

۱۸۸۰ء کے قریب ڈاکٹر جی۔ ڈبل یو۔ لیٹنر نے شینا زبان کی مختلف بولیوں کی نشاندھی کرائی۔ بعد کے برسوں میں جارج گیریرسن (۱۹۱۹ء) اور لاریمر (۱۹۲۷ء) نے ان بولیوں کی مختلف قسموں کو اجاگر کیں۔ ۱۹۲۴ء میں جارج بیلی نے ان محققوں اور ماہر لسانیات سے پرے گہرائی سے شینا زبان کا مطالعہ کرتے ہوئے شینا زبان اور صوتیات پر کام کیا۔ جارج بیلی کے مطابق شینا اصل کی تین بولیاں ہیں گلگتی، استوری اور کوہستانی۔ بیلی کے بعد شجاع محمد ناموس (۱۹۶۱ء) اور شمتھ (۱۹۸۵ء) نے بھی شینا زبان کی تین بولیوں کی نشاندہی کی۔

لیٹنر ۱۸۸۰ء	گیریرسن ۱۹۱۹ء	بیلی ۱۹۲۴ء	لاریمر ۱۹۲۷ء	ناموس ۱۹۶۱ء	شمتھ ۱۹۸۵ء
۱۔ گلگتی	۱۔ گلگتی	۱ گلگتی	۱۔ گلگتی	۱۔ گلگتی الف۔ گلگتی ب۔ پنیالی	۱۔ گلگتی
۲۔ چلاسی	۲۔ پونیالی	۲۔ کوہستانی الف: چلاسی ب: کوہستانی	۲۔ کوہی	۲۔ چلاسی الف۔ چلاسی ب۔ کوہستانی i اندس ii کوہستانی iii تنگیری دریلی	۲۔ کوہستانی الف۔ چلاسی ب۔ کوہستانی i جالکوٹ ii پالاس iii کولائی ج۔ تنگیر داریل

۳۔ کولائی، پالاس	۳۔ لاسی	۳۔ استوری الف۔ استوری ب۔ گریسی ج۔ دراسی	۳۔ پونیالی	۳۔ استوری الف۔ استوری ب۔ گریسی ج۔ دراسی	۳۔ استوری الف۔ استوری ب۔ گریسی ج۔ دراسی
۴۔ داریل تنگیر	۴۔ استوری	۴۔ گرکونی چلی چنی	۴۔ چلاسی	۴۔ گرکونی چلی چنی	۴۔ گرکونی چلی چنی
۵۔ استوری	۵۔ گریسی		۵۔ تنگیری		
۶۔ گریسی	۶۔ دراسی		۶۔ دریلی		
۷۔ دراسی	۷۔ گرکونی		۷۔ استوری		
۸۔ گرکونی			۸۔ گریسی		
			۹۔ دراسی		
			۱۰۔ گرکونی چلی چنی		

شینا زبان کے جغرافیائی مقامات

شمالی خطہ :

شینا زبان کے شمالی خطہ کے اندر مندرجہ ذیل علاقجات شامل ہیں۔ :

۱۔ گلگت ۲۔ پونیال ۳۔ ہنزہ نگر ۴۔ بگروٹ۔ ۵۔ ہراموش ۶۔ رونڈو اور ۷۔ بونجی۔ چندر کوٹ۔

گلگت : یا گلت موجودہ دور میں شینا زبان کا مرکز ہے۔ متعدد ماہر لسانیات گلگتی شینا کو خاص شینا قرار دے چکے ہیں۔ ماضی میں گلگت کو بہت سارے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسے دردی کئی۔ درادیسا۔ درداس۔ لیٹل بلور۔ سوپوت۔ پولو۔ دردستان وغیرہ۔ مگر موجودہ دور میں مقامی لوگوں کے علاوہ خطہ شنا کی یا دردستان کے لوگ بھی اس علاقے کو گلیت ہی سے جانتے ہیں۔

موجودہ دور میں گلگت شمالی علاقجات گلگت بلتستان کا صدر مقام ہے۔ تاریخی شواہد بھی ملتے ہیں کہ گلگت میں معیاری شینا بولی جاتی ہے۔ جارج بڈلف (۱۸۸۰ء) گلگتی تلفظ کو گرد ونواح کی پڑوسی وادیوں کے مقابلے میں خالص قرار دے چکے ہیں۔ مگر ساتھ ہی بدلف یہ انکشاف بھی کرتے ہیں کہ گلگتی بولی میں کشمیری، ڈوگری، پنجابی اور بروشسکی لفظوں کی آمیزش بھی پائی جاتی ہے۔ جارج بیلی کے نزدیک بھی گلگتی خالص بولی ہے۔ لاریمر گلگتی کو اعلیٰ درجے کی شینا قرار دیتے ہیں۔ جبکہ شمتھ گلگت کو شینا کا اصل مرکز قرار دیتے ہیں۔[1]

---

[1] کارلا ایف ریڈلاف۔ (لنگویجز آف ناردرن ایریا)

بدلف نے گلگتی بولی کی حدیں معین کی ہیں۔ گلگت خاص میں دریائے گلگت سے جڑے علاقجات چھپروٹ، میون اور دریائے ہنزہ کے قریب ہندی یا ہنی، وادی بگروٹ اور ہراموش قابل ذکر ہیں۔

لاریمر نے گلگتی شینا کے مندرجہ ذیل علاقے معین کئے۔ خاص گلگت، وادی گلگت سے لے کر کچھ بیس میل کے فاصلے میں شامل شیروٹ اور چائی کوٹ (جو پونیال کی سرحد پر واقع ہیں)۔ وادی گلگت کے نیچے دریائے سندھ کے علاقجات بگروٹ نالا ، ہراموش، وادی سندھ کے ساتھ اور سائی نالا تک۔

پونیال: یہ علاقہ صدر مقام گلگت کی سرحد پر واقع ہے۔ گیریرسن، لاریمر اور ڈاکٹر ناموس نے پنیالی شینا کو گلگتی بولی سے جدا قرار دیا ہے۔ مگر بیلی اور شمتھ کے ساتھ ساتھ جدید ماہر لسانیات پونیالی کو گلگتی کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔

ہنزہ نگر: موجودہ ضلع ہنزہ نگر قدیم دور میں تاریخی اعتبار سے کافی مقبول رہا ہے۔ یہاں شینا زبان کے مقابلے میں بروشسکی زبان قدر زیادہ بولی جاتی ہے۔ علاقہ ہنزہ میں نصیر آباد اور نگر میں تھول کے مقام میں شینا زبان کثیر تعداد میں بولی جاتی ہے۔

بگروٹ: بدلف کے مطابق چھپروٹ کے چار دیہاتوں میں شینا بولی جاتی ہے۔ نصیر آباد کا قدیم نام ’ہنی‘ ہے۔ رکا پوشی گلیشئیر کے کافی نزدیک ہونے کی وجہ سے یہاں ماضی میں کافی برف پڑنے کا ریکارڈ موجود ہے اور قراقرم شاہراہ کا گذر بھی اسی علاقے سے ہوتا ہے۔

ہراموش: علاقہ ہراموش ضلع گلگت کا ایک ایسا علاقہ ہے جہاں ۹۲ فیصد شینا بولی جاتی ہے۔ یہاں پر آباد دردشین اور یشکن دونوں ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہراموش میں بھی خالص گلگتی بولی جاتی ہے۔

روندو: چونکہ علاقہ روندو بلتستان کی حدود میں واقع ہے۔ ماہر لسانیات کے نزدیک یہاں بولی جانے والی شینا گلگتی کے کافی قریب ہے۔ یہ علاقہ دریائے سندھ کے بالکل قریب ہے۔ روندو اور ہراموش کی سرحد آپس میں ملی ہوئی ہے۔ کئی محققین کی نظر میں روندو کی شینا اور گلگتی شینا کے درمیان اختلافات نظر آتے ہیں۔ جان بڈلف روندو کی شینا کو گلگتی کے بجائے استوری کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔[1]

چندر کوٹ: یہ علاقہ چونکہ جغرافیائی اعتبار سے بھارت کے زیر انتظام جموں و کشمیر کے اندر آتا ہے اس لئے یہاں کی زبان کے بارے میں جانکاری اگلے ابواب میں ملاحظ فرمائیں۔

مشرقی خطہ

شینا زبان کے مشرقی خطے کے اندر حسب ذیل علاقے شامل ہیں۔:

۱۔ استور ~~۲۔ بلتستان~~ (ستپارہ، کھرمنگ، کچورہ، گلتری)

۳۔ دراس ۴۔ گریز و تلیل وغیرہ

استور: استور کا قدیم نام اسورہ رحصورہ ہے۔ محققین نے اس نام کو قدیم تاریخی کتابوں میں استعمال کیا ہے۔ البیرونی نے اپنی کتاب میں استور کو حصورہ کے نام سے تحریر کیا ہے۔ موجودہ دور میں حصورہ بگڑ کر استور بن چکا ہے۔ ڈوگرہ راج میں اسورہ حصورہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ضلع استور کے شمال میں گلگت مغرب میں ضلع دیامر جنوب میں کشمیر اور مشرق میں ضلع اسکردو واقع ہے۔

استور کوہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ ان پہاڑی سلسلوں میں سارا سال برف باری ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے استور کے کئی جگہوں میں کافی

---

[1] کارلا ایف ریڈلاف۔ (لنگویجز آف ناردرن ایریا)

سردی بھی ہوتی ہے۔ ضلع استور کی آبادی لگ بھگ ایک لاکھ سے زیادہ ہے یہاں کے تمام علاقوں میں شینا دردی زبان ۱۰۰ افیصد بولی جاتی ہے۔

بلتستان: لفظ بلتستان کے لغویٰ معنی ہیں بلتیوں کے رہنے کی جگہ۔ تاریخی کتابوں میں اس علاقے کو تبت خورد کہا گیا ہے۔ مقامی طور پر بلتستان 'بلتی یول' کے نام سے بھی موسوم ہے۔ بلتی یول کا لفظی ترجمہ بلتستان ہے۔ قدیم دور میں بلتستان کی آبادی ان لوگوں نے کی جو وسطی ایشیاء سے نقل مکانی کر کے گلگت کی طرف سے ہوتے ہوئے براہ دریائے سندھ ملک اسکردو اور ہنذہ نگر و پامیر گلگت اور کاشغر سے ہوتے ہوئے ملک شغر و چپلو میں وارد ہوئے۔ گلگت کی طرف سے سکردو آنے والے زمانہ سلف میں حسب ذیل لوگوں نے سکردوں میں آبادی شروع کی۔:[1]

گیالو شلبو نے گیوُل آباد کیا۔
شکر گیالو نے شگری کلاں، چونداں اور بیا مانقپو آباد کئے۔
کوروآسون چو نے کھر بو آباد کیا۔
برق مایر چو نے برق نق میں آبادی کی بنیاڈالی۔
لو نچھے نے کچورہ کے نیچے وادی دریائے سندھ میں آبادی شروع کی۔

سلمان راشد fellow of Royal Geography society' 'Travel writer کے لیے اپنا تیار کردہ مقالہ بہ عنوان آپریکاٹ کنگ ڈم بلتستان 'Apricot kingdom Baltistan' میں بلتستان کی تاریخ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ دریائے سندھ کے آس پاس جن سونا کھودنے والی چیونٹیوں کا ذکر بابائے تاریخ ہیروڈوٹس نے ہزاروں سال پہلے کیا تھا ان چیونٹوں میں درداس کے ساتھ ساتھ بالتی کا بھی ذکر ہوا ہے سنہ ۶۱۸ء کے درمیان تانگ سلطنت کے زیر سایہ

---

[1] یوسف حسین آبادی (تاریخ بلتستان) حشمت اللہ خان (مختصر تاریخ جموں وکشمیر)

چین نے اس علاقے کی طرف نگاہیں ڈالنی شروع کی۔ یہ وہی دور تھا جب تبت وچینی لوگ قدیم گلگت بلتستان کو پلولو، پولیو اور بلور جیسے ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ علاقہ بلور اس زمانے میں بلتستان سے چترال اور جنوب میں دریائے سندھ کے علاقجات جبکہ شمال میں پامیر تک پھیلا ہوا تھا۔ ۹۰۔ ۶۷۰ء کے آس پاس تبّتی لداخ کے چند علاقجات کے ساتھ ساتھ بلور کو بھی فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے یہی سے عظیم بلور کی شناخت میں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں جبکہ نو وارد تبّتی قوموں اور بلور میں آباد قوموں میں آپسی اختلاط اور بھی بڑھتا گیا۔ جس وجہ سے ایک نئی قوم آریائی اور تبّتی خون کی آمیزش سے وجود میں آنے لگی۔ اسی دور سے ہی بلتستان کی اس اصل زبان ہند آریائی سے تبّتی کی شکل اختیار کرنے لگی۔

ان تاریخی شواہدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم بلور یعنی بلتستان میں ایک زمانے میں ہند آریائی (شینا) زبان بولی جاتی تھی۔

موجودہ دور میں بلتستان کے حسب ذیل علاقوں میں شینا زبان بولی جاتی ہے۔ :

تندل، کچورا، ستپارا، کھرمنگ اور گلتری۔

تندل: قدیم ادوار سے آباد اس گاوں میں آدھی آبادی شینا اور آدھی آبادی میں بلتی بولی جاتی ہے۔ یہ گاوں سکردو ایرپورٹ کے بالائی پہاڑ کے کنارے واقع ہے۔

کھرمنگ: بلتستان کے اس سرحدی علاقے کے جن بالائی دیہاتوں میں شینا زبان بولی جاتی ہیں ان میں بریسیل، میموش، کرکتی، اور شیریال وغیر شامل ہیں۔ یوسف حسین آبادی کھرمنگ میں آبادی کے حوالے سے ''تاریخ بلتستان'' میں یوں رقمطراز ہیں:

'' گلگت اور اس کے ملحقہ علاقجات سے آئے ہوئے وسطی

ایشیاء کے لوگ جن کو غالباً درد شین کہا جاتا ہے نے کھرمنگ کے علاقجات کو آباد کیا تھا''۔[1]

جان بڈلف کے مطابق (۱۸۸۰ء کے قریب) سکردوں میں ۸ فیصد آبادی شینا بولتی تھی جو استوری شینا سے کافی مشابہت رکھتی تھی۔ جبکہ کھرمنگ میں لگ بھگ ۳۵ فیصد آبادی شینا زبان بولتی تھی۔ کھرمنگ کی بولی کو بڈلف چلاسی کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔[2]

گلتری: یہ علاقہ دیوسائی کے دامن میں استور اور سکردو کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ گلتری علاقے میں لگ بھگ ۳۰ دیہات میں شینا زبان بولی جاتی ہے۔ جن میں باباچن، فوٹس، کونر اور بنیال وغیرہ دیہاتوں میں ۱۰۰ فیصد آبادی شینا زبان بولتی ہے۔ کئی دیہاتوں میں شینا کے ساتھ ساتھ بلتی زبان بھی بولی جاتی ہے۔

(دراس گریز اور تلیل علاقوں کے بارے میں اگلے ابواب میں تفصیل سے جانکاری دی گئی ہے)

---

[1] یوسف حسین آبادی (تاریخ بلتستان)

[2] Carla F.Reddlof

دیامر کلسٹر

شینا زبان کے اس خطہ کے اندر مندرجہ ذیل علاقے شامل ہیں:

چلاس، داریل، تنگیر، ہربن اور سازین۔

چلاس: یہ علاقہ قدیم دردوں کا مرکز رہا ہے۔ چلاسی شینا استوری شینا کے بہت نزدیک ہے۔ استور کے چند علاقہ جات، گلتری، کھرمنگ اور دراس علاقوں میں آباد لوگوں کے آباواجداد قدیم دور میں چلاس سے ہجرت کر کے مذکورہ علاقہ جات میں آباد ہوئے تھے۔ ان علاقوں میں آباد لوگوں کی زبان میں چلاسی کے اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

چلاس ضلع دیامر کی راجدھانی ہے یہاں اکثر علاقوں میں شینا زبان کو 'شینا کی' بھی کہا جاتا ہے۔ ضلع دیامر کے مشرق سے ضلع استور، جنوب مغرب میں خیبر پختون خواں، جنوب میں وادی نیلم آزاد کشمیر اور شمال مغرب میں غذر اور گلگت اضلاع کی سرحدیں ملتی ہیں۔

داریل تنگیر: دیامر کی ان وادیوں میں شینا زبان کے علاوہ کھور زبان بھی بولی جاتی ہے۔ قدیم ''دارادا بادشاہت'' کے شواہد انہی علاقوں میں پائے گئے ہیں۔ داریل تنگیر کے ایک طرف یاسین اور دوسری طرف خیبر پختون خواں کے علاقہ جات پائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے داریل اور تنگیر دونوں وادیوں میں شینا کے علاوہ کھور اور پشتو زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔

ہربن سازین: (NWFP) صوبہ سرحد پاکستان کے ضلع کوہستان کے یہ

سرحدی علاقجات ہیں۔ ضلع دیامر کے علاقجات داریل اور تنگیر کے قریب ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں شینا زبان کے ساتھ قریبی رشتہ رہا ہے۔ ہربن اور سازین میں چلاسی شینا بولی جاتی ہے۔

کوہستانی کلسٹر

جالکوٹ، پالاس اور کولائی کے علاقجات کوہستانی کلسٹر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جالکوٹ: صوبہ سرحد پاکستان کے ضلع کوہستان کے تحصیل داسوؑ میں واقع ہے۔ دریائے سندھ کا گذر تحصیل داسو کے پاس سے ہوتا ہے۔ جالکوٹ میں کوہستانی شینا بولی جاتی۔

پالاس: یہ علاقہ بھی صوبہ سرحد پاکستان کے ضلع کوہستان تحصیل پٹن میں واقع ہے۔ ان علاقوں میں رہنے والے مقامی لوگ شینا زبان کو کوہستانی زبان کہتے ہیں۔ کوہستانی میں چلاسی کے کافی اثرات پائے جاتے ہیں۔

کولائی: تحصیل پٹن ضلع کوہستان صوبہ سرحد پاکستان کے اس علاقے میں شینا کے علاوہ بٹیرو، گورو اور چھیلیسو وغیرہ دردی زبانیں بھی چند ایک گھروں میں بولی جاتی ہیں۔ [1]

---

[1] Carla F.Redloff
John Biddulph (1880)

جموں کشمیر ولداخ میں شینا زبان

چندر کوٹ (جموں)

گریز تلیل داچھی گام وشیخ پورہ مرسری (کشمیر)

کرگل دراس (لداخ)

لداخ میں شینا زبان

موجودہ دور میں لداخ دو اضلاع پر مشتمل ہے لیہ اور کرگل تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو لیہ اور کرگل دونوں اضلاع مل کر خطہ لداخ کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں ضلع لیہ (لداخ) کے چند علاقوں میں شینا زبان کے بارے میں چند تاریخی حوالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

لداخ:

مغربی تبت، مولوسو، نارس، مریوٗل، جیسے ناموں سے تاریخ کے صفحات پر موسوم اس علاقہ کی تاریخ دلچسپی سے خالی نہیں۔ مشہور ہے کہ ۴۰۰ ق م تک خطہ لداخ ایک جھیل کی صورت اختیار کیا ہوا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں تک پانی بھرا ہوا تھا۔ ۴۰۰ ق م کے بعد یہاں انسانوں کی بستیاں شروع ہوئی۔ مورّخین اور محققین مقامی روایتوں کی تحقیق کے بعد یہ اخز کرتے ہیں کہ لداخ کو سب سے پہلے مون نسل اور درد شین قبیلے کے لوگوں نے آباد کیا تھا۔[1]

عبدالغنی شیخ اپنی کتاب "لداخ تہذیب وتمدن" میں اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

> "لداخ کی تاریخ کے مطابق لداخ کو سب سے پہلے مون نسل سے تعلق رکھنے والی قوم نے آباد کیا۔ اس کے بعد گلگت اور اس کے اطراف سے 'درد' آئے اور خطے کے مختلف علاقوں

---

[1] Ladakh Annals (Sonam Phunsog 2014)

میں پھیل گئے۔ بہت سارے پرانے قلعوں کے کھنڈرات 'د ردوں' کے ہی بتائے جاتے ہیں۔ رونگ میں قبریں ملیں اور ہر قبر سے تین سے بیس تک کھوپڑیاں برآمد ہوئیں۔ فرینکی کے مطابق یہ 'درد' قبریں ہیں اور کھوپڑیاں ڈھائی ہزار سال پرانی ہیں۔ 'دردوں' نے لدّاخ پر اپنا تسلط جمانے کے بعد مون نسل کے لوگوں کو یا تو بھگا دیا یا غلام بنایا۔"

تبت کے جغرافیائی حدود کے قریب ہونے کی وجہ سے لداخ پر تبتیوں کے حملے جابجا ہوتے رہے بالآخر تبت لداخ پر اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہوگیا اور یہاں آباد شین درد لوگوں کی رہن سہن اور زبان میں بھی تبتّی رسم رواج اور زبان کا اثر حاوی ہوگیا یوں لداخ سے دردشین زبان زوال پذیر ہوئی۔

ماضی میں خطہ لداخ دو حصوں میں منقسم تھا۔ استوت مریوٗل (مریول بالا) اور علاقہ شم۔

علاقہ شم کے بارے میں حشمت اللہ خان اپنی کتاب "مختصر تاریخ جموو کشمیر" میں رقم طراز ہیں:

> "موضع نیموں سے گذر کر لیہ قصبہ کی طرف جاتے ہوئے ایک بہت بڑا میدان نظر آتا ہے۔ اس میدان کے اوپر ایک درّہ ہے جہاں سے دو وادیاں نظر آتی ہیں یہ درہ لداخی زبان میں کونگ کھا کہلاتا ہے۔ اس درے کا بالائی ملک ستوت مریوٗل اور نیچے کی طرف کا ملک 'شم' کہلاتا تھا۔ ایک زمانے میں علاقہ شم میں آبادی خاصی تھی اور یہاں زیادہ تر دردشین قوم آباد تھی۔ یہ قوم گلگت دردستان سے نقل مکانی کر کے اس ملک میں

آباد ہوئی تھی۔ لامایورو کے گونپے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تبتیوں کی نارس میں وارد ہونے سے قبل علاقہ شم میں حکومت درد قبیلہ کا ایک راجا مسمی بغدور سکپس کر رہا تھا۔"[1]

مقامی سطح پر مشہور ہے کہ کھلسی کے چند گھرانوں کے لوگ زمانۂ حال تک دردی زبان میں پوُجا کیا کرتے تھے۔ مگر آج کے دور میں لداخ (لیہ) کے ساتھ ساتھ علاقہ شم میں بھی شینا زبان متروک ہے۔ جبکہ ان علاقوں میں لداخی (تبتّی) زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

صرف داہ اور ہنو ضلع لیہہ کے دو سرحدی گاؤں ہیں جہاں شینا دردی زبان لداخی اور بلتی زبانوں کے ملے جلے لفظوں کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں بولی جانے والی زبان اور گرکون، دار چکس، چلی چن اور گانوکس کے علاقجات میں بولی جانی والی زبان کو بیشتر ماہر لسانیات اور محققین نے اپنی کتابوں میں 'بروقسکت' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جبکہ راقم نے اس بولی کو 'گرکونی چلی چنی' شینا دردی کے نام سے تحریر کیا ہے۔ اس بولی کے باری میں تفصیلات اگلے ابواب میں شامل کیئے گئے ہیں۔

☆☆☆

---

[1] حشمت اللہ خان (تاریخ جموں وکشمیر)

قدیم پُریگ میں شین درد

موجو کرگل کا قدیم نام پُریگ ہے۔ قدیم زمانے میں پُریگ خطۂ لداخ کا ایک اہم حصّہ مان لیا جاتا تھا۔ پُریگ کی تاریخ پر مبنی کوئی مستند کتاب، دستاویز یا کوئی تحریری کتبہ وغیرہ موجود نہیں ہے جس سے ابتدائی آبادی اور قدیم تاریخ کا پتہ چل سکے۔ پُریگ کی قدیم تاریخ صرف زبانی روایات اور لوگ گیتوں کے حوالوں سے لکھی گئی ہے۔

پُریگ کی وجہیہ تسمیہ

مختلف تاریخی کتابوں میں پُریگ کی حسب ذیل وجہیہ تسمیہ تحریر ہوئی ہے۔:[ا]

بُوریگ: بمعنی بہادر، قدیم دور میں علاقہ پُریگ کو گلگت بروشل سے تعلق رکھنے والے شین درد لوگوں نے آباد کیا تھا۔ چونکہ شین درد لوگ فطرتاً بہادُر ہوتے ہیں اسی وجہ سے پُریگ انہی دردوں سے منسوب ہو کے بوریگ رکھا گیا۔ بعد کے ادوار میں بُوریگ بگڑ کر پُریگ بن گیا۔

پوت ریگس: (تبّتی لفظ) بمعنی اصل تبت۔ تبّتی حکومت کا جب اس علاقے میں مرکز قایم ہوا تب اس علاقے کو پوت ریگس یعنی تبتیوں کی جگہ یا مرکز نام پڑ گیا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ پوت ریگس بھی بعد کے ادوار میں بگڑ کر پُریگ بن گیا۔

پُریگ: (شینا لفظ) بمعنی ٹیوب۔ چونکہ پُریگ علاقہ ٹیوب کی شکل میں پھیلا ہوا ہے۔ اس وجہ سے یہ علاقہ پُریگ یعنی ٹیوب کے نام سے جانا جانے لگا۔

[ا]: کاچو سکنور خان (قدیم لداخ) عبدالغنی شیخ (لداخ تہذیب و تمدن)

مولوی حشمت اللہ خان (مختصر تاریخ جموں و کشمیر) رضا امجد (جموں و کشمیر میں آباد شین درد)

قدیم پُریگ میں شینا زبان

ایسی کوئی تاریخی کتاب، دستاویز یا تحریر وغیرہ موجود نہیں جس سے پُریگ میں شینا زبان کی تاریخ مقرر کی جا سکے۔ البتہ لوگ گیتوں اور مقامی روایات کی تحقیق کے بعد یہ اخز کر لیا جاتا ہے کہ قبل مسیح میں پُریگ کو آباد شین دردوں نے ہی کیا تھا۔ جبکہ اس خطہ کی سب سے پُرانی زبان بھی غالباً شینا دردی ہی ہے۔ یہاں ان درد اشخاص کے ناموں کو پُریگ کی تاریخ پر لکھی گئی مستند کتابوں سے نقل کیا جا رہا ہے۔ ان شین درد لوگوں نے اپنے آبائی وطن گلگت (دردستان) اور اس کے مضافات سے نقل مکانی کر کے قدیم پُریگ کے مختلف علاقجات میں سکونت اختیار کر کے آبادی کا آغاز کیا۔

گلگت کے علاقجات سے پُریگ میں وارد ہونے والے ان لوگوں کے متعلق تاریخی کتابوں میں روایات ملتی ہیں: [1]

سارل: گلگت سے ہجرت کر کے آئے ہوئے اس شخص نے لوٹو تھنگ کو زراعت کے لائق بنا کر صوت کے علاقے میں شغمان کے قریب آبادی کا آغاز کیا۔

بارل: اس شخص نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجودہ کرگل کو زراعت کے لائق بنایا اور یہی آباد ہوا۔

لاغس: اِنھوں نے منجی میں آبادی شروع کی اور زراعت کا آغاز کیا۔

بغ چو: اس شخص نے موجودہ برو میں آبادی کا آغاز کیا۔

---

[1] حشمت اللہ خان (تاریخ جموں کشمیر) عبدالغنی شیخ (لداخ تہذیب و تمدن)
The heritage of Kashmir (F.M.Hasnain)
Ladakhi society (Dr. Ali Mohammad Dar)

عبدالغنی شیخ اپنی کتاب ''لداخ تہذیب و تمدن'' میں رقم طراز ہیں:

> '' زمانہ قدیم میں گلگت سے تین بھائی پریگ آئے ان کے نام تھے۔ سمیان، کرگی اور پوئنی۔ سمیان کرگی موجودہ کرگل کے مُقام پر بس گیا اور اس کا نام کرگی رکھا۔ بعد میں کثرت استعمال سے یہ کرگل بن گیا۔ پوئنی نے دریائے سُورو کے پار ایک بستی بسائی جو اُس کے نام کی مناسبت سے پوئنی سے پوئن بن گیا۔ تیسرا بھائی برور نے اپنے بھائی کرگی کی نئی بستی کے سامنے ایک اور جگہ آباد کی جو موجودہ برو ہے۔''

رونگ لوچن: اس شخص نے کنور کے بالمقابل سکونت اختیار کی اور اس علاقے کو اپنے نام کی نسبت سے لونچے رکھا۔ جو اب موجودہ دور میں لونچے بگڑ کر لونچھے بن چکا ہے۔ رونگ لوچن اور اس کے ساتھیوں کی اولاد نے بعد میں سورو کرچے کے بالائی حصہ پر آبادی کا آغاز کیا۔

کھیوا کھی الدے اور شیلو گن ٹوتنگ: انہوں نے ہیمی لنگ زنسکار میں آبادی کا آغاز کیا اور ان کی اولاد نے موجودہ کرت۔ تاچا۔ کوکستے۔ لوچم اور اسکمبو علاقجات کو آباد کیا۔ روایات ہیں کہ کھیوا کھی الدے اور اس کی اولاد اس علاقے میں عرصہ دراز تک حکومت کرتی رہی۔ اس حکمران کا آخری جانشین راجہ نم کھار گیال تھا جس نے تاچا رونگ میں ایک قلعہ بھی تعمیر کیا تھا۔

شین: اس شخص نے بعد کے ادوار میں ٹنگول کو آباد کیا۔[1]

حلبی کولال اور گوتامع: انھوں نے موجودہ واکھا ملبیک کو زراعت کے لائق بنایا اور آبادی کا آغاز کیا۔ گوتامع نے بعد میں بودھ کھربو کو آباد کیا۔

---

[1] حشمت اللہ خان کاچو سکندر

دانی: یہ شخص گلگت سے آ کر معہ اپنے بیٹے گیال سنگھ کے موجودہ داہ بروق میں وارد ہوا اور یہی سب سے پہلے آبادی کی بنیاد رکھی۔ چند سالوں بعد ان کی اولاد نے موضع درچیکس، چُولیچن، سلمو اور لالونگ میں آبادی کا آغاز کیا۔

ایک اور روایت کے مطابق بونجی گلگت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص مسمی میکے اور اس کا بیٹا گیال سنگھ، گیال سنگھ کا بیٹا گیال سرنگ اور اس کا بیٹا گاپو نے علاقہ ہنو، داہ اور گرکون میں آبادی کا آغاز کیا۔[1]

ان روایات اور حوالوں کو تحقیق کرنے کے بعد یہ اخز کیا جاتا ہے کہ قدیم پُریگ کے اکثر علاقوں کو آباد کرنے کا سہرا شین درد لوگوں کو ہی حاصل ہے۔ اس بات میں کوئی دورائے بھی نہیں کہ گلگت، بونجی، روندوُ اور باقی مضافات سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہونے والے ان لوگوں کی زبان بھی شینا دردی ہی رہی ہوگی۔ صدیاں گزر گئیں، زمانے بیت گئے قبل مسیح کے رسم ورواج اور تہذیبوں کے نام ونشانات ماضی کی آندھیاں مٹا لے گئیں۔ ایسے میں یہاں مقیم ان قدیم دردوں کی زبان اور رسم رواج ایک راز بن کر رہ گئی۔

---

[1] Francke

رضا امجد

قدیم پُریگ میں شینا زبان کا زوال

نیاٹھی ستن اور ٹھاٹھا خانی دور حکومت:

گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے پُریگ کی تاریخ فقط لوگ گیتوں کی تحقیق اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے آرہی روایات پر ہی مبنی رہی ہے پُریگ قبل مسیح کے زمانے میں شین دردوں کا آباد کردہ علاقہ رہا ہے۔ مگر بعد کے ادوار میں ان شین دردوں کے رسم رواج اور زبان زوال پذیر ہو کر ان کے نشانات بھی مٹ گئے۔ اس زوال کے کئی اسباب رہے ہیں۔

= ؁۱۵۵ ق م تک پُریگ کے علاقجات میں شین دردوں کا بول بالا رہا۔ اور اسی زمانے میں کشمیر اور تبت کے ملکوں میں سلطنتی انقلاب برپا ہوا تو نیاٹھی ستن نامی تبت کے ایک شہزادہ نے زنسکار بشمول پُریگ کے چند علاقجات پر حملہ کیا۔ قدیم پُریگ کے ان علاقوں میں نیاٹھی ستن نے فتوحات کے جھنڈے گاڑ دئے۔ راجاؤں کے محلات اور امراء کے مکانات منہدم کر دئے۔ رعایا کا قتل عام ہوا۔ پُریگ سے کچھ لوگ بھاگ گئے اور کچھ قید کر لئے گئے اس طرح قدیم پُریگ بالکل ویران اور نوع انسانی سے خالی ہو گیا۔ [1]

= نیاٹھی ستن کے ساتھ جو تبّتی لوگ پُریگ میں آئے تھے باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ ان کا اختلاط بڑھ گیا اور پُریگ میں تبّتی نسل اور شین دردوں کے (آریہ نسل) کی آمیزش سے دوبارہ ایک نئی نسل پیدا ہوئی اور یہی سے شین دردوں کی نسلی اور تہذیبی زندگی میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

رضا امجد اے۔ ایچ۔ فرینکی سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

”یہ نہیں مانا جا سکتا کہ وہ قوم جسے یونانی مورّخ ہیروڈوٹس نے

---

[1] حشمت اللہ خان.......... رضا امجد

ہندوستان میں آباد قوموں میں بہادر اور جنگجو قرار دیا تھا۔ اس قوم کو اتنی آسانی سے تسخیر کر کے اس کی زبان اور وجود کو لداخ کے اس علاقے سے سلف کرنا ممکن ہو سکا ہو۔ جہاں اس قوم کا دبدبہ اور بول بالا تھا۔"

= نیاٹھی ستن کی اولاد عرصہ دراز تک پُریگ میں حکومت کرتی رہی۔ یہاں تک کہ گلگت (دردستان) سے ایک بار پھر ایک شین درد شہزادے کی آمد بھی ہوئی صوت کے علاقے میں یہ بارہ برس کا شہزادہ کچھ سالوں بعد تخت نشین بھی ہوا۔ لداخ کی تاریخ میں اس بادشاہ کو ٹھاٹھا خان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جبکہ گلگت میں انہیں شاہ رئیس خاندان کے بانی ابودگامو کا ایک بیٹا ٹھکن مان لیا جاتا ہے۔ جو اپنے خاندانی فسادات سے مجبور ہو کر اپنے گھر سے فرار ہوا اور یہاں پُریگ پہونچ گیا۔[1]

= ایک زمانہ ایسا بھی آیا تھا، برسوں سے چل رہی نیاٹھی ستن کی اولاد کی حکومت ٹھاٹھا خانی حکومت کے آگے بے بس ہو چکی تھی۔ ٹھاٹھا خانی حکومت ۸۰۰ء سے ۱۸۳۴ء تقریباً ایک ہزار سال تک پُریگ کے چند علاقوں میں قایم رہی۔ اس دوران شینا دردی زبان یا شین دردوں کے رسم و رواج کو کوئی فروغ و تقویت نہیں ملی۔

= ٹھاٹھا خانی دور میں پُریگ میں جو علاقے آباد کئے گئے ان میں نسلاً بلتی لوگوں کو ترجیح دی کر یہاں بسائے گئے۔ پُریگ کے ان علاقوں میں بلتی لوگوں کو بسانے کی ٹھاٹھا خان کے لئے سب سے بڑی وجہ غالباً یہی رہی ہوگی، چونکہ ان کا آبائی وطن گلگت پُریگ سے لگ بھگ ۳۵۰ میل دور تھا اور اتنی بڑی مسافت طے کرنا اس زمانے میں آسان بھی نہیں تھا اس لئے پُریگ کے سرحدی علاقوں سے لوگوں کو یہاں بسانے میں ترجیح دی گئی۔ اس طرح شینا زبان اور دردوں کے رسم رواج کی بقا کے لئے ٹھاٹھا خانی دور حکومت بھی کارگر ثابت نہیں رہی۔

---

[1] رضا امجد

جدید پُریگ (کرگل) میں شینا زبان

پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے قدیم پُریگ میں ایک زمانے میں درد شین لوگ آباد تھے اور کئی صدیوں تک آباد رہی اس قوم کی زبان وثقافت پُریگ کے کئی علاقجات سے زوال پزیر ہو گئی۔ جو وجوہات اس اثنا میں عمل پیرا ہوئے ان میں پُریگ پر تبتیوں کے جا بہ جا حملے اور دردوں کے ملحقہ علاقوں پر باضابطہ طور پر تبتیوں کے قبضوں سے یہاں کی زبان وثقافت میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں اور بعد کے ادوار میں پُریگ تبت کے قبضے میں آنے کے ساتھ ساتھ یہاں تبّتی زبان اور ثقافت عوامی سطح پر پروان چڑھنے لگی۔ جبکہ صدیوں بعد اس تبّتی زبان کی پُرگی کے نام سے پہچان ہوئی۔

پُریگ (کرگل) اور علاقہ شم (لیہہ) کی سرحد کے بیچ میں قدیم دور میں آباد داہ، ہنوُ، گرکون، دارچیکس اور چلی چن جیسے علاقوں میں بولی جانے والی شینا دردی زبان قدیم پُریگ کی تاریخ کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ علاقجات لداخ اور پُریگ کی تبّتی حکومتوں کے اندر جا بہ جا شامل ہوتے رہے مگر یہاں کی زبان وثقافت میں بیرونی مداخلت کم رہی۔ ان علاقجات کے علاوہ غالباً ۸ ویں صدی عیسوی میں پُریگ میں آباد علاقجات کرکت (بڑگام) کاکسر، چھانی گنڈ، کھربوُ شمشا اور علاقہ دراس کے بیشتر حصوں میں موجودہ دور میں بھی شینا زبان بولی جاتی ہے۔

☆☆☆

دراس میں شینا زبان

کلسٹر :مشرقی بولی: استوری

صوبہ :کشمیر ضلع: کرگل

آبادی : تقریباً:۳۰ہزار

دراس میں بولی جانے والی شینا دردی کو ماہر لسانیات شینا زبان کے مشرقی کلسٹر میں شامل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر لیٹنر ۔ گیریرسن ۔ جارج بیلی ۔ لاریمر ۔ ناموس اور شمتھ جیسے محققین اور ماہر لسانیات دراسی شینا کو استوری شینا کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔

دراس میں شینا زبان کی آمد آج سے لگ بھگ ۱۲۰۰ سال پہلے ہوئی ہے جو چند جزوی تبدیلیوں کے باوجود استوری شینا کے بالکل قریب تر ہے۔ خطہ لداخ میں دراس واحد علاقہ ہے جہاں ۷۵ فیصد دیہاتوں میں شینا زبان بولی جاتی ہے۔ دراس کے تقریباً ۳۵ گاوں میں شینا زبان بولی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں کرکت یعنی موجودہ بڑگام شین دردوں کا پہلا آباد کردہ موضع ہے۔ دراس کے ان علاقوں میں آباد شین دردوں میں سے بیشتر کا تعلق دو خاندانوں سے ہے۔

سوُری پوئی لے

اور مون چوٹے۔

سوُری پوئی لے:

قدیم زمانے میں چلاس (گلگت) کا ایک جسٹیرو (شینا لفظ بمعنی رئیس ، راجہ) مسمی شاہ ٹھاٹھا خان (غالباً سَاچِہ چِہ خان) کی ایک بیٹی موسومہ ‘سیل بُویُوری’ کو دو جڑواں بیٹے پیدا ہوئے۔ جن کے نام ہولو اور ڈرامون رکھے گئے۔ جوان ہوتے

ہی دونوں بھائیوں میں ایک دوسرے کے تئیں رقابت اور نفرت پیدا ہوئی جس وجہ سے خانگی فسادات شروع ہونے لگے۔ ان خانگی فسادات سے تنگ آ کر ہولو اپنے ظالم بھائی ڈرامون سے الگ ہو کر استور میں آباد ہوا۔

ہولو کی چوتھی پشت سے کینہ سین پیدا ہوا۔ کینہ سین کو دو بیٹے ہوئے زولوئی اور شری تنگ۔ زولوئی کو لڑکا ہوا تو نام بابوئی رکھا گیا۔ بابوئی کو 'پوئیلو' پیدا ہوا جبکہ پوئیلو کو سات بیٹے پیدا ہوئے:

چولوک ۔ لاچھو۔ سوکو۔ کھوریہ۔ چٹو۔ پٹو۔ اور سنگیون۔

یہ ساتوں بھائی بھی خاندانی فسادات کی وجہ سے استور سے فرار ہو کر دیوسائی پہاڑوں کو عبور کر کے کرکت (یعنی موجودہ بڑگام) میں پہونچ گئے اور یہاں آباد ہوئے۔ کرکت کے چندلوک گیتوں میں کرکت کو ''پوئیلی ژھگو'' یعنی پوئیلو کا باغ سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔

رضا امجد اپنی کتاب '' جموو کشمیر میں آباد شین دردوں کی مختصر تاریخ'' میں رقم طراز ہیں:

> ''یوں کھرمنگ بلتستان اور لداخ کی اس کوہستانی سرزمین میں شینا زبان اور دردوں کی تہذیب وتمدن کا ایک نیا باب کھلا۔ جو کہ آج تک پاندراس تاچھانی گنڈ جزوی تبدیلیوں کے ساتھ رواں دواں ہے۔ کرکت بڑگام کا نام پوئیلی ژھگو ہونے کا ثبوت یہاں کے ایک روایتی گیت کے اس شعر سے بھی ملتا ہے:

جی وو بابو! مالئ ژِل تھونی جودی تھلاس نے بابو
جی وو بابو! پوئیلی ژھگے جودی تھلاس نے وو بابو

(الوداع اے میرے بابا مجھے پوجن ستون سے دور کیا جا رہا ہے

الوداع اے میرے بابا مجھے پوئیلو کے باغ سے جدا کیا جا رہا ہے''۔

ساتویں یا آٹھویں صدی عیسویں میں یہ ساتوں بھائی کرکت میں مذروعہ زمین کو آبادی کے لائق بنا کر یہاں آباد ہوئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی میں بھی اضافہ ہوا۔ اس لئے یہ ساتوں بھائی کرکت کے پڑوسی علاقوں میں آبادی کی تلاش میں نکلے۔ چولوک چونکہ عمر میں باقی چھ بھائیوں سے بڑے تھے اس لئے کرکت میں ہی مستقل طور پر آباد ہو گیا۔ چولوک کی اولاد موجودہ دور میں کرکت میں کثیر تعداد میں آباد ہے۔

لاچھو کرکت (بڑگام) کے بالمقابل موجودہ چھانی گنڈ (چلی سکمبو) میں آباد ہوا۔

سکو مع اپنی اہل و عیال کے موجودہ کاکسر میں آباد ہوئے۔ کھوریہ نے موجودہ گلتری میں جا کر آبادی شروع کی۔ چٹو اور پٹو میں سے ایک موجودہ کھربو شمشاء میں آباد ہو گئے۔ سنگیوُن جو کہ عمر میں ان سات بھائیوں سے چھوٹے تھے موجودہ بریسل (کھرمنگ) میں جا کر آباد ہوا۔

انہی سات بھائیوں کی اولاد نے بعد کے زمانے میں کھرمنگ، گلتری اور دراس کے چند دیہاتوں میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔

موجودہ دور میں سوری پوئیلے خاندان سے تعلق رکھنے والے شین دردوں کی آبادی خاصی ہے۔ ان شین دردوں نے اپنے آبائی وطن استور گلگت سے میلوں دور ہونے کے باوجود بھی اپنی مادری زبان شینا محفوظ رکھا ہے۔ ان سات بھائیوں میں سے دو بھائیوں کی اولاد کھرمنگ بلتستان میں بریسل، میموش، شریال، ترکتی اور گلتری میں باباچن، فلتوکس، تھانوٹ، کونیر بنیال جیسے متعدد علاقوں میں ہزاروں کی تعداد میں آباد ہیں۔

مون چوٹے

ٹھاٹھا خان (حِہ حِہ خان) جسٹیر و (رئیس) چلاس کی اکلوتی بیٹی۔

سیل بمعنی پاک بیوری قدیم شینا نام) کو دو بیٹے ہولو اور ڈرا مون پیدا ہوئے۔،

میں ان دو بھائیوں کے بیچ فسادات برپا ہوئے اس وجہ سے ہولو چلاس کو خیر باد کہہ استور میں آباد ہوا۔ ہولو کی چوتھی پشت سے کینہ سین پیدا ہوا۔ کینہ سین کے دو بیٹوں میں سے ایک شری تنگ استور سے چلاس واپس چلا آیا تھا۔ شری تنگ کی تیسری پُشت سے مون چوٹو پیدا ہوا۔

روایت ہے کہ کسی مذہبی پیشوا سے اس کی لڑائی ہوئی جس کے عوض مون چوٹو اپنے چھوٹے بھائی اور ایک شخص کے ہمراہ چلاس سے ہجرت کر کے گوشن دراس کے قریب ’دونلونگس‘ نامی جگہ کو زراعت کے لائق بنا کر آباد ہوا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے شخص ڈوم پا نے گوشن کے دامن میں ’گوڈُومیل‘ کو آباد کیا۔ یہ گاؤں موجودہ دور میں رنبیر پورہ کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں شری مون چوٹو کی اولاد میں سے کھوم چو۔ کھوم لیو اور کھوم سنگ نے ٹیا کسبوُ۔ کوروٹیال۔ سکوٹیال اور یُلبوُ میں آبادی کا آغاز کیا۔

چھانی گنڈ تا وادی مشکوُ دراس کے ان علاقوں میں جہاں ایک طرف سوری پوئیلو اور مون چوٹو کی اولاد آباد ہے۔ وہی دراس کے علاقوں میں کئی خاندان ایسے ہیں جن کا تعلق پوئیلے اور مونچوٹے خاندان سے نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے کئی خاندانوں کے آباواجداد براہ راست استور۔ چلاس اور گلگت سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں[1]

لگ بھگ ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی میں چلاس۔ استور، گلگت (دردستان) کے

---

[1] رضا امجد (جموو کشمیر میں آباد شین دردوں کی مختصر تاریخ)

مختلف مقامات سے نقل مکانی کر کے آئے ہوئے ان شین دردوں نے دراس کے کئی علاقوں میں آبادی کا آغاز کیا۔ موجودہ دور میں دراس کے لگ بھگ ۳۵ ملحقہ علاقوں میں شین درد لوگ آباد ہیں۔ یہاں شینا زبان صدیوں سے بولی جارہی ہے۔ موجودہ دور میں لداخ میں شینا زبان کی ترجمانی دراس کے ان علاقوں میں آباد شین درد ہی کر رہے ہیں۔ جہاں ایک طرف جدید شینا اردو فارسی طرز شاعری کو یہاں کے شعراء و ادباء فروغ وتقویت پہنچا رہے ہیں بلکہ لوک ادب میں قدیم لوک گیتوں اور داستانوں کی کثیر تعداد بھی ان شین دردوں نے آج کے اس گلوبل دور میں بھی محفوظ رکھا ہے۔ دراس کے چند علاقوں میں پرُگی اور بلتی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں اس وجہ سے دراسی شینا میں ان تبتی زبانوں کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔

☆☆☆

گریز و تلیل میں شینا زبان

کلسٹر: مشرقی بولی: استوری

صوبہ کشمیر ضلع: بانڈی پورہ

آبادی: لگ بھگ ۹۰ ہزار

سطح سمندر سے ۱۲۰۰۰ فٹ بلند رازدان پاس عبور کرنے کے بعد وادی گریز کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ گریز ضلع بانڈی پورہ (کشمیر) کا ایک سرحدی علاقہ ہے جہاں زیادہ تر آبادی شین درد قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ علاقہ گریز شین درد لوگوں کے درمیان "گوہرائی" کے نام سے مشہور ہے۔

وادی گریز جغرافیائی اعتبار سے تین بڑے علاقوں پر مشتمل ہے: [1]

۱ بھگتور

۲ گریز

۳ تلیل

یہ تینوں علاقے لگ بھگ پچاس دیہاتوں پر مشتمل ہے۔ جموں و کشمیر (بھارت) میں گریز و تلیل ایسے علاقے ہیں جہاں شینا دردی زبان قدیم دور سے رائج ہے۔ وادی گریز یعنی گوہرائی کسی زمانے میں سیاحوں اور مسافروں کے لئے آماجگاہ کی صورت اختیار کئے ہوئے تھی۔ چونکہ کشمیر، دردستان بالخصوص استور اور چلاس، سکردو لداخ و تبت کے لئے راستہ گریز سے ہو کر گزرتا تھا۔ وادیِ گریز کے دونوں اطراف سر بہ فلک پہاڑ ہیں۔ اس وادی کے بیچوں بیچ دریائے کشن گنگا بہتا ہے۔

---

[1] محمد رمضان اچھورہ (وادی گریز)

گریز میں شین دردوں کی آبادی کے متعلق رضا امجد یوں رقم طراز ہیں:

> ''قرائن بتاتے ہیں کہ جس زمانے میں اقوام درد کے مختلف گروہوں کا بغرض نئی نئی زمینوں کی تلاش میں تبت خورد اور تبت کلاں کی طرف جوق در جوق ورود ہو رہا تھا غالباً اس قوم کے چند ایک طائفے وادی کشن گنگا کے بالائی علاقے تلیل گوہرائی یعنی گریز میں وارد ہوئے''۔

گریز کے چند علاقوں میں آباد لوگ شینا کے علاوہ کشمیری زبان بھی اس صفائی سے بول لیتے ہیں گویا دو زبانوں کے مالک ہیں۔ وادی گریز سے نیچے صوبہ کشمیر کا شمالی حصہ ہے اور تراگبل کو پار کر کے بانڈی پورہ کا علاقہ آتا ہے جہاں کشمیری زبان بولی جاتی ہے۔ اسی لئے گریزی شینا میں کشمیری زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ وادی تلیل میں بھی شینا زبان بولی جاتی ہے۔ اس وادی کے ایک طرف چلاس اور استور کا علاقہ آتا ہے اور دوسری طرف کنگن، سونہ مرگ کا علاقہ آتا ہے جو ضلع گاندربل کا حصہ ہے۔ کنگن کے علاقے میں پہاڑی۔ پنجابی اور کشمیری زبانیں بولی جاتی ہیں اس لئے وادی تلیل کے شین درد لوگ شینا کے علاوہ یہ زبانیں بھی سمجھ لیتے ہیں۔ [1]

---

[1] عبدالجبار چکٹ (گلستان شینا)

داچھی گام و شیخ پورہ میں شینا زبان

کلسٹر: مشرقی رکوہستانی بولی: گلگتی۔ کوہستانی

صوبہ: کشمیر ضلع: اننت ناگ

دردستان گلگت کے مختلف علاقجات سے جموں و کشمیر اور لداخ کے مختلف علاقوں میں شین درد لوگ ہجرت اور ترک وطن کر کے مرحلہ وار زمانہ سلف میں آباد ہوتے رہے۔ لداخ کے علاقجات بالخصوص پُریگ کرگل اور علاقہ شم کھلسی وداہ ہنوٗ وغیرہ میں قبل مسیح سے ہی درد طائفوں کا ورود ہوا جبکہ ۱۹ ایں صدی تک یہ مرحلہ لگاتار جاری رہا۔ اور درد قبیلہ سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ لداخ بلتستان کے علاوہ کشمیر اور جموں کے سرحدی علاقوں میں آباد ہونے لگے۔

ضلع اننت ناگ میں مشہور سیاحتی مقام پہلگام میں واقع دو دیہات داچھی گام (سلر) اور شیخ پورہ میں بھی گلگت دردستان کے علاقوں سے نقل مکانی کر کے لگ بھگ ۵۰ کنبوں پر مشتمل شین درد لوگ آباد ہوئے ہیں۔ جو آج بھی شینا زبان بولتے ہیں۔ ان شین دردوں کی تاریخ کے بارے میں رضا امجد رقمطراز ہیں:

> ''یہاں آباد دردوں کے آباواجداد کی ہجرت گلگت سے کب اور کن حالات میں واقع ہوئی اس بارے میں کوئی تاریخی شواہد نہیں ملتے تاہم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے آرہی روایات اور مقامی بزرگوں کے بیان کے مطابق ان کے آباواجداد قبائلی رسہ کشی یا نئی زمینوں کی کھوج میں ترک وطن کر کے کشمیر کی اس حسین وادی میں آباد

ہوئے۔ داچھی گام میں آباد شین دردوں کے اسلاف تھول نامی ایک گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو ہنزہ نگر کے علاقے میں واقع ہے۔"

چند تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ داچھی گام میں آباد یہ شین درد ہنزہ سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں۔ اور شیخ پورہ میں آباد درد شین جالکوٹ اور داسوُ سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں۔ یہاں کی شینا میں کوہستانی اور استوری شینا کے الفاظ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ [1]

رضا امجد کی ایک نئی کھوج کے مطابق ضلع بارہ مولہ میں تحصیل اُوڑی کے ایک گاؤں کال کئی اور تحصیل شنگس رکھ براہ ضلع انت ناگ کے مقام پر چند شین درد گھرانے آباد ہیں۔ یہ لوگ استور سے نقل مکانی کر کے ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں۔ ان دردوں کی آبادی لگ بھگ ستر کنبوں سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ ان کے درمیان چونکہ شینا دردی رسم و رواج اور لوک ادب کی کوئی نشانی باقی نہیں رہی ہے تاہم ان کی مادری زبان شینا انہوں نے تا حال زندہ رکھی ہے جو آج بھی ان کے گھروں میں بولی جاتی ہے۔

☆☆☆

---

[1] رضا امجد (شین دردوں کی تاریخ)

مچھل اور ہندواڑہ میں شینا زبان

کلسٹر: مشرقی بولی: کوہستانی

صوبہ: کشمیر ضلع: کپواڑہ

صوبہ کشمیر کے سرحدی ضلع کپواڑہ میں مچھل کے مقام پر لگ بھگ ۳۵۰ کنبوں پر مشتمل درد شین آبادی ہے۔ اس گاوں میں آٹھ گھرانے افغانی بھی آباد ہیں جو اپنی زبان پشتو ترک کر کے شین دردوں کے ساتھ گُل مل گئے ہیں۔ اور شینا زبان استعمال کرتے ہیں۔ مچھل میں آباد ان دردوں کے آباواجداد کب اور کس دور میں یہاں آباد ہوئے ہیں یہ تاریخ معین کرنا مشکل ہے۔ تاہم یہاں کے مقامی بزرگوں کے مطابق ان کے آباو اجداد چلاس سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں۔ ان میں رائج کوہستانی شینا اس بات کو تقویت بخشتی ہے کہ غالباً یہ لوگ چلاس سے ہی ہجرت کر کے آئے ہیں۔ آج بھی ان دردوں نے چند شینا راویتی لوک گیت اور داستان (شلوگ) زندہ رکھا ہے۔ جو اکثر مقامی سطح پر استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ۱؎

عبدالجبار چکٹ کے مطابق ضلع کپواڑہ کے ہائی ہامہ بٹ پورہ میں بھی بارہ کنبوں پر مشتمل شین درد آباد ہیں۔ جو موجودہ دور میں بھی شینا زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سوپور ضلع بارہ مولہ میں بھی شین دردوں کے ۷۰ گھرانے آباد ہیں۔ یہاں رائج زبان کے لفظوں کی تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں بھی خالص شنا زبان بولی جاتی ہے۔ سرینگر کے علاقجات کرال پورہ، چھانپورہ، صفا کدل، حبہ کدل، بھوری کدل، بیمنا، شلٹینگ ملورہ کے علاقوں میں بھی شینا زبان بولنے والوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

۱؎ رضا امجد (شین دردوں کی مختصر تاریخ)

کنفر چندر کوٹ رام بن (جموں) میں شینا زبان

کلسٹر: شمالی بولی: گلگتی

ضلع: رامبن صوبہ: جموں

آبادی: لگ بھگ ۱۰۰۰

گزشتہ ابواب میں ذکر ہو چکا ہے بلتستان لداخ اور کشمیر کے مختلف علاقوں میں ماضی میں درد شین لوگ گلگت دردستان استور بنجی اور چلاس سے ہجرت کر کے آباد ہوئے تھے۔ ۱۹ ویں صدی میں کشمیر کے چند علاقوں کے ساتھ ساتھ جموں صوبہ کے ضلع رام بن میں واقع قصبہ چندر کوٹ میں بھی لگ بھگ ایک ہزار نفوس پر مشتمل شین درد آباد ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اسلاف کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں جنرل زور آور سنگھ نے گلگت پر اپنی فتوحات کے دوران علاقہ ہراموش (گلگت) اور ہنزہ سے اسیرانِ سلطانی کے تحت لاکر اس علاقے میں بسایا تھا۔

چندر کوٹ میں آباد شین دردوں کی زبان گلگتی شینا ہے۔ ڈوگری، پنجابی اور رامبنی زبانوں کے لفظوں کی آمیزش بھی کم و بیش ان کی زبان میں نمایاں نظر آتی ہے۔ اپنے آبائی وطن گلگت سے سینکڑوں میل دور ہونے کے باوجود بھی اپنی مادری زبان شینا یہاں کے ہر گھر میں بولی جاتی ہے۔

قدیم شینا دردی لوک ادب اور رسم و رواج یہاں متروک ہیں۔ چند ایک گھروں میں قدیم شینا گائے یعنی گیت چند ضعیف عورتیں آج بھی گایا کرتی ہیں۔ نوجوان حلقہ اپنی مادری زبان سے محبت رکھتا ہے۔ شینا زبان کی فروغ اور ترویج کے لئے مختلف تنظیمیں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔

☆☆☆

گرکون چُولی چن میں شینا دردی

چُلی چن گرکونی زبان

کلسٹر: مشرقی بولی: چلی چنی گرکونی

ضلع: کرگل صوبہ: کشمیر

دریائے سندھ کے کنارے آباد لوگ جن کو موجودہ دور میں قدیم ہند آریائی نسل کی خالص نشانی قرار دیا جاتا ہے جدید تحقیق کے مطابق یہ لوگ بھی گلگت اور چلاس دردستان کے مختلف علاقوں سے ہجرت کر کے ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ بھی درد قبیلہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

مگر یہاں مقیم لوگوں کے درمیان لفظ درد یا شینا بالکل اجنبی لگتا ہے۔ اگر کوئی بیرونی شخص ان سے یہ سوال کرے کہ آپ کس نسل اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں تو اکثر لوگ یہی کہینگے ہم آرین ہیں۔ جبکہ لداخ میں سرکاری وغیر سرکاری تنظیموں سے تعلق رکھنے والے باشعور حضرات بھی ان لوگوں کی پہچان ''آرین'' سے ہی کرتے ہیں۔ جبکہ آرین یا آریہ نسل اور آریائی زبانوں سے تعلق رکھنے والی آبادی آج آدھی دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ وسطی بھارت۔ شمالی بھارت۔ بنگلہ دیش اور شمالی پاکستان۔ پاکستانی صوبہ سندھ جیسے وسیع وعریض علاقوں میں آج بھی کروڑوں لوگ آریائی زبانیں ہی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کر رہے ہیں۔ برصغیر ہندو پاک کی دو مشہور زبانیں ہندی اور اُردو بھی آریائی زبانوں سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بٹالک سیکٹر میں آباد فقط یہ لوگ ہی لداخ میں آریہ نسل سے تعلق

رکھتے ہیں۔؟ کیا ان کے علاوہ لداخ میں آریائی زبانوں کے زمرے میں کوئی زبان شامل نہیں۔؟ کیا ان لوگوں کی زبان آج بھی قدیم دور کی آریائی زبان (جو ۱۵۰۰ سے ۵۰۰ ق م۔ میں وجود میں آئی تھی) سے مشابہت رکھتی ہے۔ جس سے یہ زبان خالص آریائی زبان کہنے کا حق رکھتی ہوں۔؟

نسلی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ لوگ بے شک خالص آریائی نسل کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ زمانہ حال تک دریائے سندھ کے قریب آباد ان لوگوں میں inter cast یعنی اپنی ذات سے باہر شادی کرنے کا رواج بالکل متروک ہے۔ (جبکہ یہاں آباد مسلم لوگ inter cast شادیاں کر لیتے ہیں) اس کا سب سے اہم فائیدہ یہ رہا کہ ان کی نسل میں بیرونی زاتوں اور نسلوں کا امتزاج اور اثر بالکل کم رہا۔ اس وجہ سے ان کی نسل خالص رہی ہے۔

لسانی اعتبار سے دیکھا جائے تو ان کی زبان میں ہند آریائی شینا دردی اور تبّتی بلتی و لداخی لفظوں کے ساتھ ساتھ ہند ایرانی لفظوں کی ملاوٹ بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ شینا دردی یا قدیم ہند آریائی الفاظ یہ نشاندھی کرتے ہیں کہ ان کی قدیم زبان آریائی زبان کے قدرِ نزدیک رہی ہوگی۔ اس میں دو رائے بھی نہیں کہ یہ لوگ خالص آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں مگر کس زمانے میں یا کس دور میں یہ لوگ یہاں آباد ہوئے ہیں اس سوال کا کوئی تاریخی ثبوت یا جواب وغیرہ نہیں ملتا۔ جتنے محققین اور مورّخین نے ان لوگوں پر کھوج اور تحقیق عمل میں لائی ہیں ان لوگوں کو آریائی نسل کے درد قبیلہ سے منسوب کیا ہے۔

فیڈرک ڈریو اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"The following places, hamlets and villages are Inhabitted by Bhuddist Dards .Gugurdu

Sanache,Hanu,Garkon,Chulichan.That they did come from Gilgit.I think they belong to an early migration,probably a small number reached their present seat and settled there".

”حسب ذیل جگہیں ، محلے اور دیہات بھود دردوں کے آباد کردہ ہیں۔ گرگردو، سناچے، بلدیس، ہنوُ، گرکون ، چلی چن۔ یہ لوگ غالباً گلگت سے آئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ابتدائی طائفوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو بہت کم تعداد میں یہاں پہونچے اور آباد ہوئے“۔

فیڈرک ڈریو کے علاوہ ڈاکٹر۔ جی۔ ڈبل یُو۔ لیٹنر۔ حشمت اللہ لکھنوی۔ کاچو سکندر خان۔ پرویز دیوان اور رضا امجد جیسے مورخین و محققین نے ان لوگوں کو دردشین قبیلہ سے ہی منسوب کیا ہے۔ یہاں آباد لوگوں کے ان علاقوں میں ورود سے متعلق حشمت اللہ خان رقم طراز ہیں:

”دانی نامی ایک شخص مع اپنے بیٹے گیا سنگھ کے گلگت دردستان سے ہجرت کر کے داہ بروق پہنچا اس نے اس جگہ آبادی شروع کی رفتہ رفتہ اس کی اولاد چلی چن۔ سلمو اور لالونگ میں آباد ہوئی۔ بعد میں اس کی اولاد داہ۔ گرکون۔ درچکس وغیرہ دیہاتوں میں آباد ہوئیں“۔

رضا امجد ان کے رسم ورواج اور رہن سہن کو شین دردوں کے رہن سہن کے بالکل نزدیک سمجھتے ہیں۔ وہ یہاں کے چند رسومات کا حوالہ دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

”داہ۔ گرکون۔ درچک اور ہورداس کے دردوں کا تعلق شین درد ذات سے ہے۔ ماضی میں بلکہ آج بھی ان میں چند ایسے رسومات

رائج ہیں جو بقول فیڈرک ڈریو دشکن استور کے چند شین دردوں میں رائج تھیں۔ ڈریو کے مطابق دشکن میں آباد درد لوگ گوشت۔ مچھلی۔ انڈے وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔ گرکون۔ درچکس وغیرہ میں بھی چند عمر رسیدہ درد آج بھی ذکر بالا چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں"

ان حوالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دریائے سندھ کے متصل علاقوں میں آباد لوگ آریہ نسل کے درد شین قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ ان کے اسلاف قدیم دور میں گلگت دردستان کے مختلف علاقوں سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں۔

ان علاقوں میں رائج زبان بھی دردی زبانوں کے ہی زمرے میں شامل ہے۔ مگر گلگت۔ چلاس۔ دراس۔ کھرمنگ۔ اور کرکت جیسے علاقوں میں رائج شینا زبان اور یہاں بولی جانے والی زبان میں کافی لسانی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے یہاں کی زبان میں شینا الفاظ کم اور بلتی اور لداخی (تبتّی) الفاظ زیادہ نظر آتے ہیں۔ اگلے صفحات میں یہاں رائج شینا اور باقی شینا بولیوں کا آپسی موازنہ بھی کیا جائے گا۔

کاچو سکندر یہاں رائج زبان میں بیرونی لفظوں کا تزکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ان دردوں کی زبان میں فارسی انگریزی و ہند آریائی (سنسکرت) زبانوں کی آمیزش تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اس زبان میں تبّتی زبانیں یعنی بلتی اور لداخی زبانوں کا اس قدر دخل پا جانا کہ اس میں جو بھی گیت ترتیب دئے گئے ہیں وہ تقریباً بلتی یا لداخی گیت لگتے ہیں۔ بہر حال ناقابل فہم ہے۔"

چلی چن گرکونی شینا دردی زبان

زمانۂ حال تک جن تاریخ دانوں اور محققوں نے لداخ میں آباد بودھ دردوں کے بارے میں جو بھی کھوج عمل میں لائی ہیں ان میں زیادہ تر ان دردوں کے رسومات اور ملبوسات پر زیادہ ترجیح دی گئی ہے۔ ان دردوں کو آریائی نسل سے تعلق رکھنے والی قدیم قوم کہہ کر ان کے رہن سہن کے بارے میں تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔ لیکن کسی بھی قوم کی سب سے بڑی شناخت اس کی زبان ہوتی ہے۔ دریائے سندھ کے آس پاس آباد ان دردوں کی زبان پر آج تک کسی نے بھی تفصیلی کھوج نہیں کی ہے۔

مورخین ان دردوں کو ایک طرف بروقپا یا ڈوکپا لفظ سے موسوم کرتے ہیں تو ان کی زبان کو بروقسکت یا ڈوقسکت جیسے جدید بیرونی زبانوں کے لفظوں سے متعرف کرتے ہیں۔ چونکہ لفظ بروقپا تبتی زبانوں کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں پہاڑ یا بالائی جگہ میں رہنے والے۔ جبکہ موجودہ دور میں سرکاری وغیر سرکاری تنظیموں وادبی حلقوں میں بھی ان کی زبان کو یہی نام دیا جاتا ہے۔ غور طلب ہے کہ وادی سندھ میں آباد یہ درد بھی اپنے آپ کو بروقپا مانتے ہوئے لفظ بروقپا سے اپنے آپ کو جوڑتے ہیں۔ اور یہ اپنی زبان کو ’بروقسکت‘ نام سے تعرف کرتے ہیں۔

چونکہ راقم کو ان علاقوں میں جا کر ان لوگوں سے ملنے کے مواقع بھی کئی بار فراہم ہو چکے ہیں۔ راقم نے ان لوگوں سے مل کر نوجوان اور بزرگ حلقوں سے ملاقات اور مفصلاً بحث ومباحثہ عمل میں لائے ہیں۔ یہ بات تحریر کرنا میرا ذہن نہیں مانتا کہ شین درد قوم سے تعلق رکھنے کے باوجود بھی ہم آپس میں اپنی مادری زبان میں گفتگوں نہیں کر پائے۔ علاقہ گرکون کے چند عمر رسیدہ لوگوں سے جب میں نے

خالص شینا میں چند سوالات پوچھے تو وہ میری باتوں میں سے صرف ۵۰ فیصد ہی سمجھ پائے۔

یہاں کے نوجوان حلقوں میں مقامی زبان آج بھی رائج ہے مگر علاقہ بٹالک گرکون سے باہر جب یہ لوگ کسی اور شین درد سے ملاقی ہوتے ہیں تو شینا دردی کے بجائے تبتی زبانوں میں یا اردو میں بات کرتے ہیں۔ مقامی سطح پر جب ان علاقوں میں شادی بیاہ یا کوئی تقریب ہوتی ہے تو اس دوران زیادہ تر موقعوں میں لداخی ، ہندی اور انگریزی گیتوں پر مشتمل رقص و موسیقی استعمال کی جاتی ہے۔ جب بڑے سطح کے میلے اور تقاریب ہوتی ہیں اس دوران چند ایک قدیم روایتی گیتوں پر رقص بھی ہوتا ہے۔ لیکن نوجوان نسل ان گیتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ دور جدید میں کوئی ادیب یا شاعر مقامی سطح پر پیدا نہیں ہوا ہے جو نوجواں نسل کو اپنی مقامی زبان کی ادبی شناخت کو منظر عام پر لا سکے۔

چلی چنی رگرکونی شینا دردی بھارت کے زیر انتظام کشمیر (لداخ) کے مندرجہ ذیل علاقوں میں بولی جاتی ہے:۔

داہ ہنو۔ گرکون۔ دار چکس۔ ہورداس۔ سناچے۔ چلی چن اور شرچے۔ لداخ کے ان علاقوں کے علاوہ گلگت بلتستان میں L.O.C کے نزدیکی دیہاتوں وچیرا۔ بلدیس۔ دنچھر تھنگ۔ گانی شا اور گانوخ وغیرہ میں یہ بولی بولی جاتی ہے۔

راقم نے اس دوران چولی چن (مسلم اکثریتی علاقہ) اور گرکون (بودھ اکثریتی علاقہ) کے لوگوں سے روبرو ہوکر اس قدیم آریائی زبان پر ادنی سی کھوج عمل میں لانے کی کوشش کی ہے۔ اور ساتھ ہی دراس اور گریز میں بولی جانے والی (استوری) شینا دردی بولی سے بھی اس بولی کا مئوازنہ بھی کیا ہے۔ اس مئوازنہ سے یہ نتیجہ بھی نکل جائیگا کہ گرکونی چلی چنی دردی باقی شینا بولیوں سے قدر قریب ہے یا دور۔

یہاں صرف چند ایک قدیم لفظوں کو شامل نہیں کیے گئے ہیں جو قدیم دور سے گرکونی اور شینا دردی کی مختلف بولیوں سے مشابہت رکھتے ہیں بلکہ ان بیرونی لفظوں کی شناخت بھی کر لی گئی ہے جو غیر آریائی زبانوں سے اس بولی میں ضم ہو چکے ہیں۔

آیئے چند جملوں کو موازنہ کر کے دیکھ لیں۔ ان جملوں سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ چلی چنی گرکونی، شینا دردی کی بولیوں سے کتنی قریب ہے۔

اردو	استوری (دراسی)	گرکونی رچلی چنی
آپ کا نام کیا ہے؟	تھونوم جوک بل رتھونوم جوک رزاں؟	تیؤ نؤریہ رزی سنے؟
آپ کہاں سے آئے ہیں؟	توُ کونو آلوّں؟	تؤ کینو اوُدو؟
آپ کا گھر کہاں ہے؟	تھو گوسَ کونے ہوّ؟	تیؤ گوٹ کیئن ہنگ؟
میرا گھر گرکون میں ہے۔	میؤ گوسَ گرکونر ہو	میؤ گوٹ گرکونر ہنگ
آپ کی زبان کا نام کیا ہے؟	تھی باشی نوم جوک بل؟	تیؤ سپر ارے نوم یہ رزی سنے؟
گھوڑا دوڑتا ہے	اشپ سے در بک تھیو	افشا سے بنگ دیالے
گائے گھاس کھاتی ہے	گاوَ سے کسَ کھانی	گولی سے گھسَ کھوالے
وہ لڑکی میری بہن ہے	آمُلائی مَیَ سس بل	الفامُلائی مَیَ ساس بھید
دیکھو برف پڑ گئی	چکے ہن وتو	الوارَ ویلے
آسمان نیلا ہے	اَنائَ نیلوَ ہوّ	دولو نیلولا
انگور کھٹے ہیں	رسَ چُرکو ہنو	رسَ چکرولا

سیب میٹھے ہیں	پلے مورے ہنے	پلے مورے لن
پانی گرم ہے	وئی تتو ہنو	وئی تتولا
مجھ سے بات کرو	مَوسی مورَ تھے	موسی سپیرا تھے
میری ٹوپی یہاں رکھ دو	مئی کھوئی آنِ چھورے	میو کھوہُو نجے چھورے
میں کل جاؤنگا	مولو سئے بجیموس	موروتیا بیوس
میرا ایک کام کرو	میوایک کرومیک تھے	میوایک کرومیک کرومی
میں روٹی کھا رہا ہوں	مَسو ٹِکی کھیو ہاوس	مَسو منیلی کھوُ ہاوس
آپ کے بچّے کتنے ہیں؟	توُرے بال ملائی کچاک ہنے؟	تُورے سِنا کتوک ہنے؟
مجھے دو لڑکے دو لڑکیاں ہیں	مورے بال دُو مُلائے دو ہنئے۔	مورے بوئے دُو مُلائی دو ہنئے۔

آیئے اب مندرجہ بالا جملوں کو تفصیل سے جاننے کی کوشش کریں:

جملہ نمبر ا۔ آپ کا نام کیا ہے

تھونوم جوک ہوّ؟ تھونوم جوک بل؟------استوری

تیونُور یہ رزی یہ رزی سنے؟---------چلی چنی گرکونی

تھو---تیو---آپ کا

نُوم---نُور---نام

جوک---یہ---کیا

ہوّ/بل--رزی سنے---ہے

تھو بگڑکر تیو بن چکا ہے، نوم سے نُور، جوک سے یہ۔

رزی: تمام شینا بولیوں میں لفظ ''رزی'' کا مطلب ہوتا ہے بولنا۔ رس یعنی بولو۔ جملے بالکل مختلف نظر آ رہے ہیں۔

جملہ نمبر۲۔ آپ کہاسے آئے ہیں؟

تُو کونو آلوَس؟۔۔۔۔۔ استوری

تُو کینو اُودوّ؟۔۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

تُو۔۔تو۔۔۔آپ

کونو۔۔۔کینو۔۔کہاں سے

آلوَ۔۔۔اُودو۔۔۔۔آئے ہیں

سوائے 'اُودوُ' کے یہ جملے ایک دوسرے سے بالکل قریب نظر آ رہے ہیں۔

جملہ نمبر۳۔ آپ کا گھر کہاں ہے؟

تھو گوسَ کونے ہو؟۔۔۔۔۔ استوری

تیو گوٹ کیئین ہو؟۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

تھو۔۔۔تیو۔۔۔آپکا

گوسَ۔۔گوٹ۔۔گھر

کونے۔۔کیئین۔۔۔کہاں

ہو۔۔۔ہو۔۔۔۔۔ہے

یہ جملہ بھی ایک دوسرے سے بالکل قریب نظر آ رہے ہیں۔ گلگتی اور کوہستانی میں لفظ ''گوٹ'' گھر کے لئے کہا جاتا ہے۔ استوری میں گوٹ کے بجائے گوسَ استعمال ہوتا ہے۔ یہاں چلی چنی گوٹ گلگتی کے بالکل نزدیک نظر آ رہا ہے۔

جملہ نمبر۴۔ میرا گھر 'گرکون' میں ہے۔

میو گوسَ گرکونر ہوَ۔۔۔۔ استوری

میو گوٹ گرکونز ہوّ۔۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

میو۔۔ میو۔۔ میرا

گوسؔ۔۔ گوٹ۔۔ گھر

گرکونز ہو۔۔ گرکونز ہوّ۔۔۔ گرکون میں ہے۔

دونوں جملے ایک دوسرے سے بالکل قریب تر نظر آرہے ہیں۔

جملہ نمبر۵۔ آپ کی زبان کا نام کیا ہے؟

تھئ باشو نوم جوک بل۔۔۔۔۔ استوری

تھو سپیرارے نوم یہ رزیسنے۔۔۔۔۔ چلی چنی استوری

تھئ۔۔۔ تھو۔۔۔ آپکی

باش۔۔ اسپیرا۔۔ باش

نوم۔۔۔ نور۔۔ نام

جوک بل۔۔ یہ رزسنے۔۔۔ کیا ہے

تمام دردی شینا بولیوں میں لفظ زبان کو ''باش'' بولا جاتا ہے۔ باش لفظ سنسکرت بھاشا سے قریب نظر آتا ہے۔ چلی چنی گرکونی میں باش کی جگہ تبّتی بلتی لفظ ''اسپیرا'' نے لے لی ہے۔ جملے کے باقی الفاظ دردی زبانوں کے ہی لگتے ہیں۔

جملہ نمبر٦۔ گھوڑا دوڑتا ہے۔

اشپ سے دربک تھیو۔۔۔۔ استوری

افشا سے بنگ دیالے۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

اشپ سے۔۔۔ افشا سے۔۔۔ گھوڑا

دربک تھیو/دیو۔۔۔۔ بنگ دیالے۔۔۔۔ دوڑتا ہے

افشا اور دیالے آپس میں مشابہت نہیں رکھتے ''بنگ'' بلتی لفظ ہے۔

جملہ نمبر ۷۔ گائے گھاس کھاتی ہے۔

گاوَ سے کِچ کھانی ۔۔۔۔ استوری
گولی سے گھسَ کھوالے ۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

گاوَ سے ۔۔۔ گولی سے ۔۔۔ گائے

کِچ ۔۔۔ گھسَ ۔۔۔۔۔ گاس

کھانی ۔۔۔۔ کھوالے ۔۔۔ کھاتی ہے

یہ جملہ بھی صوتی لحاظ سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ صرف کِچ اور کسَ قریب نظر آتے ہیں۔

جملہ نمبر ۸۔ وہ لڑکی میری بہن ہے۔

آمُولائَ میئَ سس بل ۔۔۔۔ استوری
الفامُولائَ میئَ سہ بھید ۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

آ ۔۔۔ الفا ۔۔۔۔ وہ

مُولائَ ۔۔ مولائَ ۔۔ لڑکی

میئَ ۔۔۔ میئَ ۔۔۔ میری

سس ۔۔۔ سہ ۔۔۔۔ بہن

بل ۔۔۔۔ بھید ۔۔۔۔ ہے

آ سے الفا۔ سس سے سہ بل سے بھید جملے میں جزوی تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

جملہ نمبر ۹۔ دیکھو برف پڑ گئی۔

چِکے ہین وتو ۔۔۔۔۔۔ استوری
الوُ ارڈُ یلے ۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی
چِکے ۔۔ الوُ ۔۔۔ دیکھو

ہین ۔۔ ارُو ۔۔ برف

وتو ۔۔۔ یلے ۔۔۔ پڑ گئی

استوری اور باقی شینا بولیوں میں ارَ و بارش کو کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہاں ارُو برف اور بارش دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یلے اور الو بھی شینا استوری سے بالکل مختلف نظر آ رہے ہیں۔

جملہ نمبر ۱۰۔ آسمان نیلا ہے۔

آنائی نیلو ہنو ۔۔۔۔ استوری

دوُلو نٚیلو لا ۔۔۔۔۔۔ چلی چنی گوکونی

آنائی ۔۔ دولو ۔۔ آسمان

نیلو ۔۔ نٚیلو ۔۔ نیلا

ہنو ۔۔ لا ۔۔۔۔ ہے

صرف لفظ نیلو مشابہت رکھتا ہے۔ دولو کسی بھی شینا بولی میں نہیں پایا جاتا ہے۔

جملہ نمبر ۱۱۔ انگور کھٹّے ہیں۔

رسؔ چُرکو ہنو ۔۔۔۔ استوری

رسؔ چکرو لا ۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

رسؔ ۔۔ رسؔ ۔۔ انگور

چُرکو ۔۔ چکرو ۔۔ کھٹا

ہنو ۔۔ لا ۔۔ ہیں

لفظ چُرکو اور چکرو قدیم ہند آریائی زبانوں کی نشاندھی کر رہے ہیں۔ سنسکرت میں چُکرا کھٹے کو کہا جاتا ہے۔ شینا لفظ رسؔ آج بھی چلی چنی گرکونی میں بلا تبدیلی کے قائم ہے۔ لا بالکل مختلف نظر آتا ہے۔

جملہ نمبر ۱۲۔ سیب میٹھے ہیں۔

پلے مورے ہنے۔۔۔ استوری

پلا مورے لن۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

پلے۔۔۔ پلا۔۔۔ سیب

مورے۔۔ مورے۔۔ میٹھے

ہنے۔۔۔ لن۔۔۔۔ ہیں

سوائے ہنے اور لن کے ان جملوں میں باقی سارے الفاظ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

جملہ ۱۳۔ پانی گرم ہے۔

وئی تتو ہنو۔۔۔ استوری

وئی تتو لا۔۔۔ چلی چنی گوکونی

وئی۔۔۔ وئی۔۔ پانی

تتو۔۔۔ تتو۔۔۔ گرم

ہنو۔۔۔ لا۔۔۔۔ ہے

لفظ ''لا'' کے علاوہ باقی سارے الفاظ یکساں ہیں۔

جملہ نمبر ۱۴۔ مجھ سے بات کرو۔

موسی مورٔ یک تھے۔۔۔ استوری

موسی سپیرا تھے ۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

موسی۔۔ موسی۔۔۔ مجھ سے

مورٔ یک۔۔ سپیرا۔۔ بات

تھے۔۔۔ تھے۔۔۔۔ کرو

اس جملے میں ''سپیرا'' بلتی لفظ ہے۔ باقی سارے الفاظ یکساں ہیں۔

جملہ نمبر ۱۵۔ میری ٹوپی یہاں رکھ دو۔

میئی کھوئی آنیئ چھورے۔۔۔ استوری

میو کھو ہونجے چھورے۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

میئی۔۔۔ میو۔۔۔ میری

کھوئی۔۔۔ کھو۔۔۔ ٹوپی

آنیئ۔۔۔ ہونجے۔۔ یہاں

چھورے۔۔ چھورے۔۔ رکھ دو۔

جملہ نمبر ۱۶۔ میں کل جاؤنگا۔

مؤ لوسٹے بوجیموس۔۔۔ استوری

مؤ ریتیئے بیموس ۔۔۔ چلی چنی گرکونی

مو۔۔۔ مو۔۔۔ میں

لوسٹے۔۔ ریتیئے۔۔ کل

بوجیموس۔۔۔ بیموس۔۔ جاؤنگا

لفظ ریتیئے کسی بھی شینا بولی میں نہیں پایا جاتا ہے۔ باقی سارے لفظوں میں جزوی تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

جملہ نمبر ۱۷۔ میرا ایک کام کرو۔

میو ایک کرومیک تھے۔۔۔۔ استوری

میو ایک کرومیک کرومی۔۔۔ چلی چنی گرکونی

میو۔۔ میو۔۔ میرا

ایک۔۔ ایک۔۔ ایک

کرومیک۔۔ کرومیک۔۔ کام

تھے۔۔۔ کرومی۔۔۔ کرو

جملے میں صرف کرومی الگ نظر آرہا ہے۔ شینا میں کرومے یا کرومی بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ جملے بھی ایک دوسرے سے قریب نظر آرہے ہیں۔

جملہ نمبر ۱۸۔ میں روٹی کھا رہا ہوں۔

مسوُ ٹِکی کھیوہا وُسُ۔۔۔ استوری

مس منیلی کھوُ ہاوسُ۔۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

مسوُ۔۔۔ مسُ۔۔۔ میں

ٹِکی۔۔۔ منیلی۔۔۔ روٹی

کھیوُ۔۔ کھوُ۔۔۔ کھا

ہاوسُ۔۔۔ ہاوسُ۔۔۔ رہا ہوں۔

لفظ 'منیلی' الگ نظر آرہا ہے۔ علاقہ دراس میں منیلی گھی کے 'گولے' کو کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس یہاں گرکونی میں روٹی کو منیلی کہتے ہیں۔

جملہ نمبر ۱۹۔ آپ کو بچے کتنے ہیں؟

تُورے بال ملائے کچاک ہنے۔۔۔ استوری

تُورے سِنا کتوک ہنے۔۔۔۔۔۔ چلی چنی گرکونی

تُورے۔۔ تُورے۔۔ آپ کو

بال مُلائے۔۔ سِنا۔۔۔ بچے

کچاک۔۔۔ کتوک۔۔ کتنے

ہنے۔۔۔۔ ہنے۔۔۔ ہیں۔

شینا میں بال مُلائے۔ بال چھال اور شُداری جیسے الفاظ بچوں کے لئے

استعمال ہوتے ہیں۔ مگر چلی چنی گرکونی کا یہ لفظ بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ سینی یا سینو چلی چنی میں چھوٹی یا چھوٹے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کچاک اور کتوک ایک ہی آواز پیدا کر رہے ہیں۔

جملہ نمبر ۲۰۔ مجھے دو لڑکے دو لڑکیاں ہیں

مورے بال دُو مُلائے دو ہنئے ۔۔۔ استوری
مورے بوئی دُو مُلائی دُو ہن ۔۔۔ چلی چنی گرکونی
مورے ۔۔۔ مورے ۔۔۔ مجھے
بال ۔۔۔ بوئے ۔۔۔ لڑکے
دُو ۔۔۔ دُو ۔۔۔۔ دو
مُلائے ۔۔ ملائی ۔۔۔ لڑکیاں
ہنئے ۔۔۔ ہنئے ۔۔۔۔ ہیں

چند شینا بولیوں میں مثلاً گلگتی میں بال واحد ہے بلکہ جمع۔ مگر استوری کی چند بولیاں جیسے دراسی میں بال واحد بھی ہے اور جمع بھی۔ اس جملے میں صرف بال اور بوئے مختلف نظر آ رہے ہیں۔

شینا دردی کی مختلف بولیوں کے لفظوں کا آپسی موازنہ جس میں چلی چنی گرکونی، بولی کے بھی لفظوں کو شامل کئے گئے ہیں۔ گلگت۔ چلاس۔ کوہستان اور استور گلگت بلتستان (پاکستان) میں واقع ہیں جبکہ دراس۔ گریز۔ چندرکوٹ اور چلی چنن گرکون جموں و کشمیر (بھارت) میں واقع ہیں۔ یہاں صرف ان آٹھ علاقوں کے نام شامل کئے گئے ہیں جو ان علاقوں کے گرد و نواح میں آباد قصبوں اور دیہاتوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اردو	گلگتی	چلاسی	استوری	کوہستانی	دراسی	چلی چنی گرکونی
ایک	اِک	اِک	اِک	اِک	اِک	اِک
دو	دُوُ	دُوُ	دُوُ	دُوُ	دُوُ	دُوُ
تین	ڇے	ڇے	ڇے	ڇے	ڇے	ترہ
چار	چار	چار	چار	چار	چار	چور
پانچ	پوٗنسَ	پوٗنسَ	پوٗنسَ	پوٗنسَ	پوٗنسَ	پوٗنسَ
چھ	سَہ	سَہ	سَہ	سَہ	سَہ	سَہ
سات	ست	ست	ست	ست	ست	ست
آٹھ	اَسٹ	اَسٹ	اَسٹ	اَسٹ	اَسٹ	اَسٹ
نو	نَوُ	نو	نَو	نَو	نَو	نُوُ
دس	دَئَ	دَئَ	دَئَ	دَئَ	دَئَ	دَش
گیارہ	اَکائَ	اَکائَ	اَکائَ	اَکائَ	اَکائَ	گُودَشُ
بارہ	بوائے	بوائَ	بوائَ	بوائَ	بوائَ	بُودَشُ
تیرہ	ڇوئَ	ڇوئَ	ڇوئَ	ڇوئَ	ڇوئَ	ترہُ بش
چودہ	چَودئَ	چَودئَ	چَودئَ	چَودئَ	چَودئَ	چُودش
پندرہ	پنڈلئ	پنڈلئ	پنڈلئ	پنڈلئ	پنڈلئ	پنڈُ دش
سولہ	سَوُنٚیَ	سَوُنٚیَ	سَوُنٚیَ	سَوُنٚیَ	سَوُنٚیَ	سَوُبیش

ستارہ	ستّائے	ستّائے	ستّائے	ستّائے	ستّائے	ستونش
اٹھارہ	اسٹائے	اسٹائے	اسٹائے	اسٹائے	اسٹائے	اسٹونش
انّیس	گُنیُ	گُنیُ	گُنیُ	گُنیُ	گُنیُ	گُنجا
بیس	بیُ	بیُ	بیُ	بیُ	بیُ	بی جا
اکّیس	بی گہ اکُ	بی گہ اکُ	بی گہ اکُ	بی گہ اکُ	بی گہ اکُ	بی جہ اک
بائیس	بی گہ دُو	بی گہ دُو	بی گہ دُو	بی گہ دُو	بی گہ دُو	بی جہ دُو
تیئیس	بی گہ چِے	بی گہ چِے	بی گہ چِے	بی گہ چِے	بی گہ چِے	بیُ جہ ترِہ
چوبیس	بی گہ چار	بی گہ چار	بی گہ چار	بی گہ چار	بی گہ چار	بیُ جہ چوُر
پچیس	بی گہ پونش	بی گہ پونش	بی گہ پونش	بی گہ پونش	بی گہ پونش	بیُ جہ پونش
تیس	چِیُ (بی گہ دئی)	چِیُ (بی گہ دئی)	چِیُ (بی گہ دئی)	چِیُ (بی گہ دئی)	چِیُ (بی گہ دئی)	بیُ جہ دش
چالیس	دُو بیوُ	دُو بیوُ	دُو بیوُ	دُو بیوُ	دُو بیوُ	دُبیو جو
پچاس	دُو بیو گہ دئی	دُو بیو گہ دئی	دُو بیو گہ دئی	دُو بیو گہ دئی	دُو بیو گہ دئی	دُبیو جہ دش
ساٹھ	چِے بیو	چِے بیو	چِے بیو	چِے بیو	چِے بیو	ترہ بجُو
ستر	چِے بیو گہ دئی	چِے بیو گہ دئی	چِے بیو گہ دئی	چِے بیو گہ دئی	چِے بیو گہ دئی	ترہ بجُو دش

اسّی	چاربی	چاربی	چاربیو	چاربیو	چاربیو	چاربی جو
نوّے	چاربی گہ دئی	چاربیوگہ دئی	چاربیوگہ دئی	چاربیوگہ دئی	چاربیوگہ دئی	چارُبجو دش
سو	شل	شل	شل	شل	شل	شُو
ہزار	ساس	ساس	ساس	ساس	ساس	ستونگ
لاکھ	لاکھ	لاکھ	لاکھ	لاکھ	لاکھ	لاکھ

آیئے اب چلی چنی گرکونی کے ساتھ چند شینا بولیوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیتے ہیں۔

شینادردی بولیاں	۱۔جسم	۲۔سر	۳۔بال
گلگتی	ڈِمُ	سَیسَ	جاکوُر
چلاسی	ڈِمُ	سَیسَ	جاکوُے
استوری	ڈِمُ	سَیسَ	جکوُے
کوہستانی	ڈِمُ رصورت	سَیسَ	جاکوُر بال
دراسی	ڈِمُ	سَیسَ	جکوُے
گریزسی	ڈِمُ	سَیسَ	جاکوُ
چندرکوٹی	ڈِمُ	سَیسَ	جکوُ
چلی چنی رگرکونی	رگوُ (بلتی لفظ)	سَیسَ	جاکوُر
شینادردی بولیاں	**۴۔چہرہ**	**۵۔آنکھ**	**۶۔کان**
گلگتی	مُکھُ	اَچھیُ	کون

چلاسی	مُکھ	اَچِھیُ	کون
استوری	مُکھ	اَچِھیُ	کون
کوہستانی	مُکھ	اَچِھیُ	کون
دراسی	مُکھ	اَچِھیُ	کون
گریسی	مُکھ	اَچِھیُ	کون
چندرکوٹی	مُکھ	اَچِھیُ	کن
چلی چنی/گرکونی	اونجُکُ (نامانوس)	اَچِھیُ	کنی

شینا دردی بولیاں	**۷۔ناک**	**۸۔منہ**	**۹۔دانت**
گلگتی	نَتوُ	آئی/آزوُ	دَون
چلاسی	نتوُ	آزی	دون
استوری	نُتوُ	آزو	دون
کوہستانی	نتھو	آز	دون
دراسی	نُتوُ	آزو/آزی	دون
گریسی	نُتوُ	آزو/آزی	دون
چندرکوٹی	نَتوُ	آئَی	دون
چلی چنی/گرکونی	نُتوُ	اُوزیُ	دَنیُ

شینا دردی بولیاں	**۱۰۔زبان**	**۱۱۔پیٹ**	**۱۲۔بازو**
گلگتی	جِبُ	ڈیرِ	شاکوُ

چلاسی	جِپُ	ڈیرِ	شاکوُ
استوری	جِپُ	ڈیرِ	شاکوُ
کوہستانی	جِپُ	ڈیرِ	شاکوُ
دراسی	جِپُ	ڈیرِ	شاکوُ
گریسی	جِپُ	ڈیرِ	شاکوُ
چندرکوٹی	جِپُ	ڈیرِ	شاکوُ
چلی چینی رگرکونی	گِپُ	وَرُ	کلا

شینا دردی بولیاں	۱۳۔ کہنی	۱۴۔ ہتھیلی	۱۵۔ انگلی
گلگتی	بگھوُنُ	ہتھہ تاوَ	ہگوُئَ / انٚوئَ
چلاسی	بگھوُنُ	ہتہ	ہگوُئَ
استوری	بگھوُنُ	ہتاوَ	انٚوئَ
کوہستانی	ٹگوُرُ	تالی / ہتھو	ہگوئَ
دراسی	بگھوُنُ	ہتھہ تاوَ	انٚوئَ
گریسی	بگھوُنُ	ہتھہ تا	انٚوئَ
چندرکوٹی	بکھونی گُٹ	ہتھی تالی	ہگوئَ
چلی چینی رگرکونی	کھُون	لک تھل (بلتی لفظ)	گلیُ
شینا دردی بولیاں	۱۶۔ ناخن	۱۷۔ ٹانگ	۱۸۔ جلد
گلگتی	نوَر	پھٹالی	چٚوم

چلاسی	نور	پھٹالو	چوم
استوری	نور	پھٹالو	چوم
کوہستانی	نور	پھٹالو	چوم
دراسی	نور	پھٹالو	چوم
گریسی	نور	پھٹالو	چوم
چندرکوٹی	نور	پھٹالی	چوم
چلی چنی رگر کونی	نیر	کن کن (نامانوس لفظ) [1]	تھورو (نامانوس) [2]

---

[1] کن کن: نامانوس لفظ ہے۔ تمام شین دردی اور تبتی بولیوں میں تحقیق کے بعد بھی یہ لفظ کسی بھی بولی میں نہیں پایا گیا۔

[2] یہ لفظ بھی کسی دردی اور تبتی زبانوں میں معلوم نہ ہوسکا۔

شینا دردی بولیاں	۱۹۔ہڈی	۲۰۔دِل	۲۱۔خون
گلگتی	اَٹیُ	ہیوٗ	لویل
چلاسی	اَٹیُ	ہیوٗ	لویل
استوری	اَٹیُ	ہیوٗ	لویل
کوہستانی	اَٹیُ	ہیوٗ	لویل
دراسی	اَٹیُ	ہیوٗ	لویل
گریسی	اَٹیُ	ہیوٗ رہی	لویل
چندرکوٹی	اَٹیُ	ہیوٗ	لویل

چلی چنی/گرکونی	اَٹُ	ہیوٗ	لویل

شینا دردی بولیاں	۲۲۔پیشاب	۲۳۔ہاتھ	۲۴۔گاؤں
گلگتی	میکا	ہتھُ	ہیٹ/کوئی
چلاسی	میکی	ہتھُ	ہیٹ/گام
استوری	موسَ/میکو	ہتھُ	گروم/گام
کوہستانی	میکا	ہتھُ	کوٹ
دراسی	موسَ/میکو	ہتھُ	گام/گُوئی
گریسی	موسَ/میکو	ہتھُ	گام/کوئی
چندرکوٹی	میکا	ہتھُ	گروم
چلی چنی/گرکونی	چھوٗس	ہتھُ	بُن (نامانوس)

چھوٗس: یہ لفظ بلتی زبان کے قریب نظر آتا ہے۔

بُن: نامانوس لفظ ہے۔ کسی بھی آریائی یا تبتّی زبان میں نہیں پایا گیا۔

شینا دردی بولیاں	۲۵۔گھر	۲۶۔چھت	۲۷۔دروازہ
گلگتی	گوٹ	تیسَ/تل	دَرُ
چلاسی	گوسَ	شرون/تل	دَرُ
استوری	گوسَ	شرون/تل	دَرُ
کوہستانی	گوسَ	بالی/شرون/تل	دَرُ
دراسی	گوسَ	شرون/تل	دَرُ
گریسی	گوسَ	شرون/تل	دَرُ

چندر کوٹی	گوٹ	تشی	دَرُ
چلی چنی رگر کونی	گوٹ	شلتار شلتی	دَرُ

شینا دردی بولیاں	۲۸۔ لکڑی	۲۹۔ چاقو	۳۰۔ کلہاڑی
گلگتی	جُوک	کٹار	چِٹل
چلاسی	کاٹو ر جُوک	کٹار	چِٹل
استوری	کاٹو	کٹار	چِٹل ر گڑھ
کوہستانی	کاٹو	کٹار	گڑھ ر چِٹل
دراسی	کاٹو	کڑار	گڑھٰ
گریسی	کاٹو	کڑار	چِھٹل ر گڑھ
چندر کوٹی	چونٹیؔ	کٹار	چٹل
چلی چنی رگر کونی	قوٹ	کٹار	گُٹوُ

ؔ لفظ چونٹی غالباً پنجابی یا ڈوگری زبانوں سے اس بولی میں ضم ہو چکا ہوگا۔

شینا دردی بولیاں	۳۱۔ رسی	۳۲۔ دھاگا	۳۳۔ سُوئی
گلگتی	بالی ر رجوٹی	گونی	سُوُ
چلاسی	بالی	گونی	سُوُ
استوری	بالی ر رجوُ	گونی	سُوُ
کوہستانی	بالی	گونی	سُوُ
دراسی	رجوُ	گونی	سُوُ

گریسی	بالُ	گونی	سُو
چلی چنی	بالی/بانڈ	گونی	سُو
چندرکوٹی/گرکونی	راش	سَرُمُ (نامانوس)	سُو

شینا وردی بولیاں	۳۴_کپڑے	۳۵_انگوٹھی	۳۶_سورج
گلگتی	چِھیلُو	برونو/انُو	سُوریُ
چلاسی	پوِچھے/کپڑا	انگسری/اکسری	سُوریُ
استوری	چِھیلے/پاچے	انُو یلو	سُوریُ
کوہستانی	پوِچھ/پاچو	ہکسری	سُوریُ
دراسی	چِھیلے/پاچو	انُو یلو	سُوریُ
گریسی	چِھیلے/پاچو	واجی	سُوریُ
چندرکوٹی	چِھیلو	کھیکن	سُوریُ
چلی چنی/گرکونی	گُلسیُ (نامانوس)	گوُتھاری (نامانوس)	سُوریُ

شینا وردی بولیاں	۳۷_چاند	۳۸_آسمان	۳۹_تارا
گلگتی	یُون	اَنائی	تارُو
چلاسی	یُون	آسمان	تارُو
ستوری	یُون	اَنائی	تارُو
کوہستانی	یُون	اسمان	تارُو
دراسی	یُون	اَنائی	تارُو

گریسی	یُون	اَنائیَ	تارَوُ
چندرکوٹی	یُون	اَگائیَ	تارَوُ
چلی چنی رگرکونی	یُون	دولوُ (نامانوس)	توُریُ

شینا دردی بولیاں	۴۰۔برف	۴۱۔بارش	۴۲۔پانی
گلگتی	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
چلاسی	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
استوری	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
کوہستانی	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
دراسی	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
گریسی	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
چندرکوٹی	ہِنُ	ارَوُ	وَئ
چلی چنی رگرکونی	ارَوُ	چھرچھوُ (بلتی لفظ)	وَئ

شینا دردی بولیاں	۴۳۔دریا	۴۴۔بادل	۴۵۔گرج چمک
گلگتی	سِنھ	ارَوُ/بُرگل	بچوُمسَ
چلاسی	سِنھ	ارَوُ/بُوگار	بچوُمسَ
استوری	سِنھ	ارَو	بچوُمسَ
کوہستانی	سِنھ	ارَو/نہار	بچوُمسَ
دراسی	سِنھ	ارَورگوہ	بچوُمسَ

گریسی	سِنھ	اڑَ ورگُووہُ	بچوسَ
چندرکوٹی	سِنھ	بدلوکھا (پنجابی، ڈوگری)	بچوسَ
چلی چنی/رگرکونی	سِنھ	اریل (نامانوس)	برادوہ (نامانوس)

شینا دردی بولیاں	۴۶۔ دھنک	۴۷۔ ہوا	۴۸۔ پتھر
گلگتی	بِرَ ون	اَوشی	بَٹُ
چلاسی	بِرَ ون	اَوشی	بَٹُ
استوری	بِرَ ون	اَوشی	بَٹُ
کوہستانی	بِرَ ون	اوشی/اوش	بَٹُ
دراسی	بِرَ ون	اوش	بَٹُ
گریسی	بِرَ ون	اوشی	بَٹُ
چندرکوٹی	بجون	اوشی	بَٹُ
چلی چنی/رگرکونی	سُوریس مُلائی	اوش	نارُو (نامانوس)

شینا دردی بولیاں	۴۹۔ راستہ	۵۰۔ ریت	۵۱۔ آگ
گلگتی	پوَن	سیئیل	ہگار/اگار
چلاسی	پوَن	سیئیل	ہگار
استوری	پوَن	سیئیل	پھُو
کوہستانی	پوَن	سیئیل	ہگار
دراسی	پوَن	سیئیل	پھُو

گریسی	پَون	سیئیل	پھوٗ
چندرکوٹی	پَون	سیئیل	ہگار
چلی چنی/گرکونی	پُون	سیِری (نامانوس)	غُور

شینا دردی بولیاں	۵۲۔ دھواں	۵۳۔ راکھ	۵۴۔ گرد
گلگتی	دُھومُ	دال	اُدوُ
چلاسی	دُھومُ	دال/سَوُ	اُدم/اُدوُ
استوری	دُھومُ	دال	اُدوُ
کوہستانی	دُھومُ	سَیو	دُورہ/ادم
دراسی	دُھومُ	دال	اُدوُ
گریسی	دُھومُ	دال	اُدوُ
چندرکوٹی	دُھومُ	دال	اُدھوُ
چلی چنی/گرکونی	دھوٗ	تھل چیر (بلتی لفظ)	پا (نامانوس)

تھل چیر لفظ بلتی تھل چیر سے بگڑ کر بنا ہے۔

شینا دردی بولیاں	۵۵۔ سونا	۵۶۔ درخت	۵۷۔ پتّہ
گلگتی	سون	توم	پٹوٗ
چلاسی	سون	توم	پٹو
استوری	سون	توم	پٹو
کوہستانی	سون	توم	پٹو

دراسی	سون	توم	پٹو
گریسی	سون	توم	پٹو
چندرکوٹی	سون	مُتوٗ	پٹو
چلی چنی رگرکونی	سیر (بلتی لفظ)	ہلچنگما (بلتی لفظ	پنی (نامانوس)

شینا دردی بولیاں	۵۸۔ کانٹا	۵۹۔ پھول	۶۰۔ گندم
گلگتی	کونو	پُسَوٗر/پھنر	گُوم
چلاسی	کونو	پُھورُو/پھورا	گُوم
استوری	کونو	پُھونر	گُوم
کوہستانی	کورو	پھُورو	گُوم
دراسی	کونو	پُسَوٗ	گُوم
گریسی	کونو	پُسَوٗ	گُوم
چندرکوٹی	کونو	پُھنر	گُوم
چلی چنی رگرکونی	سَوائی ۔	پُسو	گُوم

سَوائی لفظ سَنائی سے قریب نظر آتا ہے۔ سَنائی شینا کی مختلف بولیوں میں جھاڑی کے لئے کہا جاتا ہے۔

شینا دردی بولیاں	۶۱۔ چاول	۶۲۔ مرچ	۶۳۔ ہلدی
گلگتی	بریُو	مَروچُ	ہلیرَ ی
چلاسی	بیُو	مرُوچ	ہلیرَ ی
استوری	بریُو	مَروچُ	ہلیرَ ی
کوہستانی	تلوُر/تلوُر	مَروچُ	ہلیرَ ی

دراسی	بریوُ	مَروچُ	ہکیرَ ی
گریسی	بریم	مَروچُ	لیدری/لدر
چندرکوٹی	بریوُ	مَرچ	ہکیرَ ی
چلی چنی/گرکونی	برسُ (بلتی لفظ)	نیرما (بلتی لفظ)	یونگ (بلتی لفظ)

شینا دردی بولیاں	۶۴۔ پیاز	۶۵۔ ٹماٹر	۶۶۔ تیل
گلگتی	گشوُ	بلوگون	تیل
چلاسی	گشوُ	بلوگون	تیل
استوری	خونگ	بلوگون	تیل
کوہستانی	پیاز	بتی گنی	تیل
دراسی	خونگ	پاگم ۱؎	تیل
گریسی	خونگی/گنڈہ	رُووگن ۲؎	تیل
چندرکوٹی	گنڈ	ٹماٹر/چر کے	تیل
چلی چنی گرکونی	خونگ	پاگم ۳؎	تیل

۱؎ بلتی زبان میں بھی ٹماٹر کے لئے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۲؎ رونگن کشمیری کے بالکل قریب نظر آتا ہے۔

۳؎ دراسی اور چلی چنی دونوں بولیوں میں بلتی لفظ ''پاگم'' استعمال ہوتا ہے۔

شینا دردی بولیاں	۶۷۔ نمک	۶۸۔ گوشت	۶۹۔ چربی
گلگتی	پَچُو	موس	میُ
چلاسی	لُونی	موس	میُ
استوری	لُونی	موس	میُ / رواز
کوہستانی	لُونی	موس	میُ
دراسی	لُونی	موس	میُ
گریسی	لُونی	موس	میُ
چندرکوٹی	پَچُو	موس	میُ
چلی چنی گرکونی	پَیُو	موس	می / مینگ

شینا دردی بولیاں	۷۰۔ مچھلی	۷۱۔ مرغی	۷۲۔ انڈا
گلگتی	چھُمو	کرکامُش	ہنے
چلاسی	چھُمو / چھُبو	گُوکو	ہنو
استوری	چھُمو	گُوکو	ٹھُول / ہنے
کوہستانی	چھُبو	گُوکوئی	ہنو
دراسی	چھِمو	کوکو	ٹھُول / ہنے
گریسی	چھِمو	کوکوئی	ہنو
چندرکوٹی	چھُمو	کرکامشی	ہنے
چلی چنی گرکونی	نیا (بلتی لفظ)	بیا (بلتی لفظ)	انو

شینا دردی بولیاں	۷۳۔ گائے	۷۴۔ بھینس	۷۵۔ سینگ
گلگتی	گاوٗ	مَیُوسَ	سَینٚ
چلاسی	گاوٗ	میسَ	سَینٚ
استوری	گاوٗ	مَیُوسَ	سَینٚ
کوہستانی	گاوٗ	ماہسَ	سَینٚو
دراسی	گاوٗ	مَیُوسَ	سَینٚو
گریسی	گاوٗ	مَیُوسَ	سَینٚو
چندرکوٹی	گاوٗ	مَیُوسَ	سَینٚ
چلی چنی گرکونی	گولی (نامانوس)	ے	سَینٚ

ے بھینس کے لئے چلی چن گرکون میں کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

شینا دردی بولیاں	۷۶۔ دُم	۷۷۔ بکری	۷۸۔ کتا
گلگتی	پھچِھو، پچِھو	آئَ	شُونٚ
چلاسی	لموٹی	آئَ	شُونٚ
استوری	لموٹی	آئَ	شُونٚ
کوہستانی	لموٹی	آئَ	شُونٚ
دراسی	لموٹی	آئَ	شُونٚ
گریسی	لموٹی	آئَ	شُونٚ
چندرکوٹی	پچھو	آئَ	شُونٚ
چلی چنی گرکونی	پیچے	آء	شُوا

شینا دردی بولیاں	۷۹۔ سانپ	۸۰۔ بندر	۸۱۔ مچھر
گلگتی	جونؔ	شودی/شودو	پچھو
چلاسی	جون/جُو درا	شدو/موکو	پچھو/پھٹی
استوری	جون	شدی	پھٹی
کوہستانی	جودرا	موکو	پچھو
دراسی	جون	شدی	مو
گریسی	جون	ونڈُور (کشمیری)	موئ
چندرکوٹی	جون	شودی	مچھر
چلی چنی گرکونی	جُون	شدی	چنگی (بلتی لفظ)

شینا دردی بولیاں	۸۲۔ چیونٹی	۸۳۔ مکڑا	۸۴۔ نام
گلگتی	پھِلیلی	تلابُورو	نوم
چلاسی	پھِلیلی	جولا	نوم
استوری	پھِلیلی	چِرَّ ار/تلابورو	نوم
کوہستانی	پپیلی	جولا	نام
دراسی	پھِلیلی	چِرَّ ار/تلابورو	نوم
گریسی	پھِلیلی	تلابورو	نوم
چندرکوٹی	پھِلیلی	تلابورو	نوم
چلی چنی گرکونی	پلیلی	رُوئی (نامانوس) [1]	نُور (نامانوس)

---

[1] لفظ روئی استوری اور باقی بولیوں میں پری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ چلی چنی گرکونی میں مکڑے کے لئے۔

شینا دردی بولیاں	۸۵۔آدمی	۸۶۔عورت	۸۷۔بچہ
گلگتی	مُشا	چیُ	شُدار/بال
چلاسی	مشا	چیُ	معصوم/بال
استوری	مُشا	چیُ	بال
کوہستانی	مُشا	چیُ	معصوم/بال
دراسی	مُشا	چیُ	بال
گریسی	مُشا	چیُ	بال
چندرکوٹی	مُشا	چیُ	بال
چلی چنی گرکونی	مُشُ	چِھیگا	بیوُ

شینا دردی بولیاں	۸۸۔باپ	۸۹۔ماں	۹۰۔دادا
گلگتی	بابو/مالو	آجی/ماں	دادو
چلاسی	بوبا/مالو	آجی/ماں	دادو
استوری	بابو/مالو	آجے/ماں	دادو
کوہستانی	بوبا/مالو	ماں	دادو
دراسی	بابو/مالو	آجے/ماں	دادو
گریسی	بابو/مالو	آجے/ماں	دادو
چندرکوٹی	مالو	آجے/ماں	دادو
چلی چنی گرکونی	باؤ	آئے	دُوُ دوُ

شینا دردی بولیاں	۹۱۔ دادی	۹۲۔ پوتا	۹۳۔ پوتی
گلگتی	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
چلاسی	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
استوری	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
کوہستانی	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
دراسی	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
گریسی	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
چندرکوٹی	دَدی	پوڑِحو	پوڑِحی
چلی چنی گرکونی	دیدے	پوڑِحو	پوڑِحی

شینا دردی بولیاں	۹۴۔ ماما	۹۵۔ پھوپھی	۹۶۔ ساس
گلگتی	مومو	پَپھی	شسَ
چلاسی	مومو	پَپھی	شسَ
استوری	مومو	پَپھی	شسَ
کوہستانی	مومو	پَپھی	شسَ
دراسی	مومو	پَپھی	شسَ
گریسی	مومو	پَپھی	شسَ
چندرکوٹی	مومو	پَپھی	شسَ
چلی چنی گرکونی	مومو	پَپھے	شسَ

شینا دردی بولیاں	۹۷۔ کون	۹۸۔ کیا	۹۹۔ کب	۱۰۰۔ کہاں
گلگتی	کوٗ	جیک	کرے	کون
چلاسی	کوئی	جیک	کرے	کون/کونے
استوری	کوئی	یوک	کرے	کونے
کوہستانی	کوئی	جُوک	کرا	کورو
دراسی	کوئی	جوک	کرے	کونے
گریسی	کوئی	جوک	کرے	کونے
چندرکوٹی	کو	جیک	کرے	کون
چلی چنی گرکونی	کو	یہ	کئیرے	کئینے

گزشتہ تحریر کردہ مختلف شینا بولیوں کے آپسی موازنہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے چلی چنی گرکونی کے باقی شینا دردی بولیوں کا لگ بھگ ۹۹% آپسی رشتہ آج بھی برقرار ہے جبکہ چلی چنی گرکونی بولی میں لگ بھگ ۳۰ فیصد ایسے الفاظ پائے گئے جو شینا دردی کی کسی بھی بولی سے مشابہت نہیں رکھتے۔ ان تیس فیصد لفظوں میں سے ۱۵ فیصد خالص تبتی بلتی زبان کے الفاظ ہیں اور ۱۵ فیصد نامانوس الفاظ پائے گئے جو نہ بلتی کے لگتے ہیں نہ ہند آریائی دردی زبانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

مذکورہ ۱۰۰ لفظوں میں سے پائے گئے ۱۵ فیصد بلتی الفاظ جو چلی چنی گرکونی میں ضم ہوچکیں ہیں۔ ان لفظوں کی فہرست پیش خدمت ہے۔

بلتی الفاظ جو چلی چنی گرکونی میں ضم ہو چکے ہیں	اصل شینا لفظ	اردو معنی
اسپیرا	باش	زبان
براسُ	بریوُ	چاول
تھل چیر	دال	راکھ
چھرچھوُ	ارَ و	بارش
سیر	سون	سونا
ستونگ	ساس	ہزار
لق تھِل	ہتھہ تاوَ	ہتھیلی
نٚیرما	مرُچ	مرچ
رگو	ڈِم	جسم
ہلچنگما	توم	پیڑ
نٚیا	چھمو	مچھلی
بیا	کرکامش رکوکو	مرغی
یُونگ	ہلیرَ ی	ہلدی
بنگ	دربک	دوڑ
چنگی	پھچورمو	مچھر

ان لفظوں کے علاوہ چند ایسے نامانوس الفاظ بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جو نہ ہند آریائی دردی زبانوں سے مشابہت رکھتے ہیں نہ تبّتی زبانوں سے۔ راقم کی تحقیق کے

مطابق چترالی، کلاشی یا بوروشسکی زبانوں کے ساتھ بھی ان لفظوں کو موازنہ کرنے کے بعد بھی کوئی مشابہت نظر نہیں آئی۔ مذکورہ سو لفظوں میں سے تقریباً ۱۵ فیصد مندرجہ ذیل الفاظ دردی اور ہند آریائی زبانوں کے علاوہ تبّتی زبانوں سے نامانوس ہیں:

چلی چنی گرکونی لفظ	خالص شینا دردی لفظ	اردو معنی
اُونجک	مکھ	چہرہ
برادوہ	بِچوسَ	گرج چمک
بُن	گام رگروم رہٹ رکوئی	گاؤں
تھورو	پا	پیر
تھُورو	چوم	جِلد
دَولو	اَناَئی	آسمان
رُوئَی	تلا بوُرور حَرَا	ٹکڑا
سَرُم	گُونی	دھاگا
شلتی	تل رشَرون	چھت
سیری	سیئیل	ریت
پنی	پٹو	پتا
کنَ کن	پھٹالو ر پھٹالی	ٹانگ
گلَسی	ِچھیلو رِچھیلے	کپڑے
گولی	گاوَ	گائے
پا	اُدُو	گرد

آیئے چلی چنی گرکونی بولی کے چند اور لفظوں کو دیکھئے۔ یہ الفاظ بھی شینا دردی کی کسی بھی بولی سے مشابہت نہیں رکھتے۔

چلی چنی گرکونی لفظ	خالص شینا دردی لفظ	اردو معنی
افشا	اشپ	گھوڑا
بیو	بال	لڑکا
بونو	بڑو	بڑا
جُونگس	ڈاکے	پیٹھ
ڇھی گا	چی/جمات	بیوی
کھوسَ	شوٹو	گلا
کھر	رَاکن	گدھا
گُلی	اَنوئَ	انگلی
گُٹ گلی	اَنوُو	انگوٹھا
سینور/سینی	چُنور/چُنی	چھوٹا/چھوٹی
بونو	بڑو	بڑا
دولو	اَنائَ	آسمان
الو	حَکے	دیکھو
تھپنگ	تین/کو۔تے	ابھی
ریتے	لوسَٹا کیک/لوسَٹے	کل

ہُونجے	آن/آنئے	یہاں
سینو	چُھو	چھوٹا
سینی	چُھنی	چھوٹی
بونی	بڑی	بڑی
کلا	شاکو	بازو
غن	چرکودُوت/مُوٹو دُوت	دہی
سَونو	گھی/جُولی	گھی

☆☆☆

باب دوئم

شینا لوک ادب

شینا ادب

ادب ہماری زندگی کے ساز کو چھیڑتا ہے۔ دل و دماغ کی تربیت کرتا ہے۔ کائنات کے حسن کو ایک تازہ نکھار بخشتا ہے۔ گردش ایام کو خوشگوار بناتا ہے۔ ادب انسانی زندگی کے ہر عہد کا آئینہ دار ہے۔ ہر دور کے رجحانات کا مظہر ہے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے اور دوسرے جانداروں سے منفرد ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے اور دوسرے جانداروں کے پاس زبان نہیں ہے۔ اور زبان کا بہترین استعمال یقیناً ادب میں ہی ہوا ہے۔

دُنیا کی باقی زبانوں کی طرح شینا دردی زبان کا بھی اپنا ادبی ورثہ رہا ہے مگر عربی فارسی طرز کی شاعری یا ادبی طرز ادب کا آغاز شینا زبان میں بیسویں صدی کی اولین دہائیوں میں ہی ہوا ہے۔ اس زبان کا مرکز پاکستان کے شمالی علاقہ جات یعنی گلگت بلتستان میں صدیوں سے رہا ہے اور یہاں جب سے شین درد لوگ آباد ہوئے ہیں مختلف قصوں کہانیوں، داستانوں اور لوک گیتوں کی شکل میں قدیم ادوار سے ہی میدانِ ادب میں شینا زبان کی رہنمائی ہوتی آئی ہے۔ بیسویں صدی سے قبل شینا زبان میں لوک ادب کا رواج رہا ہے۔ اس کی اعلیٰ مثال یہاں دراس (کرگل گریز (کشمیر) اور گلگت بلتستان (پاکستان) میں آباد شین دردوں کا لوک ادبی سرمایا ہے۔ جو موجودہ دور میں بھی دستیاب ہے۔

گلگت میں لوک ادب کے حوالے سے کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ حال ہی میں فوک لور آف گلگت کے مصنف غلام محمد صاحب نے گلگت کے مضافات میں

آباد سَین دردوں کے لوک ادب پر ایک مفصل جانکاری دی ہے۔ مگر یہاں جموں و کشمیر میں آباد سَین دردوں کے لوک ادب پر آج تک کوئی مفصل تحقیق یا کھوج وغیرہ نہیں ہوئی ہے۔

دراس کرگل کے ایک جوان شاعر وادیب محمد شفیع ساگر نے ایکادمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز کے لیے 'شینا لوک ادب' کے عنوان سے ایک مقالہ تیار کیا تھا جس میں اُنہوں نے جموں و کشمیر بالخصوص علاقہ دراس میں آباد سَین دردوں کے لوک ادب کے حوالے سے ایک سرسری تحقیق بھی عمل میں لائی تھی۔ اپنے مقالے میں ایک جگہ شفیع ساگر رقمطراز ہیں۔

> ''یہ ایک حقیقت ہے کہ شینا لوک ادب کافی پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں تحقیق کے لیے ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ ہے بزرگوں کے سینوں میں محفوظ ادبی سرمائے کو ان کی زبانی سن کر ضبط تحریر میں لانا۔ میں نے بھی شینا لوک ادب کے حوالے سے ایسی ہی ایک ادنیٰ کوشش کی ہے۔ لیکن شینا ادب پہ قلم اُٹھانا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ شینا لوک ادب کے اندر شینا زبان کے قدیم لوک گیت، داستانیں، پہلیاں قصے کہانیاں اور ضرب المثل وغیرہ شامل ہیں۔ جو سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں۔''

شینا لوک ادب میں نثری اور منظوم دونوں طرح کی تخلیقات پائی جاتی ہیں۔ مگر لوک ادب کو تحریری شکل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے یہ تخلیقات فقط نسل درنسل مختلف ادوار میں زبانی لوگوں کے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہیں۔

نثری تخلیقات:۔

جموں و کشمیر میں آباد سَین دردوں کے لوک ادب میں مندرجہ ذیل نثری

اصناف قدیم دور میں تخلیق ہوئی ہیں۔ ان تخلیقات میں زیادہ تر قصوں، کہانیوں اور داستانوں کا رواج رہا ہے۔ شینا زبان میں لفظ ''شِلوک'' داستان، کہانی اور قصہ تینوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

نثری تخلیقات میں مندرجہ ذیل ''شِلوک'' یا داستانیں قدیم دور سے ہر خاص و عام کے سینوں پر جگہ بنائے ہوئی تھیں۔

۱۔ ڈوڈو شیر گاوِی شِلوک
۲۔ بُوڈوگا بُوڈیئی شِلوک
۳۔ کیٹی بیوریئی شِلوک
۴۔ شالیو کپالئی شِلوک
۵۔ درپونو جروئی شِلوک
۶۔ کیسریئی شِلوک
۷۔ گیالولوچنی شِلوک
۸۔ بے طرفسئی شِلوک
۹۔ شیر محمدی شِلوک
۱۰۔ موموگا سازوئی شِلوک
۱۱۔ بارم بادشی شِلوک
۱۲۔ کھرکلی شِلوک

ذکر بالا داستانیں یا شِلوک دراس کے مختلف علاقوں میں بیسویں صدی تک مختلف محفلوں جیسے شادی بیاہ، موسم سرما کی سرد راتوں میں جمنے والی محفلوں وغیرہ میں سُنائی جاتی تھیں۔ وادی گریز و تلیل میں بھی چند علاقوں میں موجودہ دور تک مندرجہ بالا شِلوک آج بھی چند عمر رسیدہ بزرگ شخص یا کسی عمر رسیدہ عورت کی زبانی سُنی جاسکتی تھیں۔

منظوم تخلیقات:

منظوم لوک ادب کے تحت مختلف قسم کے گیت گانے قدیم زمانے میں تخلیق کئے گئے ہیں۔ ان گیتوں میں 'چتا گائے' یعنی غم بھرے گیتوں کا اہم رواج رہا ہے۔ ان گیتوں کے علاوہ چھلی جِے گائے اور ماپونئے گائے بھی قدیم زمانے میں گائے جاتے تھے۔

چنا گائے:

یعنی غم بھرے گیت۔ یہ گیت سوز و گداز اور درد و غم سے لبریز ہوتے ہیں۔ چنا گائے کے اکثر گیتوں کو عورتوں نے تخلیق کئے ہیں۔ ان گیتوں میں مختلف جنگوں میں ان کے عزیزوں کی وفات اور ان کی جدائی کے حالات وغیرہ کے علاوہ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے لئے ایک قدیم چنا گائی کے ان مصرعوں کو دیکھئے جس میں ایک عورت اپنے شوہر کی جدائی کے بارے میں اپنے احساسات کا برملا اظہار کر رہی ہے:

''بوجے داوہ لوئی گا آلم شیر اش دامن گی بوجونوسَئینگ سنا دا بوجے دا
وہ جیل آلم شیر اش دامن گی بوجونوسَئینگ سنا دا۔ تھئَ آبوئی نالی سیر یے
رے پوِچیک گا بئ تو درسَئیسَو موکینڈ دولیم بِل تھئَ آچھالیے رے
پوِچیک گا بئ تو اش مُو اُتھالی چھیسَ دولیم بِل ُبوجے داوہ لوئی گا آلم
شیر اش دامن گی بوجونوسَئینگ سنا دا''

ترجمہ:

''تم جا رہے ہو آلم شیر، صبح کی کرن سچ مچ تم نے جانے کی ٹھان لی ہے کیا۔
تم جا رہے ہو کیا میری جان آلم سچ مچ تم نے جانے کی ٹھان لی ہے کیا۔
تیری اس بے شمار زمین کی رکھوالی کے لیے کوئی اولاد پیدا ہوتی تو میں تیری
چوکھٹ کا پتھر بن جاتی۔
تیری ان بے شمار بھیڑ بکریاں سنبھالنے کے لیے اگر کوئی اولاد ہوتی تو پہاڑ
کی طرح میں اونچی ہو جاتی۔
تم جا رہے ہو کیا میری جان آلم شیر سچ مچ تم نے جانے کی ٹھان لی ہے کیا۔

☆☆☆

ایک اور چینا گائے میں ایک عورت جو علاقے ہنزہ نگر کی رہنے والی تھی اپنے شوہر کی جدائی پر دل کی روداد کچھ اس طرح سے سُناتی ہے۔

بروموں پھاپئی گا قاسم وا
افسر وازِیوں نے پھوٹیک گا تھے تا۔
افسر وا جو نیک گا ہل تو دو مینڈ کھیا تب مُو سے کھالیم
افسر وا جو نیک گا ہل تو پِچمارے موسو کھو کونڈ کا چاپیم
بروموں مایونی مئیے رَ ارو افسر رَوے خدمتک گا تھیانو
بروموں اکھیلی وزیر گا بابو افسر رَوے خدمتک گا تھیانو
تا مورے آلے یا شکر خدئی نے اونی مورے روگی گا آلے
تھوتو چے جورَ یک گا تھا تو سرکار و فتر رے گافئی نو
تھوتو جورَ وگا جواب تو دودو مینو بابو سو گا دیئی نو
تھوتو جورَ وگا جواب تو اکھیلی وزیر بابو سو گا دیئی نو
تھو جورَ یک گا تھا تو سَوٹو تعویز تھے گانڈ یم نے
تھو جورَ یک گا تھا تو سَوٹو تو مر تھے گانڈ یم نے

ترجمہ:

"عزیز پھوپھی کے پیارے قاسم افسر تو نہیں آ گئے ذرا باہر جا کر دیکھنا۔
گر افسر آ رہے ہیں تو میں ان کا استقبال روایتی طریقے سے کرلوں گی۔
اگر افسر آ رہے ہیں تو میں یہ لوہے کے دانے چبالوں گی (یعنی حالیہ مصیبتیں برداشت کرلوں گی)

میرے عزیز بھائیو اگر افسر آ گئے تو ان کی خدمت ضرور کرلینا۔
میرے پیارے عقل مند والد افسر کی ضرور خدمت کرنا۔

یا خدا مجھ میں یہ جُدائی کا کونسا مرض آن پڑا ہے۔
اگر تُم نے کوئی خط لکھا تو خط کا جواب میرے عزیز والد دینگے۔
تم نے اگر کوئی خط لکھا تو میں اس خط کو گلے کی تعویذ بنا کر پہن لوں گی۔
گر تُم نے خط میرے نام لکھا تو اس خط کو میں گلے کا گجرا بنا کر پہن لوں گی۔"

☆☆☆

ایک چینا گائی میں ایک ماں اپنے بیٹے کی موت کی خبر سننے کے بعد کچھ اس طرح سے فریاد کرتی ہے:

دم دم دارو موکھا تاس تو
وہ چاکوری سیناؔ سیک گاہانی
چاکوری سیناؔ سور چٍا کیوں تو
وہ چاکوری آچوئَیک گانوش خدائَی
وہ بازونو کےُ ارکو جا
وہ کیلا چھالا دارو یک گادئے خدائَی

ترجمہ:

"میں اچانک گھر سے باہر گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سارے لوگ جمع تھے لیکن ان بزرگوں کے درمیان یا خدا وہ شخص نظر نہیں آرہا ہے۔ موسم بہار کی آمد ہے ایسے میں بھوکے بھیڑیوں نے ہرن کے اس چھوٹے بچے کا شکار کرلیا ہوگا۔"

ماپونئے گائے

سَین درد لوگ شادی بیاہ کے دوران ناچ گانوں کے کافی شوقین رہے ہیں۔ شادی بیاہ کے علاوہ مختلف قسم کے تہواروں میں موسیقی کی محفلیں سجائی جاتی تھیں۔ لیکن

اسلام کی آمد کے بعد آہستہ آہستہ ان محفلوں میں کمی دیکھنے کو ملی جبکہ موجودہ دور میں رقص و موسیقی کی محفلیں بالکل متروک ہیں یہاں ان گیتوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو موجودہ دور میں فقد دردوں کا لوک روایتی اثاثہ بن چکے ہیں ماپونئے گائے شادی کے ایام میں دُلہا دُلہن، ان کے بھائی، والدین وغیرہ کی تعریف میں گائے جاتے تھے۔ ماپونئے گائے کے بارے میں شفیع ساگر نے اپنے مقالے میں یوں لکھا ہے۔

> ''ماپونئے گائے کا تخلیق کار ماپون نامی ایک شخص تھا۔ جو راجہ رحیم خان کا درباری شاعر تھا۔ راجہ رحیم خان نے ہی دراس کے قرب و جوار میں شادی کے لیے اُصول وقواعد مرتب کیے تھے۔ جسے آج بھی رحیلی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لیکن رحیم خان کہاں کا راجہ تھا یہ معلوم نہیں ہوسکا۔''

''ماپونئے گائے'' اور ''چھیلو سَٹیے گائے'' کے چند نمونے

''مئَی ہاری گاواتی وئَی پاری سَاتی
ملایوسَ تھے تاریا وولا وہرَ اروئَی
چموٹو سونڈٚیلی ہاری گاواتی ووئَی پاری سَاتی
ملایوسَ تھے تاریا وولا وہرَ اروئَی
کھورے تی نٚے لی ہاری گاواتی ووئَی پاری سَاتی
ملایوسَ تھے تاریا وولا وہرَ اروئَی

ترجمہ:۔

میری محبوبہ آرہی ہے۔ مگر پانی کے اُس پار رہ گئی۔
پیار سے اس پار لے آؤ بھائیو۔
سونے کا تاج پہنے میری جان آرہی ہے مگر پانی کے اُس پار رہ گئی ہے

پیار سے اس پار لے آو بھائیو۔

پیروں میں نگینہ والی جان آ رہی ہے۔ مگر پانی کے اُس پار رہ گئی

پیار سے اس پار لے آو بھائیو۔

دُلہن کے باراتیوں کو یہ گیت گانا پڑتا تھا۔

دُلو پون نے لی سس بالی بل تو توئیں دولو پون۔
دُلو پون نے لی سس رَے شوچی گا چھیلی والے
دُلو پون نے لی سس بالی بل تو توئیں دولو پون۔
دُلو پون نے لی سس رَے گا ماکھوتی والے
دُلو پون نے لی سس بالی بل تو توئیں دولو پون۔
دُلو پون نے لی سس رَے گا شریال والے۔

ترجمہ:۔

یہاں ان چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو جلا کر خوشبو حاصل کی جاتی تھی۔ جیسے چھیلی، ماکھوتی، شریال وغیرہ۔

اے میری بہن تیری خوشنودی کے لیے میں جونیپر کی خوشبو فراہم کروں گا۔

اے میری بہن تیری خاطر میں پہاڑ سے ماکھوتی نامی پھول کی خوشبو لے آوں گا۔

اے بہن میں تیرے لیے ان اونچے پہاڑوں پر چڑھ کر شریال نامی خوشبو دار گھاس لے آونگا۔

نالامون نے لی ساس بالی بل تو توئیں نالامون
نالامون نے لی ساس رَے دودۓ گا بیریوجا

نالامون نے لی ساس بالی بل توتوَ ئیں نالامون
نالامون نے لی ساس رَ ے یوِئی گاوخوجا۔
نالامون نے لی ساس بالی بل توتوَ ئیں نالامون
نالامون نے لی ساس رَ ے شاکیرواوخوجا

ترجمہ:

میری بہن تیرے لیے میں دودھ کے تالاب فراہم کروں گا۔
اے میری پیاری بہن تیرے لیے میں جوڑی دار چشمے فراہم کروں گا
اے میری پیاری بہن تیرے لیے میں میٹھے چشمے فراہم کروں گا۔ جہاں تو آرام سے نہا سکے دھو سکے۔

نالاٹون نے لی ساس بالی بل توتوَ ئیں نالاٹون
نالاٹون نے لی ساس رَ ے شوچیے گاشایوِجا
نالاٹون نے لی ساس بالی بل توتوَ ئیں نالاٹون
نالاٹون نے لی ساس رَ ے کوِیوِگہ یوِبولوِجا۔

میری پیاری بہن میں تیرے لیے صاف پاک پہاڑ فراہم کروں گا۔
اے میری پیاری بہن میں تمہارے لئے گاوں کے قریب گھاس کے میدان فراہم کروں گا۔ جہاں تم ناچ سکے۔ جہاں تم کھیل کود سکے۔

دُلہے کی تعریف میں کچھ ایسے گیت گائے جاتے تھے۔

شوِدادو پوِرِجوِ کئی پاسَوک داو۔
سوِ پاسےً جادیرینڈی جوک دینا
مالوِمولالوکئی پاسَوک داو
سوِ پاسےً جادیرینڈی جوک دینا

مالو بیلا لوکئی پاًسوک داو

سو پاسًے جادیریندڑی جوک دینا

رَ اوِشر اٹوکئی پاًسوک داو

سو پاسًے جادیریندڑی جوک دینا

ترجمہ:

سفید بزرگ کے پوتے نے پگھڑی باندھی ہے

لوگ اس پگڑھی کی کتنی عزت کرتے ہیں۔

باپ کے لاڈلے نے پگھڑی باندھی ہے

لوگ اس پگڑھی کی کتنی عزت کرتے ہیں۔

ماں کے راج دُلارے نے پگڑھی باندھی ہے لوگ اس پگڑھی کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ بھائی کے عزیز نے پگھڑی باندھی ہے لوگ اس پگڑھی کی کتنی عزت کرتے ہیں۔

جب دُلہا ناز ونخرے دکھاتا تھا اور کھانا نہیں کھاتا تھا تو یہ گیت گایا جاتا تھا۔

ِکل تونے چاریا ِکل تومیریونوسانو

ِکل تونے چاریا

ِکل تونے چاریارً وآوئَی پھولا وکھیاوو

ِکل تونے چاریا

ِکل تونے چاریارً وشوچی چھیلی کھیاوو

ِکل تونے چاریا

ِکل تونے چاریا شایوما کھوتی کھیاوو

ِکل تونے چاریا

ترجمہ:

اے پہاڑی بکرا تو کیوں نہیں چر رہا ہے۔ (کیوں کھانا نہیں کھا رہا ہے)۔
اس طرح تو تُو بھوک سے مرجائے گا
اے پہاڑی بکرا تو کیوں نہیں چر رہا ہے۔ (کیوں کھانا نہیں کھا رہا ہے) کیا
تو نے کہیں آوئی پھولا وو (ایک قسم کی گھاس) تو نہیں کھایا۔
اے پہاڑی بکرا تو کیوں نہیں چر رہا ہے۔ (کیوں کھانا نہیں کھا رہا ہے) کیا
تو نے کہیں جونیپر تو نہیں کھایا۔
اے پہاڑی بکرا تو کیوں نہیں چر رہا ہے۔ (کیوں کھانا نہیں کھا رہا ہے) کیا
تو نے کہیں ماکھوتی (ایک قسم کا پھول) تو نہیں کھایا۔

شادی میں پکنے والے مختلف کھانوں/پکوانوں کا ذکر اس گیت کے ذریعے ہوتا تھا۔

کھرے خان خشدو کے را کو جا۔ سدے بوائٍ خٚولی گا جوک دینا۔
سدے اک چٍاٚنو لیک تو گھیا کا وو۔ سدے بوائٍ خٚولی گا جوک دینا۔
سدے اک چٍاٚنو لیک تو موزا رونڈٚ و ۔ سدے بوائٍ خٚولی گا جوک دینا۔
سدے اک چٍاٚنو لیک تو دودو کا وو۔ سدے بوائٍ خٚولی گا جوک دینا۔

ترجمہ:

نیچے خان خشدوک (والد کا لقب) کے کھانا بنانے والوں نے بارہ چولہے چڑھائے ہیں۔ جن میں ایک چولہے میں گھی پک رہا ہے۔ ایک چولہے میں دودھ اُبل رہا ہے ایک چولہے میں گوشت پک رہا ہے۔

دُلہن کے باپ کی جاگیر کے بارے میں اس گیت کے ذریعے معلومات حاصل کی کر لی جاتی تھی۔

کھرے گوجل گوُمے جاگیس کا کی
سدے بوائی مارانڈٚ ے گا جوک ہانئے
سدے اک مارانڈٚ یک تو یوٚہنی
سدے بوائی مارانڈٚ ے گا جوک ہانئے
سدے اک مارانڈٚ یک تو گومو ہنی
سدے بوائی مارانڈٚ ے گا جوک ہانئے
سدے اک مارانڈٚ یک تو کھوکونڈٚ وٚہنی
سدے بوائی مارانڈٚ ے گا جوک ہانئے
سدے اک مارانڈٚ یک تو موزوریوٚہنی
سدے بوائی مارانڈٚ ے گا جوک ہانئے

ترجمہ:

نیچے گوجل گُوم (والد کے کھیتوں کا لقب) میں گئی تو وہاں میں نے بارہ قسم کے فصل بوئے ہوئے دیکھا۔ ان کھیتوں میں جو، مٹر، مصور، گندم وغیرہ کے خوشے موجود تھے۔ (اس گیت میں بارہ قسم کے فصلوں کے نام گنے جاتے ہیں)

چھی لی چِے گائے

چھی لی چِے گائے یعنی باراتیوں کے گیت

شَین دردی رسم ورواج کے مطابق شادی بیاہ کے لیے بھی الگ سے قواعد رائج ہیں جن پر زمانہ حال میں بھی عمل کیا جا رہا ہے۔ بالخصوص دراس اور قرب جوار میں آباد علاقوں میں شَین درد لوگ شادی بیاہ آج بھی اپنے قدیم روایات اور قواعد کے

مطابق عمل میں لا رہے ہیں گریز اور تلیل میں بھی کئی جگہوں پر مقامی رواج کے مطابق شادی بیاہ کے رسوم ادا کیئے جاتے ہیں۔

سگائی کے رسوم ادا ہونے کے بعد شادی کے ایام مختص کیئے جاتے ہیں اور ایک دن پہلے دو باراتی چُنے جاتے ہیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد دونوں باراتی دُلہن کے گھر چند لمحات کے لیے رُک جاتے ہیں گھر کی دہلیز کے باہر دُلہن کے گھر سے کوئی عزیز ان کا روایتی طریقے سے جونیپر جلا کر استقبال کرتا ہے یہ رسم ادا ہونے کے بعد باراتیوں کو گھر کے اندر لے جایا جاتا ہے۔ باراتی گلے سے لیکر کمر تک ایک لال رنگ کا بیلٹ (کسکی) باندھتے تھے۔ اور ساتھ میں ایک باراتی کی پگڑھی میں ایک لال رنگ کا نشان ہوتا تھا۔ (لیکن موجودہ دور میں یہ رواج صرف چند جگہوں پر قائم ہے۔) دلہن کو اپنی ہمجولیوں کے ساتھ ایک الگ کمرے میں رکھا جاتا تھا۔ صبح ہوتے ہی دو باراتی دُلہن کو لانے اس کمرے میں چلے جاتے تھے۔ اس دوران باراتی اس گیت کے ذریعے اپنی آمد کا اعلان کرتے تھے۔

انی جورَی چھیلی لچےِ گاپھالے

وہ لمی لوٹھونگ بووہ جولورَی بیٹھے دانے بی ٹھے

انی جورَی شے کنوارے گاپھالے

وہ لمی لوٹھونگ بووہ جولورَی بیٹھے دانے بی ٹھے

انی جورَی ملاکول گاپویونے

وہ لمی لوٹھونگ بووہ جولورَی بیٹھے دانے بی ٹھے

ترجمہ:۔

اے بوج پتر کا پیڑ (دُلہن) باراتی پہنچ چکے ہیں ہلو گے یا نہیں ہلو گے۔

اے بوج پتر کا پیڑ (دُلہن) سفید گِد پہنچ چکے ہیں۔ ہلو گے یا نہیں ہلو گے۔

اے بوج پتر کا پیڑ (دُلہن) تیرے والدین بہت امیر ہیں۔ ہلو گے یا نہیں ہلو گے؟

ہمجولیاں دُلہن کو پوشاک پہناتی تھی اور دُلہن کو تیار کر کے باراتیوں کے حوالے کیا جاتا تھا۔ اسی دوران ایک گیت گایا جاتا تھا جسے چھیلیو گئیی کہا جاتا ہے۔ چھیلی بمعنی جونیپر۔ جسے جلا کر شین لوگ کسی بھی چیز کو شوچے / سوجے یعنی پاک کر لیتے تھے۔ (شوچے = سنسکرت / ہندی سَوچ) موجودہ دور میں لداخ کے بیشتر علاقوں میں یہ رواج عام ہے۔ لداخی بودھ اور شین درد بودھ علاقوں میں آج بھی جونیپر کو پوتر مان لیا جاتا ہے۔ یہ رواج قدیم بون مذہب سے منسوب ہے جو شین درد اقوام کا قدیم مذہب رہا ہے۔

دُلہن کے گھر میں کوئی عزیز باراتیوں کے پہنچنے کی اطلاع اس گیت کے ذریعے دیتا تھا۔

کیٹی گا بُیوری تھے آتھیرے دیزی گا آلے۔
دُسَٹے گا چھیلی سَٹے گا پھالے۔
دُسَٹے گا چھیلی سَٹے دارو درے جاڈ ونیو گا دیا
مئَی آبوائی پوئیں سے آرَ و پوئی گا جُلے گا کھازی
کیٹی گا بُیوری آرَ و مالو گو جا جاسوئی ہئیں
چھوت تھے بُجا اورَ ارو شونی چے نیلائی ہنی
کیٹی گا بُیوری تُو تو نے چینے ہئی شونی سور سورے جل نیلئی
کیٹی گا بیوری مئی آکھا نو ماکھوتی
لامی موسَ نے چھوریم پوسَ مورے پونیک نوش
عضر گا سما گے اجا چھیسَو شے کو انرے

شئ چھیسَیو کوانڑ ے گلیے جابا پُھر شائیں
گورَ ے گالا تو شلیلو گا تھئ دودی اجے ہنی
شلیلی گا دودی اجے سے ہلولو چئیں رنٔیں
گورَ ے گالا تو شابون گا تھو بابو ہنو
شابون گا دودو بابو سے روپئ گا حزر رنٔیس
گورَ ے گالاس تو مایونڈ تھےرَ اروہاں نے
میونڈی تھےرَ اروسے سومیو جواجایائی تھین

دُلہن کے لباس کو ''چھیلی گون'' یعنی جونیپر سے پاک کرنے کے دوران یہ گیت گایا جاتا تھا۔

رَ ے سوتی گا میلوگی دنگ نیلی
چھیلیو تو گون گا جوک مَستٗو ہَو وں
نی ہلالیو مالو شابون وہ
دودو بابو سو جوک چھیلیک وییِ
تھورونگ گاراجو دنگ نیلی
چھیلیو گون گا جوک مسَتاو ہَوں
نی مستن گا آئینر وچو کوجہ
جوک گونے چھیلیی وئے شوئی بین
نی مستن گا آئینر وچو کوجہ
سَاری ڈیودے گی بوجین

ترجمہ:۔

اے سبز رنگ جونیپر تیری خوشبو کتنی میٹھی ہے۔

اے دُلہن کے والد محترم آپ نے جونیپر جلائی ہے۔ جونیپر کا رنگ ہرا ہے جو راجوں کو پسند ہے۔

اے دُلہن کے والد محترم آپ نے کیا سوچ کر جونیپر جلائی ہے۔

دُلہن کو تیار کرنے کے بعد گھر سے باہر نکالنے کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ اس دوران ہمجولیاں دلہن کے عزیز و اقارب سے رخصت طلب کراتے وقت ایک مخصوص گیت گاتی ہیں۔ جو آج بھی رائج ہے۔ اس گیت کو مقامی لوگ بوشے / بابے کہتے ہیں۔ یہ ایک طویل گیت ہے یہاں نمونے کے لیے چند مصرعے شامل کیئے گئے ہیں۔

جُو وہ بابو دُسَٹے چھیلیسَٹے پھالے نے بابو
جُو وہ بابو مالئ شِل تھونی جودی تھیلاس نے بابو
جُو وہ بابو گٹو چھتی تھے چھوریم تھالو نے بابو
جُو وہ بابو ہتوڈنری تھے چھوریم تھالو نے بابو
جُو وہ بابو دی گی پوسَ تھے چھوریم تھالو نے بابو
جُو وہ بابو دربٹی گی کھنڈ دولیلی نے بابو
جُو وہ بابو پوئینلی تھگے جودی تھیلاس نے بابو

ترجمہ:

الوداع بابا دسٹے (ظالم) باراتی پہونچ گئے
الوداع بابا پوجن ستون سے مجھے دور کیا جائے گا
الوداع بابا مجھے گٹو چھتی (لاڈلی) بنا کے رکھنے کا وعدہ کیا تھا
الوداع بابا ہتوڈنری (بوڑھاپے کی لاٹھی) بنا کے رکھنے کا وعدہ کیا تھا
الوداع بابا اپنی بیٹی کو بیٹا بنا کے رکھنے کا وعدہ کیا تھا
الوداع بابا مجھے اپنی دہلیز پہاڑ کی طرح لگ رہی ہے۔

الوداع بابا مجھے پوئیلو کے باغ سے جدا کیا جا رہا ہے

بوشے گانے کے بعد ایک باراتی گھر سے باہر نکل آتا تھا اور اندر والے باراتی کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ دُلہن کو باہر لے آئے مگر دُلہن کی ہم جولیاں دُلہن کو نہیں چھوڑتی تھیں۔ تب باہر والا باراتی یہ گانا گاتا تھا۔

کِل گا کیے راٹیلولا کیلی میارومینڈؒ وجا
کھورے تی نؒے لو کیلی مایارومینڈؒ وجا
کِل گا کیے راٹیلولا کیلی میارومینڈؒ وجا

ترجمہ:

اے کل (پہاڑی بکرا) تم پہاڑ کے زینے میں کیوں پکڑے گئے۔
اے نگینے جیسے سُم والے کل (پہاڑی بکرا) تم پہاڑی زینے میں کیوں پکڑے گئے۔

یہ گانا گانے کے بعد اندر والا باراتی بھی باہر آجاتا تھا۔ دُلہن کی ہم جولیاں دُلہن کو تب بھی نہیں چھوڑتی ہیں۔ اسی دوران ایک اور گیت گانا پڑتا تھا۔:

تُوکھس رَ امالئ گوتی جوتو کھس رَ اکیے گا کھر انڈؒ ی لیے
تُوکھس رَ اروپئ شاتوسی تو کھس رَ اکیے گا کھر انڈؒ ی لیے
تُوکھس رَ سونڈؒ ی جیتوسی تو کھس رَ اکیے گا کھر انڈؒ ی لیے

ترجمہ:۔

اے دلہن باپ کے خیمے سے نکل جا تو پیچھے کیوں ہٹتی ہے۔
اے دُلہن تو چاندی میں لدی ہوئی ہے تو کیوں پیچھے ہٹتی ہے تو باہر نکل جا۔
اے دلہن تو سونے میں سجی ہوئی ہے تو کیوں پیچھے ہٹتی ہے تو باہر نکل جا۔

اس کے بعد دُلہن باہر نکلتی تھی۔ ہم جھولیاں پھر گانے کی ضد کرتی تھیں۔ یہ

گیت صرف ان جگہوں میں گایا جاتا تھا جنہیں گلی کا درجہ حاصل تھا۔ مشہور ہے کہ کھندہ، گنڈیال، ہولیال، مشکوہ اور پاندراس شامل تھے۔ اس گانے کو گلیو گائی یعنی چوک کا گانا کہا جاتا تھا۔ [1]

موکھی گالیے جادنڈی دے تابوجیم گوچومونے بوجیم
پُورِجی کاجوجادنڈی دے تابوجیم گُوچومونے بوجیم
ٹکیو بالیو وجو ٹکیے کھیے تابوجیم گُچومونے بوجیم

ترجمہ:۔

میں چوک میں ناچ کے جاوں گا خالی نہیں جاوں گا۔
بیٹے کی شادی ہے ناچ کے جاوں گا خالی نہیں جاوں گا۔
روٹیوں کا ڈھیر سامنے پڑا ہے روٹیاں کھا کے جاوں گا خالی نہیں جاوں گا۔

دُلہن باراتیوں کے حوالے کی جاتی تھی۔ مگر ہم جھولیاں دور تک دُلہن کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں اس دوان ایک اور گیت گایا جاتا تھا۔

تھیا پھراتومینیے ملارے تھیا پھرا مورے چھوت بیلو۔
تھیا پھراتومینیے سزارے تھیا پھرا مورے چھوت بیلو۔
مورے لیدوس شوکوٹو رونڈ یک تھیا پھرا مورے چھوت بیلو۔

ترجمہ:۔

اے میری ماؤ تم واپس چلے جاو مجھے دیر ہو رہی ہے۔
اے میری بہنو تم واپس چلے جاؤ مجھے دیر ہو رہی ہے۔
مجھے سفید محل کی رانی مل چکی ہے مجھے دیر ہو رہی ہے تم واپس چلے جاؤ۔

کبھی تکرار کے مواقعوں پر یہ مصرعے بھی جوڑ لیے جاتے تھے:

---

[1] محمد شفیع ساگر

تھیا پھرا پھوسَیے پھلا یئے تھیا پھرا مورے چھوت بیلو۔
تھیا پھرا اُوبش ٹوکوریے تھیا پھرا مورے چھوت بیلو۔
مورے لیدوس شوکوٹو رونڈ یک تھیا پھرا مورے چھوت بیلو۔

ترجمہ:۔

اے بیکار لکڑیاں تم واپس چلی جاؤ مجھے دیر ہورہی ہے۔
اے فُصلہ بھری ٹوکریاں تم واپس چلی جاؤ مجھے دیر ہورہی ہے۔
مجھے سفید محل کی رانی مل چکی ہے مجھے دیر ہورہی ہے تم واپس چلی جاؤ۔

دراس اور وادئ کرکت کے چند مشہور قدیم لوک گیت

وادی کرکت میں رائج چند قدیم گیت

کرکت کا ایک اور قدیم گیت ملاحظ فرمایئے جس میں ایک نوجوان اپنی ماں اور اپنی محبوبہ دونوں کی جُدائی سے مجبور ہوکر اپنے دِل کی روداد کچھ اس طرح سے سُناتا ہے۔

دم دم موئی ارَ وگورَے گالوس تو
گلی سن کتاب گہ گینین بیان تو جوک رزیم
جکی شل تو ہونڈ تھے گابوجین شلی سَل تو کھر تھے گابوجین
تومینی ماں ہئی تھے
موئی گناہگار نو گہ پیالوپھے دو دیم گائے گادو دیم
مورے گا جوک چارا
ایک بودو آنہ تھے گا پیار تھین
دوبوئی چار آنہ تھے گا پیار تھین
خدائے بندہ
چھکی مچھورو بیایوں گہ کھاری

مخملو وسکٹ بونون تھے بیا گو جا
چلو کی نی جِل بئ کھینارے
مئی سے گُوری ہلال تھے گا ہیلی
خدائے بندہ
جِل تو دوراجیو گا آلو
میو ہیو دو گینڈٌ وگا آلو
خدائے بندہ (بشکریہ علی محمد دائیمو)

ترجمہ:

پریشان ہو کر جب میں اپنے گھر پر جاتا ہوں۔ تو گلی سن کتاب اٹھائینگے بیان میں کیا دونگا۔

سینکڑوں لوگ اوپر جاتے ہیں سینکڑوں نیچے چلے جاتے ہیں اپنی ماں سے ملنے
میں گنہگار چرواہا دو چکریں لگاؤں دو گیت گاؤں مجھے کوئی چارا نہیں
اکیلا ہوں تو کوئی پیار کرتا ایک آنہ
دو سے چار آنہ پیار کرتا
ارے خدا کے بندے
ان گھنے پیڑوں کی شاخوں کے نیچے مخمل کا وسکٹ پہن لیں ان کی طرح ہم بھی
صبح سورج نکلتے وقت میری گوری (محبوبہ) دلہن بن کر چلی گئی
ارے خدا کے بندے
زندگی دور ہوتی جا رہی ہے
میرا دل بھی پریشان ہوتا جا رہا ہے
ارے خدا کے بندے۔

ایک چنا گائی

دم دم موگورَے گالوس تو
وہ کلائَی سے جورونڈٚ یک گادینی
برومیم واسَیسَا جوگاڈاٚنو
آجورون توسے موجا گاوی تا
داروتو پھوٹ تھے واتھیرو
دودی آجے گورَے گہ وزی
شلیلو دودی اجے گاوات تو
دومینڈٚ گاکھیا تاب گی کھذون
برومم وناگئی گانا گابالی
سَیسَون نُش توپایون تھے گاہرتا
مئِی توٹیکیر یوگادودتو
پیم مجا پھڑ یک مورے گابیلو
دم دم موگورَے گالوس تو
وہ کلائَی سے جورونڈٚ یک گادینی۔ [ا]

☆☆☆☆

[ا] وادی گلتری میں رائج ایک قدیم گیت

کلائی گائی

صرعوں والے گیت تخلیق
ونے تحریر کئے گئے

آجے گا کیلائی وہ تُو شُمشمی کئے بیلیے۔
بروموم واپوسؔ وا مُوسو ماکھوتیووئی پیا لیس
آجے وکیلائی وہ تھیؔ آکھینگ دارولیلیک گاسؔا تو
بروموم وپوسؔ وامیار موٹئے جابلدیڈ یک گادالیس
بروموم وائی آجے پار آدار گی جک توک گا کھاتے
بروموم واپوحِ وا لاحِو لِچھ پیالے گابل نے
آجے گا کیلائی وہ وہ کھنر تو بق گی گاہانے
بروموم واپوح واوہ لاحِھا پیالوڈنا ریے گا بیلا
آجے گا کیلائی وئی ٹھوسی سے موسَنے گا دینا
بروموم واپوسؔ واٹھوسورے کاکے گا تھینو
آجے گا کیلائی وہ کیلائی سے موسُنے گا دینائی
بروموم واپوسؔ واکیلا یورے اجے گا تھینو
آجے گا کیلائی وہ میارے سے موسَنے گا دینا
بروموم واپوحِ وامیار ورے بابے گا تھینو

کرکت (بڑگام) اور دراس کے علاقوں میں چند قدیم گیت مختلف روایتی ایام میں گائے جاتے تھے۔ نوجوان نسل شادی بیاہ کے دوران ان گیتوں پر شینا رقص کی محفلیں سجاتے تھے۔ ایسے چند گیت ملاحظہ کیجئے:

نی نشہ اک گہ سَتو نی سگریٹے جو
راشن کم بووازی کمسریٹے جو

مسومز دور یک تھے مس نی روپائے کار
مئی عُیال گا دادی کھری بُنیا لے جو
چھکے مُچھور وکھری اوشیک بُو ربئ
ہیئے تعریف نے تھے و وہیئے دور بئ
چار گھنٹے گوٹے دری سوری بُو ربئ
پزاری گا نوش تھے نتایا بئ گئ

نی والی سُوری سے تھپ تھے گا مودئ گئ

اسورے آس پاس مجا بونڑری ہن
جکورے وانین شیر بونی پاری ہن

جیلے گا یار تو راہی بو بوجے
قلم تھئ ہتھیرے گنی منشی بو بوجے

ایک اور قدیم گیت کے چند مصرعے پیش خدمت ہیں:

شے ہنا لوجا گا کینڈ وکاک ہانو
کا کئ باش پرو.جی ہنیال بلالوجا آلی
سندہ تاری گانی گالا بولا جُوے دو
چونڈی ہلال ولے میونڈی گاپے شُلالے
گُوشپوری گہ نی الا ساز یک ہئ
کونڈ گی کوٹی گانی زبان گی چاٹیک ہئ

چار بیت وادئ گریز

وادی گریس میں قدیم دور میں ''چار بیت'' یعنی چار مصرعوں والے گیت تخلیق کئے جاتے تھے۔ نمونے کے طور پر ذیل میں چار بیت کے چند نمونے تحریر کئے گئے ہیں:

اسو مو مور ولو ہنو
مو مودو نو گورو ہنو
انی والئی سورئے مجا
مو مودو نے کھورے کھاتے
تُو میو یوروش ہنو
تھئَ مو اوڈورا گی نے
گُوڈو موسَی چھِیجے جہ وئَ والے
تو می سند پریشا گی نے
سانجِوج پشاس تو مئَی سُندِر
تھرِ بوئَ نیسَ مورے گئی
اچھے کھسَ تھے میی نظرِ تھاس
تھپا وارِی جیک گہ نے پشاس

☆☆☆☆

باب سوئم

جدید شینا شاعری

گلگت بلتستان

لداخ

اور جموں و کشمیر میں شینا شاعری

شینا زبان میں شاعری کا آغاز

گلگت میں شینا شاعری:

جموں و کشمیر اور لداخ میں بولی جانے والی شینا زبان کے ادب اور شاعری کے بارے میں جاننے سے پہلے گلگت (جو کہ موجودہ اور قدیم دور میں شینا زبان کا مرکز رہا ہے) میں شینا ادب اور شاعری کے حوالے سے چند سطور ملاحظہ فرمائیں۔

گلگت اور اس کے اطراف میں جس صنف میں شعرا اپنے خیالات کا اظہار شاعری کے ذریعہ کرتے تھے اسُے برانگ گائے کہتے ہیں۔ برانگ کے معنی نخرہ اور گائے کے معنی گانے یعنی ناز و نخرے والے گیت۔

یوں قدیم دور میں گلگت اور اس کے اطراف میں شعراء اپنے احساسات اور جزبات کا اظہار برانگ گائے یا برانگ شاعری کے ذریعے کرتے تھے جبکہ جموں و کشمیر اور لداخ میں آباد شین درد قدیم دور میں چینا گائے یعنی غم بھرے گیتوں کے ذریعے اپنے خیالات اور احساسات کو سامعین تک پہنچاتے تھے۔

برانگ شاعری میں روانی ہوتی تھی جبکہ تخیل کے اعتبار سے گہرائی اور متانت ہوتی تھی جبکہ چینا گائے سوز و گداز اور غم واندوہ کے علاوہ اضطرابی کیفیات کا مظہر ہوتی تھی مگر برانگ گائے اور چینا گائے میں جدید شاعری کے مقابلے میں ادبی خامیاں ضرور تھی چونکہ یہ گیت بحر، زمین اور ردیف وقافیہ کی پابندیوں سے بالکل آزاد تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں شینا شاعری کیلئے قواعد مرتب نہیں ہوئے تھے جبکہ لفظ شاعری سے اس زمانے کے لوگ ناآشنا بھی تھے۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے دوران شینا زبان میں فارسی اور اردو طرز شاعری کے آثار نمودار ہونے لگے آہستہ آہستہ شینا زبان میں فارسی اور اردو طرز شاعری شروع ہونے لگی اس حوالے سے غلام حسن انجم صاحب اپنی کتاب ''شینا ادب اور شاعری'' میں یوں رقمطراز ہیں۔

> ''علم و ادب کی ترقی کے بعد شینا شاعری اور زبان و ادب میں مختلف اصناف سخن کی پہچان ہوتی ہے اس طرح عام شاعری کی ترقی کے بعد برانگ قسم کی شاعری اور طرز ادا میں یکسر کمی آگئی ہے بلکہ آج کے دور میں برانگ طرز کی شاعری بطور قدیم یادگار باقی ہے اس طرح آج کے اس دور کی شینا شاعری کا مجوزہ انداز بیان میں ادب کے ساتھ سلاست و روانی کے علاوہ رزمیہ اور بزمیہ طریق شاعری نے معاشرے میں خاص جگہ پیدا کیا ہے اس لئے عربی فارسی اور اردو وغیرہ زبانوں کی تلمیحات اور استعارات نے اپنی گرفت مضبوط کرلیا ہے اس لئے شینا زبان کے شعراء نے دیگر بڑی زبانوں کے شعراء کی طرح مختلف اصناف سخن میں بھرپور طبع آزمائی کر کے شینا زبان و ادب کو ایک خاص مقام دینے کی کوشش کی ہے''۔

۱۹۴۰ء کے بعد گلگت میں شینا جدید شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس دور کے نمایاں شاعروں میں سرفہرست ہیں خلیفہ رحمت ملنگؔ جن کے کلام میں تصوف اور طریقت کا ایک خاص رنگ غالب ہے۔ رحمت ملنگؔ فارسی اور شینا دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ان کے کلام میں عشق حقیقی اور مجازی دونوں تصورات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

رحمت ملنگؔ کے علاوہ محمد عبداللہ ملنگؔ اور غلام نصیر بابا چلاسیؔ بھی شینا زبان کے

ابتدائی شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ عبداللہ ملنگؔ نے غزل کے علاوہ قصیدہ، مرثیہ اور نظم جیسی اصناف شاعری پر طبع آزمائی کی ہے۔ بابا چلاسیؒ کی شینا شاعری میں نظم، غزل حمد و نعت اور مرثیہ کا خاص عنصر نمایاں ہے۔

۱۹۵۰ء کے بعد گلگت اور اس کے قرب و جوار سے شینا مطبوعات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں نصیر الدین المعروف حضرت بابا چلاسیؒ کا شینا شعری مجموعہ ''جواہر چلاسی'' منظر عام پر آیا۔ 'جواہر چلاسی' شینا ادب کی پہلی کتاب ثابت ہوئی۔ ۱۹۷۴ء میں پروفیسر محمد امین ضیاءؔ کا مجموعہ کلام ''سان'' منظر عام پر آیا۔ یہ دونوں کتابیں شینا ادب کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی۔ اس کے بعد گلگت میں ادبی کتابوں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ جن میں مختلف اصناف شاعری کے مجموعات منظر عام پر آتے گئے۔

۱۹۸۵ء میں اکبر حسین اکبرؔ کی شینا کتاب ''سمو اور سول'' شائع ہوئی۔ اس کتاب پر صدارتی ایوارڈ بھی دیا گیا۔ گوہر علی گوہرؔ کی شینا شاعری کا مجموعہ ''رچھالے مسالو'' بھی منظر عالم پر آچکا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مجموعہ کلام شائع ہو چکے ہیں۔ راقم نے خود استاد محترم غلام حسین انجمؔ سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ کر کے ان کی کتاب ''شینا ادب اور شاعری'' کے لئے درخواست کی تھی کتاب ارسال کرنے کیلئے انجمؔ صاحب کا ناچیز مشکور و ممنون ہوں۔

گلگت اور قرب و جوار کے چند شاعروں کی سوانح حیات اور انکے کلام استاد غلام حسین انجمؔ دیغوری صاحب کی کتاب 'شینا ادب اور شاعری' سے یہاں نقل کیا جارہا ہے۔ شینا ادب اور شاعری میں مصنف نے درج ذیل شاعروں کو اپنی کتاب میں شامل کیا ہے بقول انکے یہ شعراء قدیم اور دور جدید میں شینا ادب کی ترجمانی کر رہے ہیں:۔

رحمت ملنگ جان

۱۸۷۹ـ۱۹۷۱

خلیفہ رحمت جان نام اور ملنگ تخلص کہتے تھے ۱۸۷۹ء میں علاقہ پونیال کی راجدھانی شیر قلعہ گلگت میں پیدا ہوئے۔ رحمت نے معمولی تعلیم پائی تھی۔ رحمت ملنگ گلگت سکاوٹس میں فوجی تھے۔ مناظر قدرت کا مشاہدہ کرنا اور سیاحت کے وہ بہت شوقین تھے ملنگ جان ایک فطری شاعر تھے۔ ان کی عشقیہ داستان جس میں ایک دیہاتی لڑکی یورمس سے ان کی محبت کا قصہ کافی مشہور رہا ہے۔ ان کی شاعری اسی دائرہ کے ارد گرد چلتی ہے رحمت ملنگ کی شینا اور فارسی شاعری پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کلام میں تصوف وطریقت کا ایک خاص رنگ غالب ہے۔

رحمت ملنگ جان اور یورمس خطہ شمال شینا کی یعنی گلگت کی ایک مشہور داستان کے دو کردار ہیں۔ یورمس نامی اس دیہاتی لڑکی کی سادہ اور پر خلوص محبت نے رحمت کو یورمس ملنگ بنا دیا ہے لیکن ان چاہنے والوں کی ملن نہیں ہوئی اور یورمس کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کسی اور جگہ ہوئی۔

یورمس ہری گو دشمان سے
ظلم تھے گی۔ مٹ آسمان سے

ترجمہ: دشمن یورمس کو مجھ سے جدا کر گیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ آسمان بھی مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔

یورمس کی جدائی کے بعد ملنگؔ پوری طرح بکھر گئے تھے اس کی جدائی کا ان پر اتنا اثر ہوا تھا کہ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ یورمس کا نام جوڑ دیا تھا۔ ایک فارسی رباعی میں رحمت ملنگؔ یورمس کے بارے میں اپنے خیالات یوں اظہار کرتے ہیں۔

بودم ملنگؔ جان بے زبان از یورمساں آمد زبان
این بیت ہارا خود نیشان من خدمت ایشان می کنم

ملنگؔ جان بے زبان تھا یورمس کی مہربانی سے زبان مل گئی۔ ملنگؔ کے اشعار گواہی دیتے ہیں کہ میں ان کا خدمت گذار ہوں۔

ایک اور شعر میں رحمت ملنگؔ یورمس سے اپنی محبت کا اظہار یوں کررہے ہیں۔

دفتر ہن ملنگؔ جانئے شروع تھون تھئ داستانئے
مئ ہونٗ ہنی ہر آستانے عاشق نش تو یورمس جانئے

ملنگؔ جان کی زندگی کی کتاب کا آغاز تیری ہی کہانی سے ہوتا ہے میں اُن مقدس آستانوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یورمس جان کا عاشق میں ہی ہوں۔

رحمت ملنگؔ ایک شعر میں خود کو مجنون کے ساتھ کچھ اس طرح سے جوڑتے ہیں:

مجنون گہ ملنگؔ جان سے
ہر بندگی توم ریٖ مسانوٹ تھے نن

مجنون (قیس) اور رحمت ملنگؔ جان کی زندگی کا مقصد فقط اپنی یورمسوں کی بندگی کرنا ہے اس شعر کے دوسرے مصرعے میں لفظ ریٖ مسانوٹ یورمس کا جمع ہے جو بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔

رحمت ملنگؔ کو محبوب حقیقی کی پہچان یورمس کی تصویر کی جھلک میں دکھائی دیتی

ہے ایک رباعی میں اس حوالے سے ملنگؔ فرماتے ہیں۔

قیامت در زندہ تھیک تو   حق حسابر جیک اٹیک تو
یورمس مو کج بیریک تو   فٹِک نے بم جا مریک تو

”قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے مجھے بھی حساب وکتاب کیلئے بلایا جائیگا۔ اوراگر یورمس کو میرے پاس بیٹھا کر دوبارہ موت دیا جائے تو میں حرکت بھی نہیں کرونگا کیونکہ یورمس کے پہلو میں مجھے موت بھی قبول ہے۔“

اس شعر میں شاعر اپنے محبوب سے حد درجہ محبت کرنے کی بات کر رہا ہے۔

اپنے محبوب کی قدر ومنزلت اور مقام کے بارے میں رحمت ملنگؔ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

جنت در جیک اٹیک تو   خوش گے حورے ہراُتھیک تو
یورمس ہرم مٹ دیک تو   ہزار حورو سانت تولیک تو

”اگر جنت میں اپنی پسند کی حوریں چننے کو کہا جائے تو ہزار حوروں کے بدلے میں صرف یورمس کو ہی چن لونگا۔ کیونکہ یورمس کی تولنا ہزار حوروں سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان ہزار حوروں کی قدر ومنزلت یورمس کے مقابلے میں بہت کم ہے۔“

دنیا کی بے وفائی اور موت وحیات کے بارے میں رحمت ملنگؔ فرماتے ہیں۔

دنیا ترکھون تھے تھونس   تھئے تیار تھے فت تھے بونس
بے نہ مرے تھے رونس   شرمندہ بے تو کج بونس

”دنیا میں ہم اپنے نفس کے خاطر دن رات ایک کر کے کماتے ہیں ایک دن ایسا آتا ہے کہ ہم نے دنیا میں جو بھی کمایا اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ہم موت کے خوف سے زندگی مانگتے ہیں موت تو اٹل ہے آخر ہم شرمسار ہو کر تری بارگاہ میں آتے ہیں“۔

خلیفہ رحمت ملنگ پر یورمس کی محبت اتنا اثر کر گئی ہے کہ بندگی میں یعنی نماز کے موقع پر بھی یورمس کا چہرہ ان کی نگاہوں میں چھا جاتا ہے۔ چند اشعار اس حوالے سے ملاحظہ فرمائیں:

گوُنے گوُنے بیجے مُس   ہئی لیل گی ہتھ دُ وُمس
نماز تھم تھے اُتھے مس   بس نیت شروع تھے ریموس
عبادت تھوک تٹ دوبامس   گوُ چو کولو سونچو وباموس
یورمس ہیر چھولے رامس   مس نماز ادا تھے موس

''اکثر سوچتے سوچتے ڈرتا ہوں خون دل سے وضو کرتا ہوں نماز کے لئے اُٹھتا ہوں نیت شروع کر کے روتا ہوں تیری عبادت نہیں کر پاتا خالی جھکتا ہوں اور کھڑا ہوتا ہوں یورمس دل میں رکھتا ہوں بس اس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔''

رحمت ملنگ شینا زبان کے ابتدائی شاعروں میں سرفہرست رہینگے۔ اگرچہ شینا شاعری میں بڑے نامور شعراء موجود بھی ہیں اور مستقبل میں پیدا بھی ہونگے مگر خلیفہ رحمت ملنگ جیسی سلاست وروانی اور قدرت بیان اور اُنکا غلبہ مشکل ہے۔

خلیفہ رحمت ملنگ جان ۱۹۷۱ء کو ۹۲ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اُنکی قبر سابقہ راجدھانی پنیال میں موجود ہے۔

ہیر زخم تھئے ختارے
لائق تھے مہ توم دربارے

☆☆☆☆☆

محمد عبد اللہ ملنگ

محمد عبد اللہ ملنگ ہنوچل ہیراموش مروک گلگت میں ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد فضل ہیراموش گلگت کے معروف لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ عبد اللہ ملنگ نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول ہنوچل میں پائی۔ پانچویں جماعت کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ مگر ذاتی محنت سے اپنے گھر پر ہی مطالعہ جاری رکھا۔ سات سال کی عمر میں عبد اللہ نے شعر کہنا شروع کیا تھا۔ ان کی شاعری وسیع خیالات کے ساتھ ساتھ تشبہات اور استعارت کے حوالے سے قابل تعریف ہے۔ آپ کے کلام میں طنز و مزاح اور تنقید و اصلاح کا خاص عنصر موجود ہے۔

محمد عبد اللہ ملنگ خطہ (شینا کی) گلگت میں ایک سماج سیوک کی حیثت سے بھی مشہور رہے ہیں ۱۹۷۱ء میں عبد اللہ ملنگ پاکستان پیپلز پارٹی ہیراموش کے صدر اور مرکز میں پہلا سٹی سیکریڑی بھی رہے ہیں۔ حلقہ نمبر ۳ گلگت کی معروف فلاحی تنظیم دوبانی ویلفئر کے عبوری صدر بھی رہے ہیں۔ آپ اپنی شینا شاعری کے بدولت حلقہ ارباب ذوق گلگت اور خطہ شمال کے ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہیں۔

عبد اللہ ملنگ کی شاعری میں قومیات سیاسیات اور مذہبیات کا انداز زیادہ نمایاں ہے۔ غزل، قصیدہ، اور مرثیہ جیسے اصناف سخن میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کی غزلوں میں عشق حقیقی اور عارفانہ مزاج زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

عبد اللہ ملنگ کی ایک عارفانہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں ملنگ اپنے محبوب حقیقی سے مخاطب ہو کر یوں فرماتے ہیں:

تھئے صفت کچاک گہ تھم وعدہ بوت گناہ نے بو یامئی تمنانہ بوت
صرف تھے دیدار گہ نش یا صفت گے آشنانہ بوت
نی دنیات سے دینک اے مثالو جو تعجب ہنوس نی نیے مخالف ہنوس
تھیئے خیال غالب ہنی خیال گنی غالب ہنوس
کوس مثال یونئ دینین کوس سوری مس اچھی تھاموس اکوٹ تسلی دیموس
مس مثال موسیٰؑ گہ کوہ طورے تجلی دیموس

ترجمہ:

”اے میرے محبوب تیری تعریف جتنی میں کرتا ہوں اس کے ساتھ وعدہ بھی رہے گا کہ مجھ سے کوئی گناہ بھی سرزد نہ ہو یا میری تمنا بھی نہ ہو۔ تیرا دیدار ہی نہیں یا تیری صفت سے آشنا نہ ہو۔ یہ دنیا والے جو مثال دیتے ہیں اُن پر میں تعجب ہوتا ہوں جبکہ میں ان مثالوں کا مخالف ہوں تیری مثال سب سے ارفع واعلیٰ ہے اس لئے میں سب پر غالب ہوں۔ کوئی تیری مثال چاند اور کچھ سورج سے تشبیہ دیتے ہیں میری آنکھیں منتظر رہتی ہیں اور اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوں کیونکہ میں تو حضرت موسیٰؑ اور کوہ طور کی تجلی سے تشبیہ دیتا ہوں“۔

اپنی ایک نظم میں عبداللہ ملنگ سماجی برائیوں کا حوالہ دے کر اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

اک قرآن اک خدا ہن تھے دشٹینن رَا گہ رَا ہن تھے
حرص گہ دشمنے دوکھہ گے گوٹلا جنگ بلن مولا
آفیسر دفترے چور ہنے مقرر ممبرر چور بوت
ملنگ سیل پچیئے کہہ آن پھت تین کون ملنگ بلن مولا

ترجمہ:

"یعنی قرآن بھی ایک اور خدا بھی ایک مانتے ہیں جبکہ بھائی بھائی ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں مگر دشمن کے فریب اور لالچ میں آ کر گھریلو جنگ لڑ رہے ہیں مولا۔ دفتروں میں آفیسر چور ہیں اور خطیب منبر کا چور ہے تو ملنگؔ کی پہچان کہاں ہوگی؟ اب ملنگ کہاں باقی رہا مولا"۔

عبداللہ ملنگؔ کی شاعری کا عام تخیل سماج، تہذیب و تمدن، بھائی چارہ اور قومی اصلاح کے ارد گرد رہتا ہے۔ وہ غزل لکھتے ہیں مگر ان کا محبوب عام فہم زلف دراز دو شیزائیں نہیں بلکہ محبوب حقیقی کی تجلیوں کے وہ شیدا ہیں۔ وہ اپنے محبوب حقیقی سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی غزلوں میں عارفانہ اور عشق حقیقی رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔:

طاقت نش کو انسانئے ظاہر بے تھے شکل پیش تو عدل بو جش نوشروانئ
اثر گئے تھئے کلام دوے پر بسگہ توٹ نظر تھیش تخت پھٹ بیش سلیمانئ
تھے صبر پھونر نیا تھئے مثال ہن زم زمیا تھئَ اِچھیئے ہنر ینا
طاقت بیت قلمینا چگا تھوگ تھئیے بن بنینا عمر کون بئیے ملنگیناؔ

ترجمہ:

"کسی بھی انسان کی طاقت نہیں اگر تیری صورت ظاہر ہو جاتی تو نوشیروان کا عدل بھی ختم ہو جاتا۔ تیرے کلام کی تاثیر سے دیو ذات بھی تیری طرف نظر کرتے اور سلیمان کا تخت چھٹ جاتا۔ تیرا صبر پھول کی مانند ہے تیری مثال زم زم کی طرح ہے تیری نظر حکمت کی ہے اے کاش قلم میں تیرے ہر جزؤ کی مدح کی طاقت ہوتی مگر ملنگؔ کی اتنی عمر کہاں ہوگی"۔

☆☆☆

غلام نصیر بابا چلاسیؔ

شیخ غلام نصیر المعروف بابا چلاسی ۱۹۳۸ء میں بمقام تھک ضلع گلگت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید امیر تھا۔ نصیر نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز مسجد و مکتب سے کیا۔ گیارہ برس تک حصول علم میں مشغول رہے۔ کئی برس بعد آپ پر عرفان وتصوف کا اثر ہوا۔ آپ نے نیم وجدانی کیفیت میں عرفان کی تلاش میں جگہ جگہ صحرا صحرا گومنا شروع کیا۔ مرشد کامل کی تلاش تھی۔ غلام نصیر بڑی کٹھن صعوبتیں جھیل کر عرفان وطریقت کی خاردار وادیوں میں سرگرداں رہے۔ انہی دوران غلام نصیر سے آب بابا چلاسیؔ کے نام سے مشہور ہوئے۔ پندرہ سال عرفان کے جذبہ مستی میں رہنے کے بعد آپ نے درس اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔

بابا چلاسیؔ درس وتدریس وعظ ونصیحت اور شعر وشاعری میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُن کی شینا اور فارسی شاعری میں نظم، غزل، حمد، مرثیہ اور نعت کا خاص عنصر نمایاں ہے۔ آپ کا کلام گلگت کی تہذیب وثقافت کا آئینہ دار ہے جبکہ آپ کا فارسی کلام عرفان وتصوف کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ آپ کی شاعری میں حمد پروردگار، نعت نبیؐ، قصائد اہلبیتؑ کے علاوہ دنیا کی بے ثباتی کے موضوعات موجود ہیں چونکہ مقام عرفان کی معرفت شریعت کی اصلی حقیقیت کے توسط سے محبوب ازلی کے عشق سے کھلتی ہے اسلئے عشق حقیقی کے بغیر عرفان کے منازل ادھورے رہ جاتے ہیں اس لئے مقام عرفان میں محبوب حقیقی کا عشق ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو مردہ دلوں کی بقاء و دوام عطا کرتا

ہے۔

بابا چلاسی ایک فارسی مصرعے میں یوں اظہار مدعا کرتے ہیں۔

نکات عشق میگوید چلاسی
صبا آگاہ کون ہر نکتہ داں را

ترجمہ:

''یعنی چلاسی عشق کے رموز بیان کرتا ہے اے باد صبا ہر نکتہ داں کو با خبر کردو''۔

بابا چلاسی عرفان وتصوف اور عشق مصطفیٰؐ کے گہرے سمندر میں ڈوب کر ایک شینا نعت میں یوا ظہار عقیدت کرتے ہیں:

ہنو دلبر مئے مصطفیٰؐ عربی بیشک نبی ہوں مئے مجتبیٰؐ عربی
آل خوباں مئے حبیب قول چشماں مئے حبیب
زیب انساں مئے حبیب عالی نسب مئے دلربا عربی
بیشک نبی ہوں مئے مجتبیٰ عربی
رُو محترم ہنو سئے صدر عالم ہنو سئے
فخر آدم ہنو سئے بدر الدجا شمس الضحیٰ عربی
بیشک نبی ہوں مئے مجتبیٰ عربی
وصف گراں سیسئے رب ثناء خواں ہنو سیسئے
نخو قرآن ہوں سیسئے امی لقب شمس الھدا اعربی
بیشک نبی ہوں مئے مجتبیٰ عربی
ہوں سیسئے کان حیا [illegible] ہنو سیسئے بحر سخا
ہنو سیسئے گنج وفا مئے دلربا ہوں مئے مصطفیٰؐ عربی
بیشک نبی ہوں مئے مجتبیٰ عربی

ترجمہ:

’’محمد مصطفیٰؐ عربی میرے دلبر ہیں بے شک نبی ہیں وہ میرے مجتبیٰ عربی آل خوبان ہیں وہ میرے حبیب قول چشمان ہیں وہ میرے حبیب حسن انساں ہیں وہ میرے حبیب عالی نسب میرے دلربا عربی مصطفیٰؐ عربی بے شک نبی ہیں۔ اس کی ذات پاک بہت قابل تعظیم ہیں ااور کائنات کے وہ رئیس ہیں۔ فخر آدم ہیں بدرالدجا شمس الضحیٰ عربی بے شک نبی ہیں میرے مجتبیٰ عربی آپ کی ثنا مشکل ہے رب خود آپ کا مداح ہے قرآن آپکی نشانی ہے آپ کا لقب امی شمع ہدایت ہے

میرے مجتبیٰ عربی حیاء کے مخزن اور سخاوت کے سمندر ہیں آپ خزانہ وفا ہیں۔

بابا چلاسی کو شینا مرثیہ نگاری میں بھی مہارت حاصل ہے۔ ان کے مرثیوں کی ہیئت طرز مثنوی ہے۔ نمونہ کے طور پر بابا چلاسیؔ کے ایک مرثیہ سے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

بل بلو ویئے شوٗنی شری غُر غُر تھے ترس نے اڑھا
او بے تمیز کوس گہ آئیں زیلے ظلم نہ تھبیا
کہ ناحق برونو تھا علیؑ گہ فاطمہ جگر
لیلے مجا حیب بلو سئیے اسو نازنین پسر
قبرٹ غمگین بلو محمدؐ خیرالبشر
او بے عقل قتل اہلبیتو گہ بہتر پشا

ترجمہ

’’کتے کی طرح غراتا ہوا حملہ کیا تجھے رحم نہیں آیا
اے بدتمیز کسی نے بھی ایسا ظلم نہیں کیا ہے
کیونکہ تم نے ناحق علیؑ اور فاطمہ کے جگر کو چیرا ہے۔

خون میں اُن کا عزیز بیٹا ڈوب گیا ہے

محمدؐ خیر البشر اپنی مرقد میں غمگین ہیں

اے بے عقل تو اہلبیتؑ کے قتل کو کیوں بہتر جانتا ہے"۔

جدید شینا شاعری میں بابا چلاسؔی کا اعلیٰ مقام ورتبہ ہے۔ ان کا شعری مجموعہ "جواہر چلاسی" شینا ادب کی پہلی کتاب ثابت ہوئی ہے۔

نکاتِ عشق میگو ید چلاسؔی
صبا آگاہ کن ہر نکتہ دارا

☆☆☆☆☆

غلام نبی وفاؔ

غلام نبی نام اور وفاؔ تخلص کہتے ہیں ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء میں بلچھار گلگت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بلچھار پرائمری سکول میں پائی اور میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول گلگت میں داخلہ لیا۔ میٹرک کا امتحان پشاور یونیورسٹی سے پاس کیا۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد ۱۹۵۵ء میں ہائی سکول گلگت میں بحیثیت مدرس آپکا تقرر رہوا۔ اور دوران ملازمت آپ نے ۱۹۶۸ء میں لاہور بورڈ سے ایف۔ اے اور ۱۹۷۰ء میں کراچی یونیورسٹی سے اول درجہ میں بی اے پاس کیا۔ اپنی ملازمت کے دوران آپ نے مختلف اسکولوں میں خدمات انجام دئے۔ ۱۹۹۳ء میں وفاؔ صاحب اپنی ملازمت سے باعزت سبکدوش ہوئے اور آج کل قومی فلاحی کاموں میں حصہ لے رہے ہیں۔

غلام نبی وفاؔ کا بہت سارا ادبی ذخیرہ ۱۹۸۸ء میں ایک بڑھے سانحہ میں جل چکا تھا۔ حاجی غلام نبی وفاؔ کی فکر قومی حمیت اور حب الوطنی کے جزبے سے لبریز ہے۔ ان کی شاعری سلاست ندرت بیان اور طرز ادا کے حوالے سے بڑی جاندار ہے۔ جس کی اعلیٰ مثال ذیل کے اشعار سے لی جاسکتی ہیں یہ اشعار ان کی ایک نظم وطن سے ماخوز ہیں:

تھے بروئے کونو سو سانے جو کم نش
تھئے یائے وئی مٹ زم زمے جوکم نش
گلیت گلیت ہن مئی ہر لیی کھگانٹ
سوئزرلینڈ گا لندنے جو کم نش

شدا لے اُوثی گا تھے کھاوٹ نزر
توم ہیے لیل گا بوت تھے پاوٹ نزر

ترجمہ:

”تیرا ابرو کا کانٹا میرے لئے سوسن سے کم نہیں۔
تیرے دریاؤں پر بہتا پانی میرے لئے آب زم زم سے کم نہیں
گلیت تو گلیت ہے تیری ہرلی پہاڑ کا ڈھلوان
سوئیزرلینڈ اور لندن سے کم نہیں ہے
میں قربان ہوں تیرے ان سونا پھیلانے والے دریاؤں پر
میں اپنا خون دل تم پر نثار کرتا ہوں
اور ہزاروں جانیں تیرے قدموں پر قربان کرتا ہوں“۔

غلام نبی وفاؔ کی ایک عشقیہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائے جو ندرت بیانی اور تخیل کے اعتبار سے ایک جامع تصور کے ساتھ دل کو لبھانے والی غزل ہے۔

مس جیک لکھی گاس جیک لئی گاس جیک تھے توسوئی گاس
مس جیک پشی گاس چگا تھوک زبان دے
بے وفا جگو سانت آبادی مٹ کئے دے گا خدایا
ما بیزار ہنسوس بدل تھے بیابان دے
نصیب مئے دادن مون کئہ تھم جگئے نی قسمتی سانت
ہزار غمی پشی گاس مس توم محبتے سانت
کرے چھورے کرے اکو جویر تھرے چکو جو
دُولفا یایوک دُو بالس نرگسے سانت

ترجمہ:

’’میں نے کیا لکھا مجھے کیا ملا تجھے پہچانا میں نے کیا دیکھا بیان کرنے کی طاقت دیدے اُن بے وفا لوگوں کے ساتھ مجھے کیوں آباد رکھا خدایا
میں بیزار ہوں مجھے پھر سے بیابان میں بسالے
میرا نصیب جل چکا ہے میں لوگوں کی قسمت سے کیا مقابلہ کروں میں نے محبت کے ساتھ ہزار غم دیکھے ہیں
کبھی سامنے بٹھا کر کبھی اپنے سے آگے گرا کے دیکھتا ہوں مجھ میں اتنی طاقت بھی نہیں رہتی کہ اپنی نرگس کے ساتھ تھوڑی دیر چل سکوں۔

خداوند کریم کی بارگاہ میں اپنے جذبات اور احساسات کو غلام نبی وفاؔ اپنی ایک جامع غزل میں یوں پیش کرتے ہیں:

اچاک صورت تس نہ دے اک تو نرگس مجا
اک توصبر دے تس محبت مجا
دنیاتے نوم مہ دوزخ مجا گلہ پروش مئی
اک حاجت گا پوری نے تھیگا ایک کمی آشل تھے قدرت مجا
دنیاتے حسن گا دولت جیک کا فرانوٹ ہنا
بندگی فقط بے مسلمانوٹ ہنا
تھئی بندگی گا عبادت تھی تئے انعام مجا
غم گہ ہیسَ فقط بے غریبانوٹ ہنا

ترجمہ:

’خدایا اتنا حسن نرگس کو نہ دے اگر اسے حسن عنایت کیا ہے تو مجھے محبت میں صبر کرنے کی طاقت عطا کر دنیا کے کام سے میں دوزخ میں ہوں۔ خدایا میرا شکوہ سن

لے میری ایک بھی حاجت پوری نہیں ہوگئی تیری قدرت میں کونسی کمی تھی۔ دنیا کا حسن اور دولت صرف کافروں کیلئے ہے اور بندگی فقط ہم مسلمانوں کے لئے ہے۔ تیری بندگی اور عبادت کے صلے میں ہم غریبوں کی قسمت میں فقط غم اور پریشانی ہی ہے"۔

غلام نبی وفاؔ کا ادبی سفر جاری ہے پس انہیں اپنی ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر یادوں کی بارات کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے تا کہ شینا ادب کا یہ اثاثہ مستقبل کے لئے ذخیرہ بن جائے۔[1]

---

[1] غلام حسین انجم

راجی رحمت نظرؔ

(۱۹۲۴ء......۱۹۹۴ء)

راجی رحمت نام اور نظرؔ تخلص ۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو گور گوہر آباد (دیامر) میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا زاد بھائی مولوی عبدالغفار سے حاصل کی ۔ آٹھویں جماعت تک آپ نے مڈل سکول گلگت سے تعلیم حاصل کی ۔ آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد حصول علم کی خاطر ہندوستان کا رخ کیا ۔ جہاں انہوں نے مشہور مدارس قائم العلوم امروہہ اور امینیہ دہلی سے تعلیم حاصل کی ۔ ان دینی مدارس سے سند فروغت بھی حاصل کرلیا پھر الہ آباد یونیورسٹی سے عربی آنرز اور پنجاب یونیورسٹی سے فارسی کے امتحانات امتیازی نمبرات کے ساتھ پاس کیا ۔

۱۹۴۲ء میں آپ دینی علوم سے فارغ ہو کر اپنے آبائی وطن گوہر آباد گلگت واپس چلے آئے اور یہی ایک مقامی مسجد میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے ۔

۱۹۹۶ء میں آپ اس دار فانی سے انتقال کر گئے ۔ راجی رحمت نظرؔ کا شمار شنا زبان کے اولین شاعروں میں ہوتا ہے آپ کو ابتداء سے شعر و شاعری سے دلچسپی تھی مگر عنفوان شباب میں آپ نے اپنی مادری زبان شینا میں ہی شعر کہنا شروع کیا اور بعد میں فارسی اور اُردو میں بھی شعر کہتے تھے ۔ آپ کا کوئی شعری مجموعہ منظر عام پر نہیں آیا ہے ۔ اس حوالے سے غلام حسین انجمؔ اپنی کتاب شینا ادب اور شاعری میں رقمطراز ہیں:

”آپ ایک معتدل مزاج عالم دین تھے حج بیت اللہ شریف سے

مشرف ہوئے تھے بقول آپ کے شہنشاہ کونین کے نام سے ایک کتاب بھی مرتب کیا ہے لیکن نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر یہ کتاب منظر عام پر نہیں آئی اور شاعری میں آپ نظرؔ تخلص رکھتے تھے مولوی استاد راجی الرحمت نظر خطہ شمال گلگت کے آسمان ادب کا ایک درخشندہ ستارے تھے۔"

آپ کے کلام میں قصیدہ اور نعت کی تعداد زیادہ ہے قصیدہ کے علاوہ آپ نے بہت ساری غزلیں اور رباعیات بھی کہی ہیں۔

پیغمبر اسلام کی شان، عظمت اور رفعت کے حوالے سے ایک نعت شریف میں نظرؔ صاحب اپنی عقیدت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

نوم تھیئ مصطفےٰؐ ہنو
بُوٹے خلق جو اعلیٰ ہنو
خدا نہ بعد ازخدا ہنو
دنیاتے راہنما ہنو
صلِ علیٰ محمدؐ
تُو رحمت خدا ہنو
تھیئ اتھا لی شان ہنی
تھیئ دِش تو لامکاں ہنی
قربان تُجو میئ جاں ہنی
تھیئ صفت تو لائی گراں ہنی
تھے معجزے پشی نی
دُنیات بُوٹی حیراں ہنی
تھیئ ذکر ہر وطن درو
تھیئ فکر ہر بدن درو
خوشبو تھیئ ہر چمن درو تھے
براق سے فن درو
جبرئیل معراج رات چھک
پھت بو گئے ہوری پون درو
دنیاتی تاجدار ہنو
نبیانو تو سردار ہنو
مدینہ گُل بہار ہنو
میئ ہیئ قرار ہنو
توم جیل تھیموس قربان تُجو
سخت دیزے چھک پکار ہنو

خدائے تو حبیب ہنو صورت گی لائے عجیب ہنو
قوسین جو قریب ہنو مئومنانو تو نصیب ہنو
محمدؐ ہیئے مریضو کار تُو لاوٗ بڑو طبیب ہنو

ترجمہ:

"محمد مصطفیٰؐ آپ کا نام ہے آپ سب مخلوقات سے اعلیٰ ہیں خدا نہیں بعد خدا ہیں دنیا کے رہنما ہیں یا نبی تجھ پر دُرُود و سلام ہو تو رحمت خدا ہے۔ تیری شان بلند ہے تیری منزل لامکاں ہے تجھ پر میری جان قربان ہے تیری صفتیں گراں ہیں تیرے معجزات دیکھ کر ساری دنیا حیران ہے۔ تیرا ذکر ہر وطن میں ہے۔ تیری فکر ہر بدن میں ہے تیری خوشبو ہر چمن میں ہے۔ تیرے براق کا کیا کہنا۔ جبرائیل معراج کی شب نصف راستے میں جا کر رہ گئے۔ دنیا کے تاجدار ہو۔ نبیوں کے سردار ہو۔ مدینہ کے گل بہار ہو۔ میرے دل کا قرار ہو۔ اپنی جان تم پر قربان کرتا ہوں مشکل دنوں کے سہارا ہو۔ خدا کے حبیب ہو۔ قاب قوسین کے قریب ہو۔ مئومنین کے نصیب ہو۔ محمدؐ دل کے مریضوں کیلئے طبیب ہو"۔

ایک شینا غزل میں رحمت نظرؔ نے دنیا کی بے ثباتی اور حسن و عشق کی خاص کیفیات کو عام فہم اور انوکھے انداز میں کچھ اس طرح سے پیش کیا ہے۔

تھے ڈم چناری مکھ سُو داٍجو گلابئے
تھے جاکوٗ بادل تھے اٍچھیئے عقابئے
عشقییٔ چراٹی روگے جیک گہ علاج نُش
عاجز بے گیئے چٍکا بی بی خوشابے

درنیاس توشونؔ تھاس اروکاری لُپے ہن
میئَ ہیچو گون وان سؔوں تھے سیخ کبابۓ
پیدا گہ بے دُودیزے فتو مِروک ہنو
جوک زندگی ہن سوس حِکانو حبابۓ
شیو مکھ وفا نُش گون نُش ایو گلابۓ
ساتئیَ نی مورَ وٹ کون داہنے کتابۓ
نظرؔے کئے رانیت ہیئے زخم کدو ہن
تین توم ہتو طاقت حِکوک دعابۓ

ترجمہ:

”تیرا جسم چاند کی طرح ہے اور تیرا چہرہ گلاب کی مانند ہے تیری زلفیں بادل کی طرح ہیں تیری آنکھیں عقاب جیسی ہیں۔ عشق کی جدائی کے مرض کا کوئی علاج نہیں اس مرض میں عاجز ہو کر بی بی خوشان (ایک فرضی نام) مرگئی۔ میں ظاہری ٹھیک صیح میرے اندر انگارے سلگ رہے ہیں میرے دل کے جلنے سے سیخ کباب کی بُو آرہی ہے۔ پیدا ہو کر دو دن بعد مرنا ہے یہ کیسی زندگی ہے تم زرا اس پانی کے بلبلے کو دیکھو ویسی ہی زندگی ہے۔ سفید چہرے میں وفا نہیں اور ایسے گلاب میں خوشبو نہیں ساتھی کی باتوں کو غور سے سنو جو کتاب کی طرح ہیں۔ نظرؔ سے کیوں پوچھتے ہو تیرا زخم دل کیا ہے یہ وقت اپنے صبر کی طاقت کا اندازہ کرنیکا ہے پس دعا ہو جائے“۔

☆☆☆

عبدالخالق تاج

عبدالخالق تاج گلگت کے ایک گاؤں ہینزل میں ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بوائز ہائی اسکول میں پائی۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ چار سال تک درس وتدریس کے پیشے سے منسلک رہے۔

اسی دوران آپ نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور محکمہ تعلیم چھوڑ کر ۱۹۷۴ء میں محکمہ مال میں ملازم ہوئے جبکہ ترقی کرتے کرتے آپ تحصیلدار کے عہدے تک پہونچ گئے۔

عبدالخالق تاج ایک خوش مزاج، ہنس مکھ، صاف گو اور پاک ذہن شخصیت ہیں۔ قومی محبت ان پر کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ خطہ شمال سے محبت اور عقیدت کے ساتھ سونی گلیت سے خاص محبت کا جزبہ رکھتے ہیں۔

تاج صاحب ملازم پیشہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ذمہ دار عہدے پر فائز ہوتے ہوئے سارگن گلگت کی ادبی اور ثقافتی محفلوں کی روح رواں ہیں۔ آپ قراقرم رائٹرز فارم کے چیئر مین، وائس چیئر مین اور جنرل سیکریٹری رہ چکے ہیں۔ جبکہ آپ حلقہ ارباب ذوق گلگت کے نائب صدر اور قراقرم آرٹس کونسل کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

عبدالخالق تاج نظم ونثر دونوں میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ گلگت میں شینا زبان کا پہلا باتصویر قاعدہ آپ ہی نے طبع کرایا ہے۔ شینا زبان کے علاوہ تاج اردو

زبان میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ آپ شینا زبان کے صاحب طرز شاعر ہیں۔ آپ نے شینا زبان میں ہر صنف سخن جیسے حمد، نعت، قصیدہ اور غزل وغیرہ میں بھرپور انداز میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان اصناف کے علاوہ آپ کو قومی ترانے لکھنے پر بھی مہارت حاصل ہے۔ آپ کی شینا شاعری تخیل اور سلاست سے بھرپور ہے۔

نمونہ کلام عبدالخالق تاجؔ:

عبدالخالق تاجؔ نے بارگاہ رسول مقبولؐ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک شینا نعت میں یوں اظہار عقیدت کیا ہے۔

ضمانت نجاتئے سلام محمدؐ
رگوٹو بلین ہن نو نام محمدؐ
کونو کونی اچھاتن پیا م محمدؐ
اچاک ہن رزالو کلام محمدؐ
بتھارج بیو جو عرشر اچھاتو
لائے ہنی اتھالی مقام محمدؐ
محمدؐ ریوک تھے ریوک ہئی دبونے
کلام خدا ہن کلامِ محمدؐ
لبن یا نبیؐ تھئی لمی چولی ہنوس
غلامِ غلام مہ غلام محمدؐ

ترجمہ:

''ضمانتِ نجات محمدؐ پر سلام نام محمدؐ مریضوں کے لئے دوا ہے پیغامِ محمدؐ ہر جگہ پہونچا ہوا ہے۔ کلام محمدؐ میں شیرینی ہے بستر میں بیٹھ کر عرش معلیٰ پہونچے مقام محمدؐ بہت اونچا ہے محمدؐ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ کلام

خدا ہے کلامِ محمدؐ یا نبیؐ تیرے دامن کو تھامے رہونگا محمدؐ کے غلاموں کا بھی غلام ہوں"۔

عبدالخالق تاج کو شینا خالص قافیے اور تشبیہات و استعارات استعمال کرنے میں مہارت حاصل ہے۔ مثال کے لئے ان کی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

تُو نہ پشی ما نریاٹو بیموس
تُو لم پشاس تو ما بٹ کاٹو بیموس
تُو مِھو وئے میئ جیل ما چانٹو بیموس
سرسم منورَ وک مہ لرگاٹو بیموس
تو لم پشی ما شُریو جہ وامس
تو نہ پشی تو جیل ما روجو وامس
تُو لم پشاس تو ما پھونی جو جہ وامس
تُو نہ پشاس تو گوریجو جہ وامس

ترجمہ:

تمہیں نہ دیکھوں تو میں پریشان ہو جاتا ہوں
تمہیں ایک جھلک دیکھتا ہوں تو میں پتھر ہو جاتا ہوں۔
تیرے سامنے آکر میں گونگا ہو جاتا ہوں
اچھا تازہ انسان تیرے سامنے ہکلا جاتا ہوں۔
تمہیں ایک جھلک دیکھتا ہوں تو میری خوشی کا ٹھکانا نہیں ہوتا۔
تمہیں نہ دیکھوں تو میری جان میں روتا ہوا آتا ہوں
تمہیں ایک پل کے لیے دیکھوں تو میری زندگی کھل جاتی ہے۔
تمہیں نہ دیکھوں تو میری زندگی بکھر جاتی ہے۔

جمشید خان دکھیؔ

جمشید خان نام اور دُکھی تخلص ۵ جون ۱۹۶۴ء میں محلّہ کشروٹ گلگت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کشمیر سے گلگت آئے تھے اور یہیں مستقل طور پر بس گئے۔ جمشید خان نے گورنمنٹ بوائز ہائر سیکنڈری سکول نمبر ا سے دسویں جماعت پاس کر لی اور حصول معاش کی خاطر محکمہ جنگلات میں ملازم ہوئے۔ آپ نے ملازمت کے ساتھ ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ دوران ملازمت آپ نے لاہور بورڈ سے ایف۔ اے اور کراچی یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔

جمشید خان کے اندر ایک خداداد صلاحیت موجود تھی اور اس صلاحیت و خلوص کی بدولت آپ نے ایک خاص مقام حاصل کیا۔ آپ نے کم عمری میں ہی ایک منجھے ہوئے شاعر کا مقام پایا ہے۔ آپ اُردو اور شینا زبان کے قادر الکلام شاعر بھی ہیں اور شینا جدید شاعری کی نمائندگی بھی کرتے ہیں شاعری کے علاوہ آپ کو نثر میں بھی مہارت حاصل ہے۔ سلاست روانی اور تخیل کے طور پر آپ کی شاعری جاندار ہے۔ آپ نے شاعری کے ہر اصناف پر بڑے سلیس اور عام فہم انداز میں طبع آزمائی کی ہے۔ ادبی صلاحیتوں کے اعتراف میں آپ کو تعریفی اسناد بھی دئے گئے ہیں آپ حلقہ ارباب ذوق گلگت کے جنرل سیکریڑی وغیرہ کے عہدوں پر فائز رہے ہیں موصوف نے شنا اور اُردو شاعری کا خاصہ زخیم مواد جمع کیا ہوا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ ادبی مواد جلد منظر عام پر آئے گا تاکہ ملت ان کی ادبی خدمات سے استفادہ حاصل کر سکیں۔

نمونہ کلام

دنیا کی بے ثباتی کے حوالے سے دکھیؔ اپنے جذبات کا اظہار ایک شینا نظم کے ذریعہ کچھ یوں کرتے ہیں:

کیسیٹ شرو کیسیٹ بہار دُنات ہن
کیسے کار وئَ کیسیٹ ہگار دُنات ہن
انسان دروم گہ اُوِرِھا چوک دبا لن
اور ا اِچھی جو تشار دُنات ہن

ترجمہ:

"کسی کے لئے خزاں اور کسی کے لئے بہار یہ دنیا ہے
کسی کے لئے پانی اور کسی کے لئے آگ یہ دنیا ہے۔
انسان ابھی بھی دنیا کی حقیقت کو نہیں جان پایا ہے۔
کیونکہ انسان کی نگاہوں سے اصل دنیا بہت دُور ہے"۔

جمشید خان دکھیؔ اپنی ایک شینا نعت میں سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی عظمت، مقام معرفت اور عقیدت کی گہرائیوں کو اپنے تخیلات میں سمیٹتے ہوئے اپنا نذرانہِ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں۔

نعت رسولؐ

چن گے درود راہئے چگا تھم مس پاک نبیئےؐ
آمنہ ای نو ُر اچھیٔ سفر بو تو یثربے
خیرے ساتھ گے زندگیٔ بو شے دم گلی گلیٔ
محبوب کبریاء تو دو دنیا تیئے بادشاہ تو
محمد رسول اللہ تو ہنو نمونہ وفا تو

فاطمائی ہنو ببا تو اہلبیتو مدعا تو
دشمن مشرکین تو صادق ہنو امین تو
بیت اللہ ہنو مکین تو لو لاک تھے صفت ہن
تھے ہاتھر گہ شفاعت ہن رحمت العالمین تو

ترجمہ:

”دل سے درود شریف پڑھ کر آمنہ کے نور نظر نبیؐ پاکؐ کا ذکر کروں۔ میری زندگی میں کوئی نیک ساعت نصیب ہو اور یثرب کی جانب سفر ہو جائے تاکہ میں بھی مدینہ کی ہر گلی کوچہ کو ادب سے چومتا۔ محمدؐ محبوب کبریا ہیں دو جہان کے بادشاہ ہیں اور محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ نمونہ وفا توؐ ہی ہے فاطمہ کے والد ہیں اور محمدؐ ہی اہلبیت کے مرکز ہیں۔ مشرکین کے دشمن ہیں۔ آپؐ صادق بھی ہیں امین بھی بیت اللہ کے آپ مکین بھی ہیں۔ لولاک آپؐ کی صفت ہے اور آپؐ کے ہی ہاتھوں میں شفاعت ہے اور آپؐ رحمت الا عالمین ہیں۔

☆☆☆

خامس آل عباء حضرت امام حسینؑ کی شان میں اظہار عقیدت پیش کرتے ہوئے جمشید خان دکھیؔ فرماتے ہیں۔:

حسین چن گہ مجتبیٰ گلزار ہنو
سَیسَا جو پاوٹ تو شیار ہنو
تھئے لیلیج بیئے ہنی دُنات سُورومی
تُو دینی تھگر بہار ہنو
توم دادے دینے رَجھنی کار تھئے
حسینؑ دی پوسَ گی کربلار ہنو

حسینؑ سے دینے گہ حیار چھی گو
یزید توم نا نوبے بز ار ہنو
یزیدی نوم جرٹم ہنو دنیا تر
حسینؑ دنیا تیئے منے لار ہنو
ہتجو ہت تھے رَو حوروس ہریگئے
حسینؑ چِکون گئے کربلا رہنو
شہیدو کو یر ہنی رجی حسینےؑ
بہشتئے چاکورو سردار ہنو

ترجمہ:

"حسینؑ پیار اور محبت کا چمن ہے سر سے پاوں تک آپ وفا کے پیکر ہیں۔ تیرے خون سے دنیا آباد ہے تو دین محمدؐ کے باغ کے بہار ہیں، نانا کے دین کی حفاظت کی خاطر حسینؑ اہل وعیال کے ساتھ کربلا میں ہیں۔

حسینؑ نے دین اسلام کی عزت بچالی ہے لیکن یزید دنیا کے بازار میں ننگا ہے یزید کا نام دنیا میں گالی بن گیا ہے اور حسینؑ دنیا کا حُسن بن گیا ہے۔

حسینؑ کو حوروں نے ہاتھوں میں لیا ہے ظاہراً حسینؑ کربلا میں ہے۔ شہیدوں کے وطن میں حسینؑ کی حکومت ہے اور جنت کے جوانوں کے وہ سردار ہیں۔

☆☆☆

میر باز علی فرازؔ

میر باز علی فرازؔ ۱۹۵۴ء میں پکورہ ضلع استور میں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر ۱۲ سال کی تھی جب ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ والد نے دوسری شادی کر لی میر باز علی سوتیلا پن کا شکار ہوئے۔ بالآخر گھر سے بھاگ کر کراچی چلے گئے وہاں اپنے ایک رشتہ دار اصغر علی کی کفالت میں تعلیمی زندگی کا سفر شروع کیا۔ میٹرک کے بعد کراچی یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور کراچی سے واپسی کے بعد محکمہ تعلیم میں مدرس مقرر ہوئے۔ دوران ملازمت بی۔ ایڈ اور معاشیات میں ایم۔ اے پاس کیا۔ پھر علامہ اقبالؔ اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم۔ اے۔ ای۔ بی۔ ایم کی ڈگری کا امتحان پاس کیا۔

میر باز علی فرازؔ کو بچپن سے ہی شعر وشاعری کا شوق تھا کالج کے دنوں میں آپ نے فرازؔ تخلص چنا اور باقاعدہ شعر وشاعری سے رشتہ جوڑ دیا۔ آپ نے ۱۹۸۰ء سے شینا زبان اور اُردو زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔

میر باز علی کی شاعری کی خصوصیات میں وطن کے تئیں ان کی محبت اور قومی نظموں میں آزادیِ گلگت بلتستان اور غازیان وطن کا تذکرہ اور تعریف ان کے کلام کے اہم جز ہیں۔ آپ نے ابتداء شاعری میں علاقائی اور قومی تاریخ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ آپ نے شاعری کے بیشتر اصناف پر طبع آزمائی کی ہے۔ قومی نظموں پر مبنی ایک کیسٹ بزبان شینا اجراء بھی کیا ہے جو ایک یادگار قومی خدمت ہے۔

میر باز علی کی ایک قومی نظم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کمک سوٹ بیان تھیموس تاریخ توم گلستانے مس
دیامر گہ غذر گہ گلیت گہ بلتستانے مس
اک مورٹ لبیک تھے گئے اسلامئے پاسبانو مس
پؤ مؤ کو گورنر بگو اور راجہ شارئیس خانئے مس
کفرئے تڑوادیگے مرزہ گہ بابر خانئے مس
بلان بے اکی ولے گئیس انے قوم پاکستانے مس

ترجمہ:

''میں مختصر ذکر کرتا ہوں تاریخ اپنے گلستان کی دیامر اور غذر اور گلگت اور بلتستان کی۔ میں ان اسلام کے پاسبانوں کا ذکر کروں گا جو ایک بات پر لبیک کہہ گئے۔ سب سے پہلے گورنر راجہ شاہ رئیس خان کا تذکرہ کرونگا۔ کفر کے دانت کھٹے کرنے والے مرزا اور بابرا خان کا ذکر کرونگا۔ اور رشوت دیکر لایا ہم نے اس پاکستانی قوم کا ذکر کرونگا''۔

میر باز علی فرازؔ کی ایک صوفیانہ شینا غزل پیش خدمت ہے۔ جس میں انہوں نے دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں اپنے خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

ترجئی دگونی وائے نی جوانی بہار نہ تھے
اک ہیئیک لأجن تمنا تس بارو بار نہ تھے
دُنا تے نی رنگ برنگ بہاری کا شرو بُوٹے
سر اسر دوکھہ ہنے کر یگا اعتبار نہ تھے
دینا تے دُو دیزو کار توم حرص گہ لالچ گینی
غریب گہ تیمو مال طعام ہن مزیدار نہ تھے

ہر کیسیٹ ہتچو وائے نیکی گہ تھے اموش لو کو
بد لار شیارے مٹ شیاروائے تھے شیار نہ تھے
شکر گہ سجدہ مجاتوم زندگی تمام تھارے
اے فرازؔ خداس مئہ پیدا تھے گون بیکار نہ تھے۔

ترجمہ:

''اس جوانی کو جو تم ابھی بہار سمجھتے ہو اسے ختم ہونا ہے۔ زندگی میں صرف غم ہی ملتے ہیں تمنا بار بار نہ کر دنیا کی یہ رنگینیاں نشاط و بہار و خزاں دوکھہ ہیں ان پر بھروسہ نہ کر۔ اس دو دن کی دنیا میں اپنے نفس اور لالچ کی خاطر غریبوں اور یتیموں کے مال سے مذیدار طعام نہ کر۔ پہلی نیکی کرنے کے بعد ہر کوئی بھول جاتا ہے۔ جلد بھول جانے کے بدلے نیکی کے خاطر نیکی نہ کر۔ سجدہ ے اور اپنے رب کا شکر ادا کرتا کہ سجدہ میں ہی تیری زندگی تمام ہو جائے اے فرازؔ تجھے خدا نے عبث پیدا نہیں کیا ہے یہ زندگی بیکار نہ کر۔

میر باز علی نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا ہے۔

نعت رسول مقبولؐ

قدم چھورے مکہ مجا روشن بُٹی دنیات تھیگون
تو گہ تھئَ نی آلو کار پیدا نی کائنات تھیگون
ہُموکی ملاقات تھے گا خدا سانت تُس حرا مجا
کیمیاء او نسخہ گنی وتو تُو صحرا مجا
سردار انبیا تھئَ ذات توٹ خداس صفت کلام تھیگون
تھے پوچے گہ پوچیس گا تھئے بگو جہاد تھیگون

فرشتہ ھن تھے دارج اش داخل بوئے ہمت نہ بئ
کریگہ عزرائیلٹ زہرائے ؑ اجازت نہ بئ
موجئے مہ گناہگار آقا تس محشر ے اے حال جو
فرازؔ جیل اولاد بوٹے قربان توگہ تھئے آل جو

ترجمہ:

”قدم مبارک سرزمین مکہ میں رکھا مگر پوری دنیا کو منور کر دیا آپ اور آپ کی اولاد کے لئے ہی خداوند کریم نے یہ کائینات بنائی ہے۔ آپ نے خدا کے ساتھ پہلی ملاقات نماز میں کی نسخہ کیمیاء لے کر آپ اس صحرا میں آئے۔ سردار انبیاء ہیں آپ۔ آپ پر ہی رب نے صفتیں تمام کی ہیں۔ آپ کے نواسے اور پر نواسوں نے آپ کے بدلے جہاد کیا۔ فرشتے تیرے در پر منتظر ہیں بغیر اجازت کے اندر داخل ہونے کی ہمت نہیں کرتے۔ جبرئیل کو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی اجازت نہیں ملتی میں گناہگار ہوں آقا محشر کے حال میں نجات دے فرازؔ کی زندگی اور اولاد تم پر اور تیری اولاد پر قربان ہو۔

☆☆☆

سید محمد ابراھیم شاہ خرمؔ

سید محمد ابراھیم شاہ نام اور خرمؔ تخلص رکھتے ہیں ۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء میں نومل گلگت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گونمنٹ پرائمری اسکول دینیور میں پائی۔ پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ا گلگت میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۴ء میں میٹریک پاس کیا اس کے بعد حصول تعلیم کی خاطر کراچی چلے گئے۔ ۱۹۸۲ء میں آئی کام کا امتحان پاس کیا۔ آپ ایم۔ بی اے کرنے کی تمنا رکھتے تھے مگر اقتصادی مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے مذید تعلیم حاصل نہیں کر سکے اور واپس گلگت چلے آئے جہاں ۱۹۸۵ء میں محکمہ تعلیم میں بطور مدرس ملازم ہو گئے۔ دروان ملازمت آپ نے ۱۹۹۱ء میں کراچی یونیورسٹی سے پرائیویٹ سطح پر بی۔ اے پاس کرلیا۔ ۲۰۰۰ء میں بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ سے اسلامیات میں پوسٹ گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔

سید محمد ابراھیم شاہ خرمؔ ملازمت سے قبل ریڈیو پاکستان گلگت میں بحثیت نیوز کاسٹر کام کرتے تھے۔ اس دران آپ کی ملاقات مختلف ادیبوں اور شاعروں سے ہوتی تھی۔ ان شخصیات سے ادبی صحبتوں کی بدولت سید ابراھیم پر بھی ادبی ذوق وشوق بیدار ہونے لگے۔ یہی سے ان کے تخیلات بھی شاعری کی شکل میں نمودار ہوتے گئے اور آپ نے خرمؔ تخلص کے ساتھ اپنا ادبی سفر باقاعدہ طور پر شروع کیا۔

سید ابراھیم شاہ سید کے ادبی سفر اور ان کی شاعری کے حوالے سے غلام حسین

انجم صاحب اپنی کتاب شینا ادب اور شاعری میں رقمطراز ہیں:

> ''سید ابراھیم شاہ خرمؔ نے ریڈیو پاکستان گلگت کے لئے شینا ملی نغمیں، فیچرز ترانے، لوریاں اور مراثی بھی لکھے۔ ابراھیم شاہ خرمؔ نے شینا شاعری میں کچھ نئے موضوعات متعرف کرائے۔ آپکا شینا کلام مشہور گلوکارہ ناھید اختر نے بڑے خوبصورت انداز میں گایا ہے۔ عوام نے اس کو بہت پسند بھی کیا۔ ان کی شینا ادبی خدمات کے صلے میں ریڈیو پاکستان نے انہیں حسن کارکردگی ایوارڈ سے بھی نوازا ہے۔ اسی طرح ایک محنتی استاد کیساتھ ساتھ آج بھی آپ ریڈیو پاکستان سے قومی زبان اُردو میں مقامی خبریں پڑھتے ہیں''۔

سید ابراھیم شاہ خرمؔ نے شینا شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے آپ کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے علاقائی اور مقامی ثقافت اور تہذیب کی خاص جھلک اس حوالہ سے آپ کی تخلیق کردہ ایک لوری کے چند مصرعے یہاں بطور مثال پیش کیئے جاتے ہیں:

شینا لوری جولاین سے چند مصرعے

ھُو اللہ ھوُ اللہ ھوُ اللہ
تُو سَارو سُوری ببائَی توُ تارو رِ چھا لو جیُٔ آ
ھُو اللہ تو رو نہ ھیَیَ قربان ماں
تو گوشپُورو ثُوا لو ددییَ ھنو نُور اچھیو دادے
ھُو اللہ رو نہ روح ڈمئے جیُٔ آ

ترجمہ:

''اللہ ھُو اللہ ھُو اللہ ھُو ماں کا روشن تارا تُو باپ کے سورج کی کرن

سید محمد ابراھیم شاہ خرم

سید محمد ابراھیم شاہ نام اور خرم تخلص رکھتے ہیں ۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء میں نومل گلگت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گونمنٹ پرائمری اسکول دینیور میں پائی۔ پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ا گلگت میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۴ء میں میٹریک پاس کیا اس کے بعد حصول تعلیم کی خاطر کراچی چلے گئے۔ ۱۹۸۲ء میں آئی کام کا امتحان پاس کیا۔ آپ ایم۔ بی اے کرنے کی تمنا رکھتے تھے مگر اقتصادی مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے مذید تعلیم حاصل نہیں کر سکے اور واپس گلگت چلے آئے جہاں ۱۹۸۵ء میں محکمہ تعلیم میں بطور مدرس ملازم ہو گئے۔ دروان ملازمت آپ نے ۱۹۹۱ء میں کراچی یونیورسٹی سے پرائیویٹ سطح پر بی۔ اے پاس کرلیا۔ ۲۰۰۰ء میں بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ سے اسلامیات میں پوسٹ گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔

سید محمد ابراھیم شاہ خرم ملازمت سے قبل ریڈیو پاکستان گلگت میں بحیثیت نیوز کاسٹر کام کرتے تھے۔ اس دران آپ کی ملاقات مختلف ادیبوں اور شاعروں سے ہوتی تھی۔ ان شخصیات سے ادبی صحبتوں کی بدولت سید ابراھیم پر بھی ادبی ذوق وشوق بیدار ہونے لگے۔ یہی سے ان کے تخیلات بھی شاعری کی شکل میں نمودار ہوتے گئے اور آپ نے خرم تخلص کے ساتھ اپنا ادبی سفر باقاعدہ طور پر شروع کیا۔

سید ابراھیم شاہ سید کے ادبی سفر اور ان کی شاعری کے حوالے سے غلام حسین

انجم صاحب اپنی کتاب شینا ادب اور شاعری میں رقمطراز ہیں:

> ''سید ابراھیم شاہ خرم نے ریڈیو پاکستان گلگت کے لئے شینا ملی نغمیں، فیچرز ترانے، لوریاں اور مراثی بھی لکھے۔ ابراھیم شاہ خرم نے شینا شاعری میں کچھ نئے موضوعات متعرف کرائے۔ آپکا شینا کلام مشہور گلوکارہ ناہید اختر نے بڑے خوبصورت انداز میں گایا ہے۔ عوام نے اس کو بہت پسند بھی کیا۔ ان کی شینا ادبی خدمات کے صلے میں ریڈیو پاکستان نے انہیں حسن کارکردگی ایوارڈ سے بھی نوازا ہے۔ اسی طرح ایک محنتی استاد کیساتھ ساتھ آج بھی آپ ریڈیو پاکستان سے قومی زبان اُردو میں مقامی خبریں پڑھتے ہیں''۔

سید ابراھیم شاہ خرم نے شینا شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے آپ کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے علاقائی اور مقامی ثقافت اور تہذیب کی خاص جھلک اس حوالہ سے آپ کی تخلیق کردہ ایک لوری کے چند مصرعے یہاں بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں:

شینا لوری جولاین سے چند مصرعے

اللہ ھوُ اللہ ھوُ اللہ ھُو
آجیۓ لو ڇھا رتارو توُ بابَیٔ سُوری سَارو تُو
ماں قربان ہئیَ نہ رو تو اللہ ھُو
دادے اچھیو نُور ھنو ددییَٔ لو څوا گوشپُورو تو
آجیۓ ڈمیۓ روح نہ رو اللہ ھُو

ترجمہ:

''اللہ ھُو اللہ ھُو اللہ ھُو ماں کا روشن تارا تُو باپ کے سورج کی کرن

ہوتُو نہ رو تُو اللہ ھُو ماں قربان تم پر نہ روتم اللہ ھُو اللہ ھُو دادا کی آنکھوں کا نور ہوتم دادی کا عزیز شہزادہ ہوتم اور ماں کے جسم کی روح ہوتم اللہ ھُو"۔

ابراھیم شاہ خرمؔ کو شینا شاعری میں نئے موضوعات متعرف کرنے میں مہارت حاصل ہے ایک اور نیا موضوع یاماگی یعنی بیٹی کی رخصتی کے موضوع سے انہوں نے ایک گیت تخلیق کیا ہے۔ قارئین کی خدمت میں یاماگی گیت کے چند اشعار پیش کیۓ جاتے ہیں:

بومئی یُومئی ٹر تُٹ خوشی مبارک
ناو گوٹ گہ ہٹ گہ سہیلی مبارک
اش خوشی دیذہن تو نہ روتھئی رونالے تھنین
سو نیلیے ہر کونٔ بنارے تھرین لم جڑک
بو مئی یُومئی ٹر تُت خوشی مبارک
دنیا تیئی دستور ھنی گر بے بو جوک ہنے
دنات وئی کھٹو دی جن تو بِلیت تین مراک
بو میئی یُو میئی ٹرٹُٹ خوشی مبارک
عزت ماں گر مالئے تین تُس چھُوک ہنی
کھے تھے تھم رخصت تو تین ہیوبین کراٹ
بومئے یُو میئی ٹر تُٹ خوشی مبارک

ترجمہ:

"جا میرے جگر کے ٹکڑے تجھے خوشی مبارک
نیا گھر نیا محلہ نئی سہیلی مبارک

آج خوشی کا دن ہے تو نہ رو تمہارے لئے ہم روتے ہیں
سونے کے زیور پہنا کر تمہیں ہم سجاتے ہیں
جا میرے جگر کے ٹکڑے تجھے خوشی مبارک
دنیا کا یہ دستور ہے بیاہ کر جانا
دنیا میری ویران ہوگی جب تم مجھ سے دور جائیگی
جا میرے جگر کے ٹکڑے تجھے خوشی مبارک
عزت ماں اور باپ کی اب تمہیں رکھنا ہے
تمہیں کیسے رخصت کروں میرا دل روٹھ جاتا ہے
جا میرے جگر کے ٹکڑے تجھے خوشی مبارک

یوم آزادی گلگت

یکم نومبر اسئے آزادیئے دیز ھن
سُونچِو گہ سُو نچِو خو شانیئے دیز ھن
اے مہربانو وفایئے دیز ھن
حالت پشی توم بے شرم بونس
اش اتفاقی نشانئے دیز ھن
اے مہر بانو وفا یئے دیز ھن
کے نہ اتھا لو تھون بیں شک فخر گینی
بزرگیس دیتے قربانیے دیزھن

ترجمہ:

"یکم نومبر ہماری آزادی کا دن ہے
یہ سچ مچ سچائی اور خوشیوں کا دن ہے

ان مہربانو سے وفاداری کا دن ہے
اپنی حالت دیکھ کر ہم شرمندہ ہیں
آج ہمارے اتفاق کی نشانی کا دن ہے
ان مہربانوے سے وفاداری کا دن ہے
کیوں نہ فخر سے ہم اپنی گردن اونچی کریں
بزرگوں کی دی ہوئی قربانیوں کا دن ہے
ان فہربانو سے وفاداری کا دن ہے"۔

☆☆☆

غلام عباس نسیم

غلام عباس نسیم ۱۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو دینور گلگت کے ایک ذاکر اہلبیت اسفندیار کے گھر میں پیدا ہوئے۔ نسیم نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول خومر گلگت میں پائی دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں بطور مدرس ملازم ہو گئے۔ آپ نے پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے بی۔ اے اور بی۔ ایڈ کی ڈگریاں حاصل کیں۔

عباس نسیم ایک مدرس کے علاوہ مذہبی اور قومی سوشل ورکر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ ادبی وثقافتی پروگراموں میں آپ کی خدمات قابل تعریف ہیں آپ حلقہ ارباب ذوق گلگت کی ادبی سرگریوں میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ آپ شاہ سلطان ایکاڈمی کے بانیوں میں سے ہیں۔ شاعری کے علاوہ آپ کی پہچان ایک اچھے اداکار اور صداکار کی حیثیت سے بھی ہوئی ہے۔ آپ نے ریڈیو پاکستان گلگت کے لئے بہت سے شینا اور بروشسکی ڈرامے بھی لکھے ہیں۔ آپ نے پی۔ ٹی وی۔ کے اردو ڈرامے ”رشتے اور راستے“ اور مشہور ڈرامہ سیریل ”زنجیر“ میں بحیثیت فنکار اپنی فنکاری کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ لوگوں نے آپ کی فنکاری کو کافی سراہا بھی ہے۔

غلام عباس نسیم نے حمد باری تعالیٰ نعتِ رسول مقبولؐ، قصائید ومراثی خوب لکھے ہیں۔ آپ کی شاعری میں ظریفانہ مزاج خوب جھلکتا ہے۔ ان کے کلام کی سب سے اعلیٰ خصوصیت ہے بھولے م بھسرے لفظوں کا وافر استعمال اور قدیم وجدید تشبیہات واستعارات کو اپنے کلام میں جگہ دینا۔ اس اثناء میں غلام حسین انجم شینا

ادب اور شاعری میں فرماتے ہیں:

"آپ نے قومیات، مذہبیات، اصلاح معاشرہ اور فرقہ واریت کے خلاف بڑے سلجھے انداز میں شاعری کی ہے۔ آپ کے کلام میں حمد باری تعالی، نعت رسول مقبول، قصائد اور مراثی کے علاوہ اصلاح معاشرہ کے حوالے سے خاص تخیل پایا جاتا ہے نسیم کی شاعری میں قدیم و جدید استعارات تلمیحات اور بھولے بسرے الفاظ وافر تعداد میں موجود ہیں آپ خوش طبع اور ظریف طبیعت انسان ہیں اس لئے آپ کا شینا اور بروشسکی کلام طریقت سے پرُ ہے"۔

عباس نیسمؔ کی ایک ظریفانہ نظم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ارمان ہٹیوں تیل تھُلیک یا شوُکو میل تھوکیک
پھٹور چپوکئے جک فسَ بلے چونگمئ نسل پیدا بلن
یرُفنو شا کھئے زم تخڑک تین گھی گہ موس کھئے لم للر
چےِ ہنئے کھا نک فسَ بلے بلینے نسل پیدا بلن
سکولئ کھیٹر ہائے تھین سبقیئ دشر نس گائے دین
دین امتحان ٹوپلی گِنی نقلئ نسل پیدا بلن
درم فٹی کھئے ڈیر شلائی گولی کھیکٹ سَیسَ شلائیُ
چائے کار تھے نینو جیل نکھائے ڈبل روٹیئ نسل پیدا بلن

ترجمہ:

"ارمان گیری کا تیل تھوڑا یا گاڑھی لسی تھوڑی سی پھٹور یعنی خوبانی چبانے والے لوگ ختم ہو چکے ہیں چیونگم کی نسل پیدا ہوئی ہے۔

ہرفنوشا (ایک قسم کی ہری سبزی) کھا کر تگڑے ہو جاتے تھے آج گھی اور گوشت کھا کر کمزور ہیں۔

کڑی گیری کھانے والے ختم ہو گئے دوائی کی نسل پیدا ہوئی ہے۔

سکول کے وقت ہنستے اور کھیلتے ہیں پڑھائی کی جگہ گاتے ہیں

امتحان دیتے ہیں نقل کر کے نقل کی نسل پیدا ہوئی ہے۔

درم فٹی (ایک قسم کی مقامی روٹی) کھالیں تو پیٹ میں درد ہوتا ہے

گولی کھائیں تو سر درد ہوتا ہے چائے کے لئے ان کی جان نکل جاتی ہے ڈبل روٹی کی نسل پیدا ہوئی ہے۔

☆☆☆☆☆

عبدالحفیظ شاکرؔ

عبدالحفیظ نام اور شاکرؔ تخلص۔ ۱۹۶۵ء میں موضع کھر گلگت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول امپھری میں پائی پھر گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ا گلگت سے دسویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں بطور مدرس ملازم ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار ایک خوددار اور درویش طبیعت انسان تھے اس لئے عبدالحفیظ اس درویش صفت انسان مولانا استاد ابوالفرجؒ کی پوری زندگی کا ثمر ہیں۔

عبدالحفیظ شاکرؔ طبعاً شاعر ہیں۔ آپ نے شینا اور اُردو زبانون میں طبع آزمائی کی ہے۔ عبدالحفیظ شاکرؔ ریڈیو پاکستان گلگت کے شینا اور اُردو زبانون کے لئے ڈرامہ نویسی اور صدا کاری کرتے ہیں۔ آپ ایک اچھے مقالہ و کالم نگار بھی ہیں۔

عبدالحفیظ شاکرؔ کی ادبی خدمات کے حوالے سے غلام حسین انجم صاحب اپنی کتاب ''شینا ادب اور شاعری'' میں یوں رقمطراز ہے۔

> ''شاعری کے علاوہ شاکر اخبارات میں کالم نگاری بھی کرتے ہیں بقول شاکر اُردو شاعری کا مجموعہ ''میں نہیں ہوں'' اور شینا زبان کے ڈراموں کا مجموعہ ''سُونجِے موریَ'' کے علاوہ اپنے والد مولوی استاد ابوالفرج کی زندگی سے جڑی ایک کتاب ''خاموش مجاہد'' کے نام سے ایک کتاب بھی تیار کیا ہے۔ اسی طرح شاکر کی شاعری میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبولؐ، قصائد، نظمیں اور غزلیات جیسے

اصناف سخن موجود ہیں۔“

عبدالحفیظ شاکر نے زیادہ تر قومی شاعری پر زور دیا ہے اپنے وطن گلگت کے موجودہ حالات پر فریاد کرتے ہوئے اپنی ایک قومی نظم میں اپنے جذبات کا اظہار وہ کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

تھے ضد گہ بغض توم وطن نئے گئیس
سونی گلیت بس تو دبن نئے گئیس

تھی داریگہ توم رَارو لیلی بِری
تھیَ سوجی مونی گہ لبن نئے گئیس

چونے گہ بڑے جرے جواں مرے گئیس
فرقہ فرقہ تھے مسلمان مرے گئیس

سبق قرآن گہ نی حدیثو فت تھے
خداس چھنیتو او انسان نئے گئیس

فرِعونے جو مراش انسان پرائَی جن
اَسے عمل چِلکے شیطان ہیَ جن

حرص گہ طمع گنی چِکات دنیاتر
انسانی صورتر حیوان لئی جن

آئیرے مُوتک ہیر موتک ہنیس
گوٹرے موتک کو یر موتک ہنیس

ترجمہ:

”ضد اور بغض کی وجہ سے ہم نے اپنے وطن کو مٹا ڈالا حقیقت میں ہم نے سونی گلگت کو مٹا ڈالا تیرے بیٹوں اور اپنے بھائیوں کا خون بہا

کر تیری پاک گو دا اور اپنے دامن کو مٹا ڈالا چھوٹے، بڑے جوان اور بزرگوں کو ہم نے مار دیا فرقہ فرقہ کر کے ہم نے مسلمانوں کو مار دیا۔ سبق قرآن اور حدیثوں کا چھوڑ دیا خدا کا بنایا ہوا انسان کو مار دیا، آج کا انسان فرعون کی حرکتیں کرتا ہے۔ جبکہ اس انسان کے اعمال دیکھ کر شیطان بھی ہنستا ہے لالچ اور طمع دل میں رکھ کر دیکھتے ہوانسان کی شکل میں حیوان نظر آتا ہے منہ میں کچھ اور دل میں کچھ اور نظر آتے ہیں گھر پر کچھ اور وطن میں کچھ اور نظر آتے ہیں“۔

گلگت اور اس کے اطراف اور قرب وجوار میں رونما ہونے والے مخدوش حالات کے حوالے سے اپنی ایک نظم میں عبدالحفیظ شاکر یوں فریاد کرتے ہیں:

برگائے داسر اش ہگار ہن گلیت
شنٹکو لویل گئی گلزار ہن گلیت
کشمیر عراق گہ فلسطین گئے جیگ تھون
شہا دتئ جمعہ بازار ہن گلیت
آنیو گہ بسکو جیک عزابک بیا
ہر ایکیئی آئیرے بے بیزار ہن گلیت
نیسیٹ تین ہوش کریگہ نہ ویوک نش
توم دارو لویلی پی تشار ہن گلیت
غریب مظلومو کار شروکچیلیون
ظلم تھئے ظالمٹ بہار ہن گلیت
کو نے توم موُئیر سموٹوکے کار تھے
لبن گہ چانلی تھے تیار ہن گلیت

شاکرؔ مس کھوگہ اپچو چھُوت تھے تھیموس
خفاگہ بیا بش بیزار ہن گلیت

ترجمہ:

”جنگ کا میدان ہے اور ہر طرف آج آگ ہے گلگت
اور خون کے غونچوں سے آج گلزار ہے گلگت
کشمیر عراق اور فلسطین جا کر ہم کیا کریں
کیونکہ شہادت کا جمعہ بازار ہے گلگت
اس سے بھی بڑھ کر کیا عزاب ہوگا
ہر ایک کی زبان پر ہم بے زار ہیں گلگت
اسے کبھی ہوش نہیں آنے والا
اپنے بیٹوں کا خون پی کر نشہ میں ہے گلگت
غریب اور مظلوموں کے لئے خزان قریب ہے
ظلم کرنے والے ظالم کے لئے بہار ہے گلگت
لاش اپنی گود میں لئے اٹھانے کے لئے
دامن پھیلائے تیار ہے گلگت
شاکرؔ اس لئے میں کھانستا بھی آہستہ ہوں
کیونکہ خفا اور ناراض ہے بے زار ہے گلگت“۔

☆☆☆

گوہر علی گوہر

گوہر علی جوٹیال گلگت کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ محکمہ صحت میں ملازم ہوئے۔ فطری طور پر آپ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ گوہر علی گوہر طبعاً شاعر تھے اور گوہر تخلص کرتے تھے۔ آپ اپنی زندگی کے چند برس اسلامی جمہوریہ ایران میں گزارانے کے بعد واپس گلگت لوٹ آئے۔ آپ کے کلام میں انقلابی اشعار زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ آپ نے شاعری کے ذریعے خطہ بلاورستان (گلگت بلتستان) کے جوانوں کو بیداری کا پیغام دیا ہے۔

گوہر علی گوہر کی شاعری کا مجموعہ کلام ''رَچھالے مسَالو' (صدائے محافظ) شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی شاعری میں رحمت ملنگ جان کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کے کلام میں خالص شینا بھولے بسرے قدیم لفظوں کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔

گوہر علی گوہر کا کلام اور ان کی کتاب ''رچھالے مسَالے'' کے بارے میں غلام حسین انجم یوں رقم طراز ہیں:

> ''گوہر علی گوہر کی شاعری میں حمد باری تعالی نعت رسول مقبولؐ، قصائد آئمہ کے علاوہ وطن پرستی اور قومی جزبات بے مثال طور پر لبریز ہیں اس لئے آپ کی کتاب ''رچھالے مسَالے'' کا کلام بڑا جاندار ہے۔ انکے کلام کے ہر مصرعے میں ایک نیا انداز اور نیا

ولولہ قارئین کے دلی جزبات کو کچوکے لگا دیتا ہے۔“

قوم کے نوجوانوں کے نام اپنی ایک نظم کے ذریعے گوہر علی گوہر اپنا پیغام اس طرح سے دے رہے ہیں:

ہُون با ہُون با غازیان   گیئے یُون گہ تارو کاروان
نزَج پل ہن مسلمان   شنتروج پھل ہن قرآن
کئہ گوریدونو چمن اسلام   ہن ڈُوڈو ئیں باغبان
جلیئے جو نزرمیئے جوان   اش حسینیئےؑ نی کاروان
رس بگن گنی سامان   دو جہ بو جنن امتحان
توبہ تھے اکو تیار تھیا   میئے اسلامیئے جالہ بان

ترجمہ:

”جاگو جاگو باغبان چلا گیا چاند تاروں کا کاروان
نیند میں مست ہیں مسلمان طاقچوں میں پڑا ہے قرآن
مرجھا گیا ہے کیوں آج چمن اسلام بھنورے بنے ہیں گلشن کے باغبان
ہماری جانیں بھی تم پر قربان جوانو چل پڑا ہے حسینؑ کا کاروان
روانہ ہو جاؤ اپنا سامان لے کر دینے جانا ہے امتحان
توبہ کرلو اور خود کو تیار کرلو میرے اسلام کے جالہ بان“

دنیا کے حالات اور امت مسلمہ کی حالات زار اور مشکلات و مسائل پر گوہر علی گوہر یوں فریاد کرتے ہیں:

جنگ جاری ہن کربلائی
کون افغانزیۓ بر گائی
کون لبنا نز مسجدا قصائی
مسلم ھن شکار دوکھائی
نہ کھو شودو چرب بے
کون روس گہ امریکائی

ترجمہ:

"کربلا کی جنگ آج بھی جاری ہے کہیں افغانستان میں کہیں لبنان میں کہیں مسجد اقصیٰ میں۔ مسلمان دو کھے کا شکار ہیں دو حصے میں تقسیم ہو کر کوئی امریکہ نواز اور کوئی روس نواز۔

☆☆☆

جموں وکشمیر میں شینا شاعری

جموں کشمیر ولداخ میں شینا شاعری

ابتدائی دور کے چند شاعروں کا نمونۂ کلام:

جس طرح گلگت اور قرب جوار میں بیسویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی میں شینا زبان میں فارسی اور اُردو طرز شاعری کا پہلا دور شُروع ہو چُکا تھا۔ گذشتہ ابواب میں راقم نے اُنیسویں اور بیسویں صدی کے چند اولین شینا شاعروں کی حیات اور ان کے کلام پر ایک سرسری جائزہ بھی آپ قارئین کے گوشِ گذار کرنے کی ایک ادنیٰ کوشش بھی کر لی تھی۔ ان کوششوں کو بروئے کار لانے میں راقم نے غلام حسین انجم دینوری کی کتاب شینا ادب اور شاعری سے استفادہ حاصل کیا ہے۔

جموں وکشمیر اور لداخ میں جدید شینا شاعری کا آغاز بیسویں صدی کی ساتویں یا آٹھویں دھائی کے آس پاس ہوا تھا۔ جب یہاں بھی دراس اور گریز کے گرد و نواح سے شعراء اپنے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرنے لگے۔ دراس اور گریز کے علاقوں کے ان اولین شعراء کے کلام میں چند ایک ادبی خامیاں ضرور دیکھنے کو ملتی ہیں کیونکہ اس دور کے شاعر شاعری کے اُصول وقواعد سے نا آشنا تھے۔ جس طرح قدیم ادوار میں ”چینا گائی“، یعنی غم بھرے گیت ان پابندیوں سے آزاد تھے کیونکہ تخلیق کار ان گیتوں کو ساز اور طرز کو مدِ نظر رکھ کر تیار کرتے تھے۔ اس لئے ان گیتوں میں بحر، زمین، ردیف و قافیہ جیسے عروض وقواعد کی فقدان تھی۔ ستّر کی دھائی میں یہاں کے شاعروں کو فارسی اور اُردو شاعری کے بارے میں جانکاری حاصل ہوئی تو ان شاعروں نے شینا زبان میں

اس نئے طرز کو اپنانے کی بھرپور کوشش کی۔ اُس دور کے شاعروں نے زیادہ تر صنف غزل پر طبع آزمائی کی ہے جبکہ ان کا کلام ردیف، قافیہ اور شینا ذخائیر الفاظ کے لحاظ سے زیادہ معیاری نہیں ہے۔

۷۵ سنہ ۱۹۸۰ء کے آس پاس شینا زبان میں (بالخصوص دراس کے مختلف علاقاجات سے) شاعری کا ماحول پیدا ہونے لگا تھا۔ جوں جوں علم و ادب میں ترقی ہوتی گئی یہاں بھی شاعری کے مختلف اصناف سُخن جیسے غزل، قصیدہ، مرثیہ، نظم اور رُباعی کی پہچان ہونے لگی۔ دُنیا کی بیشتر زبانوں کی طرح فارسی اصناف سُخن شینا زبان مین بھی اپنی جگہ قائم کر چکی ہیں۔ ان اصناف کے علاوہ شینا شاعری میں عربی فارسی اور اُردو جیسی بیرونی زبانوں کے الفاظ تشبیہات، استعارات، اور تلمیحات کا بھرپور استعمال بھی ہو رہا ہے۔ ادب اور شاعری سے ذوق رکھنے والے حضرات بیرونی زبانوں جیسے اُردو اور بلتی شاعری سے متاثر ہو کر شینا زبان میں بھی تگ بندی کیا کرتے تھے۔ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو یہ تگ بندیاں نہیں تھیں۔ بلکہ شینا ادب کے تیئں یہ ان شعراء کے احسانات تھے۔ جن کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان حضرات نے مستقبل کے ادبا و شعرا کے لیے راہیں ہموار کر لی تھی۔ انہی راہوں سے گذر کر جدید شینا ادب اور شاعری کو فروغ و تقویت حاصل ہو چکی ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں جموں و کشمیر اور لداخ کی باقی زبانوں کے ساتھ ساتھ شینا ادب اور شاعری بھی بامِ عروج پر ہے۔

لداخ میں شینا زبان کے ابتدائی دور کے شاعروں میں عزیز حسن قاریؔ، علی محمد صابریؔ، حاجی نجف علی نجفؔ کاکسری، نسار میرؔ، حسن مجبورؔ، مولوی سراج الدین دراسیؔ، احمد جوانؔ دراسی اور برکت علی نظامیؔ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے شینا زبان کو شاعری کی منزلوں سے روشناس کرایا۔ ابتدائی دور کے ان شاعروں میں سے کئی شعرا

اُردو زبان میں شاعری کرتے تھے۔ اور بعض شعرا اپنے کلام کو ماضی میں تحریری شکل نہ دے پائے انہی وجوہات کی بناء پر ان شاعروں کا کلام دستیاب نہ ہوسکا۔ راقم نے چند شاعروں کا نمونہ کلام جو دستیاب ہوا کتاب میں شامل کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے ملاخط کریں۔

علی محمد صابرؔی

علی محمد نام اور صابرؔی تخلص لکھتے ہیں۔ 3 مارچ 1947ء کو چھانی گنڈ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم چھانی گنڈ میں حاصل کی۔ پانچویں پاس کرنے کے بعد ہائی اسکول کرگل (قصبہ) میں داخلہ حاصل کیا۔ اور نویں جماعت پاس کرنے کے بعد 1966ء میں محکمہ پولیس میں بھرتی ہوئے۔ آپ لگ بھگ 41 برس تک محکمہ پولیس میں اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے 2005ء میں بطور انسپکٹر ریٹائر ہوئے۔

آپ ملازمت کے دور میں شعر و شاعری سے محبت رکھتے تھے۔ اسی لگاو کی بدولت آپ نے ۱۹۷۰ء کے آس پاس ضلع لداخ کے مختلف مشاعروں میں شینا زبان کی نمائندگی کی۔ بقول آپ کے آپ کا بہت سارا کلام کھو چکا ہے۔ قارئین کی نظر کرتے ہوئے راقم نے ان سے ذاتی طور پر ملاقات کر کے چند اشعار حاصل کر لیے ہیں۔

چونکہ ابتدائی دور کے شاعروں نے کسی ایک فن پر بطور خاص طبع آزمائی نہیں کی ہے۔ یہ قدیم گیتوں پر جنہیں گلگت میں ’’برانگ گائے‘‘ اور یہاں کرگل و دراس کے علاقوں میں ’’چنا گائے‘‘ کے نام سے تخلیق کیے جاتے تھے۔ ان ہی گیتوں کو مدِ نظر رکھ کر اس دور کے شعرا نے بھی ویسے ہی گیت تخلیق کیے ہیں۔ ان میں سے کئی گیتوں میں غزل کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ جن میں بحر زمین اور کبھی کبھی قافیہ و ردیف کا بھرپور استعمال بھی ہوا ہے۔

غزل کے علاوہ اس دور میں حمد اور نعت پر بھی طبع آزمائی ہوئی ہے۔ علی محمد صابرؔی کا ایک قطعہ ملاحظہ کریں ۔ اس قطعہ میں صابری اپنے دور کے حالات اور واقعات کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں۔

کھچو کلا جا جوک رزون اکینی کھوئی کھلا دینا
بُٹو جو اکوئی بل تھینا ہیو تو نادان نے بو نہ رس شاعری شری
کال کلا رے بریوں کھۓ گیے ۔ یو ستولسؔ دونور دیے
ڈیمارے بڑورو گ گی گئے اسپتالو در رچھے نے رس ڈاکٹری شری

ترجمہ:۔

”اس بُرے وقت میں ہم کیا کہیں۔ اپنی ٹوپی سے اپنا منہ چھُپاتے ہیں۔ سب اپنے آپ کو قابل سمجھتے ہیں دل میرے نادان نہ بن تو نہ کہنا شاعروں کی طرح۔

سال درسال چاول کھانے لگے جَو کا آٹا مویشیوں کی نذر کردئے۔ اپنے جسم کے لیے بڑا مرض اُٹھا رہے ہیں تبھی تو اسپتال تک پہنچ گئے۔ اب کچھ نہ کہنا ڈاکٹروں کی طرح۔

علی محمد صابرؔی نے اپنی زندگی کے چند برسوں میں ہی شاعری کی تھی۔ راقم نے ذاتی طور ران سے ملاقات بھی کی تھی۔ ان کے مطابق انکا تحریری مواد وقت کی نذر ہو گیا تب سے انکا لکھنے کا ذوق ختم ہوگیا۔

نجفؔ علی نجف

نجف علی نجف ۶ جنوری ۱۹۵۴ء کو موضع کاکسر کرگل میں پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگ وار مرحوم آخوند حبین کا شمار کاکسر کی برگذیدہ مذہبی شخصیات میں ہوتا تھا۔ نجف علی نے اپنی حیات کے اولین ایام میں دینی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار آخون غلام حسین کی سربراہی میں حاصل کیں۔ پانچویں جماعت تک پرائمری

اسکول کاکسر سے مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہائی اسکول کرگل میں داخل ہوئے۔ مروجہ تعلیم کے لیے اس زمانے میں ماحول سازگار نہیں تھا۔ آٹھویں جماعت کے بعد مزید تعلیم حاصل نہیں کرپائے۔ اور ۱۹۷۶ء میں محکمہ پولیس میں بھرتی ہوئے لگ بھگ ۳۶ برس آپ محکمے پولیس میں آپ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ جنوری ۲۰۱۲ء میں سب انسپکٹر کے عہدے تک پہنچنے کے بعد محکمہ پولیس سے ریٹائر ہوئے۔ محکمہ پولیس میں رہنے کے باوجود آپ کبھی کبھار کئی موقعوں پر شعر کہا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۷۵ء کے آس پاس شینا زبان میں شاعری شُروع کی۔

نمونۂ کلام حاجی نجف علی نجفؔ

اپنے کلام میں حاجی نجف علی نجفؔ پروردگار عالم کی حمد و ثناء کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

ارض و سماء پرایاو دبوئی حمد و ثنا تھیا
نماز گہ زکوٰۃ حج جہاد فرض ادا تھیا
بدرو حنین سمِ پھرے گو شیرِ خدائی
اسلامِ دینِ رے شت ارے گوشکر ادا تھیا
حضرت خلیل پُھو گی چِکیہ باغ چمن تھو
ازحکمِ الٰہی چِکیا تہ خوف خدا تھیا
جبریلؑ والو انما سورہ جہ اشارہ
داماد نبیؐ حیدرؑ کرار گہ وصی تھیا
کعبہ جو نیاو بُت پرستی شیر خدائیی
قبلہ اسنو رَیسی رِچھیاوَ حج ادا تھیا
یا ربّ جہاں نظر کرم شام و سحر تھے

زنجیر غلامے جو رہا بونِی دُعا تھیا
سی سونچِی عمل نُش تھے نجفؔ کئے ہنو مجبور
ہیوے جہٰ چھرے عشق عزا اسئَے گی دوا تھیا

ترجمہ:۔

ارض وسماء خلق کرنے والا خدا ہے جس کی حمد وثناء کرو۔
نماز اور زکات حج جہاد فرض ادا کرو۔
بدر و حنین مٹی میں ملایا شیر خدا نے۔
دین اسلام کو قوت عطا کی شکر ادا کرو۔
حضرت خلیلؑ کی آگ کو باغِ چمن بنایا۔
از حکم الٰہی دیکھو اور خوفِ خدا کرو۔
جبریلؑ لائے انّما ءسورہ میں اشارہ
داماد نبیؐ حیدرؑ کرار کو اپنا وصی بناؤ۔
کعبہ سے مٹایا بُت پرستی شیر خدا نے
قبلہ کا وہ محافظ ہے حج ادا کرو۔
یارب جہاں نظر کرم شام وسحر کر لے
زنجیر غلامی سے رہا ہونے کی دُعا کر لو
نیک عمل نہیں ہے نجفؔ ہے کیوں مجبور
دل میں رکھ کر عشق عزا اشکوں سے دوا کر لو۔

☆☆☆☆☆

اسکول کاکسر سے مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہائی اسکول کرگل میں داخل ہوئے۔ مروجہ تعلیم کے لیے اس زمانے میں ماحول سازگار نہیں تھا۔ آٹھویں جماعت کے بعد مزید تعلیم حاصل نہیں کر پائے۔ اور ۱۹۷۶ء میں محکمہ پولیس میں بھرتی ہوئے لگ بھگ ۳۶ برس آپ محکمے پولیس میں آپ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ جنوری ۲۰۱۲ء میں سب انسپکٹر کے عہدے تک پہنچنے کے بعد محکمہ پولیس سے ریٹائر ہوئے۔ محکمہ پولیس میں رہنے کے باوجود آپ کبھی کبھار کئی موقعوں پر شعر کہا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۷۵ء کے آس پاس شینا زبان میں شاعری شُروع کی۔

نمونۂ کلام حاجی نجف علیؔ نجفؔ

اپنے کلام میں حاجی نجف علیؔ نجفؔ پروردگار عالم کی حمد و ثناء کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

ارض و سماء پرایاو دبونئ حمدو ثنا تھیا
نمازگہ زکوٰۃ حج جہاد فرض ادا تھیا
بدرو حنین سمِ پھرے گو شیرِ خدائی
اسلامِ دینِ رے شت ارے گوشکر ادا تھیا
حضرت خلیل پُھو گی حِلکیہ باغ چمن تھو
ازحکم الٰہی حِلکیا تہ خوف خدا تھیا
جبریلؑ والو انّماسورہ جہ اشارہ
داماد نبیؐ حیدرؓ کرار گہ وصی تھیا
کعبہ جو نیاو بُت پرستی شیر خدائیی
قبلہ اسنو رَیسی رِچھیاوٗ حج ادا تھیا
یا ربّ جہاں نظر کرم شام و سحر تھے

زنجیر غلامے جو رہا بونِی دُعا تھیا
سی سونِجی عمل نُش تھے نجفؔ کئے ہنو مجبور
ہیوے جہٰ چھرے عشق عزا اسےً گی دوا تھیا

ترجمہ:۔

ارض وسماء خلق کرنے والا خدا ہے جس کی حمد وثناء کرو۔
نماز اور زکات حج جہاد فرض ادا کرو۔
بدر وحنین مٹی میں ملایا شیر خدا نے۔
دین اسلام کو قوت عطا کی شکر ادا کرو۔
حضرت خلیلؑ کی آگ کو باغِ چمن بنایا۔
از حکم الٰہی دیکھو اور خوفِ خدا کرو۔
جبریلؑ لائے انّماء سورہ میں اشارہ
داماد نبیؐ حیدرؓ کرار کو اپنا وصی بناؤ۔
کعبہ سے مٹایا بُت پرستی شیر خدا نے
قبلہ کا وہ محافظ ہے حج ادا کرو۔
یارب جہاں نظر کرم شام وسحر کر لے
زنجیر غلامی سے رہا ہونے کی دُعا کر لو
نیک عمل نہیں ہے نجفؔ ہے کیوں مجبور
دل میں رکھ کر عشق عزا اشکوں سے دوا کر لو۔

☆☆☆☆☆

سٔینا شاعری کا باقاعدہ آغاز

۱۹۸۵ء کے آس پاس دراس (کرگل) اور گریز (کشمیر) میں شینا شاعری کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور کو شینا شاعری کا سُنہرا دور کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اسی دور میں شینا شاعروں نے باضابطہ طور پر شاعری کا رواج عام کیا۔ ان شاعروں میں دراس کرگل کے اُستاد شاعر احمد جوان دراسی کا نام سرِ فہرست رہا ہے۔ جنہوں نے سٔینا زبان کو شاعری کے مختلف اصناف جیسے غزل، قصیدہ، مرثیہ اور مثنوی سے روشناس کیا۔ ۱۹۸۹ء میں جوانؔ نے باضابطہ طور پر حمد و قصائید پر مبنی مجموعہ کلام ''چِلو'' شایع کرایا جو یہاں کے شینا شاعروں اور ادب سے محبت رکھنے والوں کے لیے ایک مشعل راہ ثابت ہوا۔ چِلو یعنی ''شمع''۔ اسی چِلو کے طفیل کرگل کے سٔنا آبادی والے علاقوں سے میدان ادب کی طرف شاعروں اور ادیبوں کی آمد شروع ہوئی۔ وادی گریز اور تلیل میں بھی انہی برسوں کے دوران سٔینا زبان کو شاعری کا جامہ پہنایا گیا۔ گریز میں شینا شاعری کو متعارف کرانے میں غلام رسول مشتاقؔ کا نام آتا ہے۔ ان کے بعد عبدالعزیز سامون اور عبدالجبار چکٹ گریز کے اولین شینا شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے صوبہ کشمیر کے ان سرحدی علاقوں میں آخری سانسیں گن رہی اس زبان کی نہ صرف تحفظ کے لیے کام کیا بلکہ سٔینا شاعری کو عوامی سطح تک لانے میں نمایاں کا

رہائے انجام دئے۔ غلام رسول مشتاق کے بعد گریز میں حاجی عبدالعزیز سامون، عبدالجبار چکٹ، مسعود سامون، محمد یوسف نسیم، فرید عاجز، شیخ مشتاق، گلاب دین جزا، غلام محمد شیخ اور سجاد فہیم وغیرہ شنا زبان وادب کے لئے اپنی ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ضلع کرگل میں احمد جوان کے اس شینا ادبی کاروان میں پہلے پہلے بہت کم شاعر موجود تھے۔ جوں جوں علم وادب میں ترقی ہوتی گئی۔ ضلع کرگل میں بھی ادبی سر گرمیاں تیز تر ہوتی گئیں۔ ضلع کرگل کے سرحدی علاقوں کے شاعر وادیب جن میں موضع کرکت بڑگام سے رضا امجد بڑگامی، غلام قادر زکی، اور حقیر (مختار زاہد بڈگامی) موضع کاکسر سے محمد اصغر عاصی، محمد یاسین انصاری، حاجی حسن کاکسری۔ دراس سے محمد شفیع ساگر، مولوی نیاز نیازی، فاروق احمد نوری، عبدالمجید صحرا، عطا واللہ پرواز اور چراغ جیسے شعراء شینا ادب اور شاعری کو فروغ وتقویت بخشنے کے لئے ہر ممکن خدمات انجام دے رہیں۔

رضا امجد بڈگامی نے ۲۰۰۹ء میں اپنا شعری مجموعہ ''جیلِ زہرا'' شایع کیا۔ 'جیل زہرا' کو جموں وکشمیر ولداخ میں چہاردہ معصومین کی شان میں لکھی جانے والی شینا زبان کی پہلی کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ''جیلِ زہرا'' کی ادبی اور مقامی سطح پر کافی سراہنا ہوئی۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد جموں وکشمیر بالخصوص لداخ کرگل کی شین درد عوام میں رضا امجد کے شینا کلام کو مختلف مذہبی اور غیر مذہبی رسومات میں پڑھنے کا رواج عام ہوا۔

۲۰۱۲ء کو احمد جوان دراسی کا دوسرا شینا مجموعہ کلام ''برَ ون'' شایع ہوا۔ برَ ون میں جوان نے حمد، نعت، قصائد، مثنوی، صوفیانہ کلام، رباعیات، غزلیات، نظموں اور گیتوں کو ٹیٹھ شینا زبان میں مرتب کر کے ایک نادر تحفہ کی شکل میں منظر عام پر لایا۔

بِرَ ون کے شایع ہونے کے بعد شینا ادبی سرمایے میں ایک اور نئے باب کا اضافہ ہوا۔ ”بِرَ ون“ کا درجہ شینا زبان میں ایک سنگِ میل کی حثیت سے لیا جارہا ہے۔ جموں کشمیر میں احمد جوان کی شینا شاعری اوران کے طرز کلام کا ثانی شاعر عصر حاضر میں کوئی نہیں۔ جبکہ احمد جوان خطہ شنا کی گلگت بلتستان اور جموں کشمیر کے تمام شاعروں کی فہرست میں صفحہ اول کے شاعروں کے ساتھ رکھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ عصر حاضر میں دراس کے قرب وجوار سے تعلق رکھنے والے متعدد شعرا اپنے کلام کو مرتب کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ وادی گریز سے بھی چند شعری مجموعات مستقبل قریب میں منظر عام پر آرہے ہیں۔ چونکہ راقم کو جو معلومات فراہم ہوئی ہیں انکے مطابق مرحوم غلام رسول مشتاق (گریزی) اور مرحوم عبدُ العزیز سامون (گریزی) کے کلام کا مسودہ تیار ہو چُکا ہے۔ اس کے علاوہ حبہ خاتون ڈرامہ کلب گریز کا شعبہ ترویج واشاعت گریز کے ادیبوں اورشاعروں کی کاوشوں کو منظر عام پرلانے میں روبہ عمل ہے۔

☆☆☆☆☆

غلام احمد خان جوانؔ

غلام احمد خان نام اور جوانؔ تخلص خطہ لداخ (جموں وکشمیر) میں شینا شاعری کی روایت انہی سے منسوب ہے۔ ۱۴ فروری ۱۹۵۳ء کو ٹیسبو دراس (کرگل) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام غلام محمد خان تھا جو ریڈیو کشمیر سرینگر میں بطور کیجول آرٹسٹ لداخی سیکشن میں ملازمت کرتے تھے۔ آپ کے والد مرحوم غلام محمد خان بھی شینا زبان کے مشہور ومعروف فنکاروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ ملازمت کے دنوں میں ہی غلام محمد خان نے اپنے بیٹے احمد خان کو چھوٹا بازار سرینگر کشمیر کے ایک اسلامی درسگاہ میں داخل کیا۔ جوانؔ نے دسویں جماعت تک کی تعلیم وادی کشمیر میں حاصل کی۔

1980ء میں ان کے والد اپنی ملازمت سے برطرف ہو کر واپس کرگل دراس چلے آئے۔ جوانؔ کے گھر کی معاشی حالت اس زمانے میں کچھ خاص نہیں تھی۔ جبکہ جوانؔ کے والد نے ان دنوں دوسری شادی کر لی تھی۔ جس کی وجہ سے جوانؔ سوتیلا پن کا شکار ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جوانؔ دسویں جماعت کے بعد مزید تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔

۱۹۷۱ء کو احمد جوانؔ کی شادی ہوئی۔ مگر سوتیلی ماں اور والد کی نازیبا حرکات سے تنگ آکر اپنے آبائی گاؤں ٹسبو سے نقل مکانی کر کے اپنے سسرال شمشاہ کھربو میں خانہ داماد رہنے کو جوانؔ نے مناسب سمجھا۔ کیونکہ ان کی زوجہ نسیم بانو کے سوا ان کے سُسر کی کوئی اولاد بھی نہیں رہی تھی۔

۱۹۷۲ء کو احمد جوانؔ لداخ اسکاؤٹ (فوج) میں بہ امر مجبور گھر کی خستہ حالی

کے پیشِ نظر بھرتی ہوئے۔ لداخ اسکاوٹ میں بھرتی ہونے کے بعد جوآن کے گھر کی خستہ حالی میں کچھ حد تک سدھار آ گئی۔

شینا زبان کے تئیں احمد جوآن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے شینا زبان کی ایک ایسے دور میں ترجمانی کی جب یہ زبان آخری سانسیں گن رہی تھی۔ جوآن کی آدھی عمر شینا زبان کی خدمت میں گزری ہے۔

ریاستی ایوارڈ یافتہ ضلع کرگل کے معروف بلتی شاعر و ادیب الحاج صادق علی صادق، احمد جوآن کے مجموعہ کلام ''بَرَ ون'' کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

> ''احمد جوآن ایک ہمہ گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فنکار ایک مصور ایک خطاط اور ایک قلم کار بھی ہیں۔ سال ۱۹۸۸ء میں ریاستی کلچرل اکادمی کرگل اور ۱۹۹۷ء میں آل انڈیا ریڈیو کرگل کے قیام کے ساتھ آپ کو اپنی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے مواقع فراہم ہوتے رہے۔ یوں آپ ان دو اداروں کے لئے مشاعرے، نعت خوانی، غزلیات، نظم، فیچرز اور ڈرامے وغیرہ میں حصہ لے کر شناشناس حضرات سے داد و تحسین حاصل کرتے رہے۔ ریڈیو کرگل سے نشر ہونے والے شینا پروگراموں اور محافل مشاعروں میں آپ کا کردار منفرد ہے۔''

۱۹۸۸ء میں فوج سے بطور حوالدار سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۸۹ء میں احمد جوآن نے حمد، نعت، مناجات و قصائد پر مبنی مجموعہ کلام ''حِلو'' خود اپنے ہی مرتب کردہ شینا اضافی حروف کے ساتھ تحریر کر کے منظر عام پر لایا۔

سال ۱۹۹۱ء کو محمد شجاع ناموسؔ کے ایجاد کردہ حروف تہجی پر ایک شینا قاعدہ مرتب کیا جو بقول جوآن کسی اور کے نام سے شایع ہو کر منظر عام پر آیا۔ سال ۱۹۹۷ء

میں آل انڈیا ریڈیو کرگل سے نشریات شروع ہوئی۔ شینا زبان کی نمائندگی کرتے ہوئے احمد جوانؔ نے لداخ کے پہلے شینا براڈ کاسٹر ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

۲۰۰۱ء میں احمد جوانؔ نے جموں وکشمیر بورڑ آف سکول ایجوکیشن کے اشتراک سے پروفیسر محمد امین ضیاءؔ کے مرتب کردہ شینا حروف پر مبنی ایک قاعدہ تیار کر کے بورڑ آف سکول ایجوکیشن کے حوالہ کیا۔

۲۰۱۱ء میں احمد جوانؔ نے اپنا مجموعہ کلام ''بَرَ ون'' شایع کیا۔ جموں وکشمیر اکادمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجیز کے ساتھ احمد جوانؔ ۱۹۹۴ء سے وابستہ رہے ہیں۔ اس سرکاری ادارے میں آپ نے مختلف طریقوں سے شینا زبان کے لئے خدمات انجام دی ہیں۔ جوانؔ کی انہی انتھک کوششوں اور خدمات کی سراہنے کرتے ہوئے لیہ (لداخ) میں منعقدہ گولڑن جوبلی تقریب میں لداخ کے ادباء وشعراء کے ساتھ جوان کو بھی اکادمی کی طرف سے ایوارڑ سے نوازا گیا۔

۲۰۱۲ء میں لداخ پہاڑی ترقیاتی کونسل کرگل کے سابقہ سربراہ کاچو احمد علی خان کے ہاتھوں ایک توصیف نامہ کے ساتھ جوانؔ کو نقد انعام سے بھی نوازا گیا۔

جوان کو عنفوان شباب میں ہی شعر وشاعری کا شوق تھا۔ بقول خود ''فوج کے ایام میں قدرتی شینا شاعری کا جذبہ ذہن میں موجزن ہوا۔ اور شُروع شُروع میں تک بندیاں شروع کی۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو جوانؔ ایک فطری شاعر ہیں۔ ان کے خانگی حالات نے ان کے خیالات واحساسات کو شعری جامعہ پہنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک طرف جوانی کے ایام میں ہی سوتیلا پن کا شکار ہو جانا اور ساتھ ہی ساتھ گھر کی معاشی خستہ حالی نے جوانؔ کی روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ انہی احساسات کا اظہار جوانؔ نے اپنے کلام کے ذریعہ کچھ اس طرح سے کیا ہے۔

مئیِ حال نے کھو جا تہ مو مظلوم ہنوس یارا
پھیریلو کیے ابوم مئَ تقدیرِیُی ستارا
تمنا مئَ اسیلی مس پھنرو سنیم گرزینک
ارمانو جہ مئے وئَ سےَ تھیتی مسی کیئے زینک
فریاد کسے کچے تھیم پروجیک کوئَ ہن یارا ۔
مئَ حال نہ کھو جاتا مو مظلوم ہنوس یارا

ترجمہ:۔

مجھ سے میرا حال نہ پوچھو۔ میں مظلوم ہوں یارا۔
اُلٹا پلٹ چکا ہے میری تقدیر کا ستارا۔
میری بھی تمنا تھی کہ میں بھی سجالوں پھولوں کا چمن۔
میرے ارمانوں پر پانی پھیرا گیا میں کیسے مناوں خوشیاں۔
میں اپنی فریاد کسے سناؤں سننے والا کون ہے یارا
مجھ سے میرا حال نہ پوچھو۔ میں مظلوم ہوں یارا۔

دُنیا کی بے ثباتی اور رنج و حرماں سے پریشان ہو کر ایک اور جگہ جوآن اپنے جزبات اور احساسات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مُسو ہباس چہ جوک تھیم او جِل ہیی بہار نوشی نُوش
مُسو عرض چہ جوک تھیم او جِل ہیُی قرار نوشی نُوش
پُنر پھنڈٓیے شرایم گُناس مئَ سے چمن نوشی نُوش
مُسو چہ رس تہ جوک تھیم او جِل ہیی امن نوشی نوش

ترجمہ:۔ میں تمنا کیوں کروں میری جان میرے دل کی بہار کھو چُکی ہے۔
میں تمہیں کیسے بتاوں میری جان میرے دل کا قرار کھو چُکا ہے۔

میں پھولوں کے کھلنے کی تمنا لیے تھا لیکن چمن ہی کھو چُکا ہے۔
اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں جان دل کا امن کھو چُکا ہے۔

جوانؔ کا کلام سلاست وروانی اور ندرت بیانی کے اعتبار سے کافی جامع نظر آتا ہے۔ آپ نے شینا زبان کے قدیم لفظوں کے ساتھ تشبیہات واستعارات کا بھرپور استعمال بھی کیا ہے۔

سیلیک گا نوش ہتے جا مورے ہو گہ نے تھیات دا
پھالوس تو گوچو ہت گی کھزی بو گہ نے تھیات دا
شاہ گی گدا تھیارک خدائی ذات اکی بِل
اِش مو گدا ہنوس تو ہائے وہ گہ نے تھیات دا
سچیم نی دُنیاتی جہ جوانؔ بوئی موکرے ڈک
اتچھک تُو جرئے پُھوت بوئی رَو مُو و گہ نے تھیات دا

ترجمہ:۔

تحفہ کوئی آج میرے ہاتھوں میں نہیں مجھے دعوت مت دو۔
اگر میں کہیں خالی ہاتھ پہونچ گیا تو محفل سے نکلنے کو مت کہنا۔
شاہوں کو گدا کرنے والا خدائے پاک خود ہی ہے۔
آج میں گدا ہوں تو مجھے ہائے ارے وہ مت کہو۔
میں کب تک رہوں گا اس فانی دُنیا میں جوانؔ کیونکر
ایک دن آئے گا ضعیف ہو کر مر گیا وہ مت کہنا۔

دُنیا کی بے ثباتی کے بارے میں جوانؔ اپنے ایک عارفانہ کلام کے ذریعے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

دو چھکی حِیٹی دُنیاتیے دیز کھزی لا ریوں ہَزیوں
تو کِبر نے تھیالے رَارو دو چھکی دُنیاتی جہ
تو مو ظاہر لم جرن تھے باطنی ڈَو ڈو پھرے
تو کِبر نے تھیالے رَارو دو چھکی دُنیاتی جہ
باغِ جنتیو پوسَوک بوم تھا تو اش عاجز دُلئے
تو کِبر نے تھیالے رَارو دو چھکی دُنیاتی جہ

ترجمہ:۔

یہ دُنیا دو دن کی ہے یہاں دن نکل جائینگے روتے ہنستے۔
تکبر مت کرو بھائیو اس دو دن کی دُنیا میں
اپنے ظاہری جسم کو چمکا کر باطن میں کدورت رکھ کر
تکبر مت کرو بھائیو اس دو دن کی دُنیا میں
باغِ جنت میں پھولوں کی طرح چمکنا چاہتے ہو تو عاجز بن جاو۔
تکبر مت کرو بھائیو اس دو دن کی دُنیا میں

جوآن کے کلام میں تصوف کے علاوہ عشق حقیقی اور مجازی دونوں تصورات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ قصیدہ نگاری میں آپ نے حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ﷺ اور مدح پنج تن پاک جیسے اصناف تخلیق کیئے ہیں۔ آپ کا پہلا مجموعہ کلام ”حِلو“ فقط حمد، نعت، قصائید اور عارفانہ شاعری پر مشتمل ہے۔ ایک حمد باری تعالیٰ میں مناجات کے طور پر پروردگار عالم کی بارگاہ میں جوآن یوں دُعا کرتے ہیں۔

اے دو جہانیو معمار نی التجا پروج تُو
ہنس لاوے بے گنہگار نی التجا پروج تُو

انائی زمینیو مالک تھے جی گہ نُش شریکی
ہنیس بے لاوے لاچار پر وردگار عالم
جاندار اِنس وبے جان خورو جن و ملائک
تھئی قدرتی ڈُلیلیک تھنے بلیس او مالک
فردوس تھے شراٹو ر دوزخ چھورا کھچاٹو ر
کھچی عمل جو رےٖچھیک پروردگار عالم
پوٗنش کھینڈ ی تھی عبادت بُٹے مومینو جو بوئی
اعمال بوکِ اسئی نیک پروردگار عالم
احمد جوانؔ عاجز گہ لاوٗ ہونس گنہگار
برحق گناہ عفو تھیک پر ور دگار عالم ۔

ترجمہ :۔

’’اے دو جہاں کے معمار میری التجاسُن تو
ہم ہیں بہت گنہگار یہ التجاسُن تو۔
آسمان زمین کے مالک تیرا کوئی بھی نہیں شریک
ہم ہیں بڑے لاچار پروردگار عالم۔
جاندار اِنس وبے جان حورو جن وملائک
تیری قدرت سے سب خلق ہوئے ہیں سب کا توہی مالک ہے
فردوس بنایا نیک بندوں کے لیے اور دوزخ بنایا بُرے لوگوں کے لیے
بُرے عمل سے روک لے ہمیں پروردگار عالم۔
پانچ وقت کی تیری عبادت تمام مومنوں کو ادا ہو۔
اعمال ہمارے ہوں نیک پروردگار عالم

احمد جوان عاجز بڑا گنہگار ہوں
برحق میرے گناہ عفو کرلے پروردگار عالم۔

نعت رسول مقبول ﷺ

آخرت گا دُنیا تیو تو شافی ہنو
بے کسی بے بسو ر آہ تو ساتی ہنو
نی اُنیالے ہیور میسٹو ساقی ہنو
یا نبی یا نبی یا نبی تو خدایو شراٹو رسول ہن نبی
بٹ شلینور گہ تو ئیسونی ہدایت دی گہ
تو سو بٹیلے رَینے ہیوٹ ایمان وی گہ
وحدہٗ لاشریک ھن ملائک تھی گہ
یا نبی یا نبی یا نبی تو خدایو شراٹو رسول ہن نبی
معجزے توجہ خدائی اُتھالے رنیاوٗ
یونِ دوپھی تھے سُوری لک کھینگ پھرو
میسٹٍ سیلی چِنٹوک کارتو عرشج کھلاو
یا نبی یا نبی یا نبی تو خدایو شراٹو رسول ہن نبی
نی تمنا ھیر ہنِ مدینے رو وام
اے نی احمد جوان سُوتھئَ لبون رٹیم
کئے مدیز اُرِتھےَ مو دُبار یوِجم
یا نبی یا نبی یا نبی تو خدایو شراٹو رسول ہن نبی

ترجمہ:۔

آخرت اور دُنیا کا تو شافی ہے۔

بے کسوں کا اور بے بسوں کا تو ساتھی ہے
ان پیاسے دلوں کا تو ہی ساقی ہے
یا نبی یا نبی یا نبی تو خدا کا پیارا رسول ہے نبی
تو قرآن کے پاروں کا اونچا جھرنا ہے
تو ہی اسلام کے صبح کی کرن ہے
تو ہی خدا کا پیارا پیغمبر ہے۔
یا نبی یا نبی یا نبی تو خدا کا پیارا رسول ہے نبی
بُت پرستوں کے لیے آپ نے ہی ہدایت دیا۔
آپ نے بُت پرستوں کے پتھر دلوں میں ایمان جگایا
خدا ہی وحدہٗ لاشریک ہے بلاشک کہہ دیا۔
یا نبی یا نبی تو خدا کا پیارا رسول ہے نبی
معجزے آپ کو خدا نے بڑے عطا کیے۔
تبھی تو چاند کو نصف کر کے آفتاب کو پلٹایا آپ نے
نادر تحفے عطا کیے عرش میں بلایا
یا نبی یا نبی تو خدا کا پیارا رسول ہے نبی
یہ تمنا دل میں ہے مدینہ آجاوں
مدینہ آکر احمد جوان آپ کا دامن پکڑلوں
کیوں مدینہ پہنچ کر میں دوبارہ جنم لوں۔
یا نبی یا نبی تو خدا کا پیارا رسول ہے نبی

پیغمبر اسلام کے تعیں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار احمد جوان ایک نعت کے ذریعے کچھ اس طرح سے کرتے ہیں۔

یا نبیؐ مو اش نے جوئَ تا سو کھینڈ اگا جیم بِلی
تھے گُو ٹُو جہ مُس اُنو تھے میسَّٹی نیرَ اریم بِلی
توم رحمتیو گہ ہت کھسَ تھے بِلی سَیسَہ جہ میو
تو اجو کی زندگی ساجِو جہ کیے حِکیم بِلی
معجزو گہ شیلو کھری اج گہ ہونس خھی یا نبی
سو کھینڈا خھیئَ نُور مُس اچھے گی توم پشیم بِلی
حرصِ دُنیاتی جہ تومے لوگو سی دِجوں سَتوس
نی برنا تھیونی دِشر مو خند قر کھذیم بلی
شہا دیتی شربت مو پِی مِری تہ سو کھینڈ یا رسول
پیوہ تھو اُدو مُسِ یونرِ گا کھسَ تھیم بِلی
اش انو کھینڈا دجوں ہونس حرصی پھو جہ یا نبی
خھی محبتئَ الا وِجہ جوانؔ پچیم بِلی

ترجمہ:

''یا نبیؐ میں آج پیدا نہ ہو کر اس وقت جنم لیتا۔
آپ کے مبارک پیروں میں سر رکھ کر میٹھی نیند سو جاتا۔
اپنی رحمتوں کا ہاتھ پھیر لیتے میرے سر پر
تو آج کی زندگی میں میں یہ خواب کیوں دیکھتا۔
معجزوں کے سائے تلے آج بھی ہوں یا نبی
اُس وقت آپ کا نورِ مبارک میں آنکھوں سے اپنی دیکھ لیتا
لالچی دُنیا میں آج میں اپنوں اور غیروں سے لڑ رہا ہوں
میں اُس وقت ہوتا تو جنگ کرنے کے لیے خندق میں ہوتا۔

شہادت کا جام میں پی کر مر جاتا اس وقت یا رسول ﷺ
آپ کے پیروں کی دھول میں اپنے ماتھے پر لگالیتا۔
آج اس وقت جل رہا ہوں لالچ کی آگ میں یا نبی۔
کاش آپ کی محبت کی الاؤ میں جوانؔ بھن جاتا۔

حضرت علیؑ ابن ابو طالب کی شان اور عظمت احمد جوانؔ اپنے کلام میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

امیرِ کارواں دینِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
ہنو رَ و شیرِ یزدان تھین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
وقارِ گلستان دینِ محمدؐ بٹے صحابی ہن
کمالِ رُتبہ جہ ھن تھین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
سکندر دارا گا مرحب کونے ابنِ ابی طالبؑ
شُجاعت گی پرُ و لے تھے نے بین ابنِ ابی طالبؑ
کفارو واصلِ جہنم تھے گو توم ذوالفقار گی نے
کچا کیک حق پرستیِ جا پھرین ابنِ ابی طالبؑ

ترجمہ:۔

امیرِ کاروانِ دین، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
ہیں وہی شیر یزدان جسے کہتے ہیں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
وقار گلستان دینِ محمدؐ تمام صحابی ہیں۔
کمال اور رُتبہ جن کا اونچا ہے وہ ہیں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
سکندر دارا اور مرحب کہاں۔ اور کہاں ابنِ ابی طالبؑ
شجاعت کی برابری نہیں کر سکتے جیسے ہیں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ

کفار واصل جہنم کر دیا اپنی ذُولفقار سے
کتنوں کو حق پرستی میں شامل کیا علیؑ ابنِ ابی طالبؓ نے۔

غزلیاتِ جوانؔ

احمد جوانؔ کی غزلوں سے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ جوانؔ نے اپنی غزلوں میں بیشتر قدیم شینا لفظوں کے علاوہ محاوروں کا بھی استعمال کیا ہے۔ آپ نے خوبصورت تشبیہات اور استعارات کو بھی اپنے کلام میں بھرپور جگہ دی ہے۔ ایسی ہی ایک غزل کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

آنایوِ یُون لوئَی آنئے جُوک واز تا
پُنزیئَ مورے خبَریک تُسے رزتا
نُش ہیوِرے میو قرار کونے ہیَ جلوِ پنز
سمبوِ جہ پُنزیئَ اچھیوِ نیسَ گہ نوٹی
ہیوِے جہ اچے ہیَ سے تھنی سَیئَ سَوٹی
ہیئے جہ بُڑے تہ کڑار کونے ہیَ جلو پُنز
برما فٹوئے آنئے گہ آتہ
پُنزورے میئَ نی بود گہ ہرا تہ
ہیئَ زلو تھے بیزار کونے ہیَ جلو پُنز

ترجمہ:

” اے مہ آسماں تھوڑی دیر کے لئے یہاں آنا
پُنز (بطور استعارہ استعمال ہوا ہے) یعنی میرے محبوب کی کوئی خبر سناؤ

نہیں ہے میرے دل کو قرار کہاں ہے میری پُنر (محبوب)
خیالوں میں پُنر کے آنکھوں سے نیند بھی غائب ہے
دل میں میرے بسی ہیں تمہاری پیاری باتیں
دل میں ہمارے کڑار (قدیم ہند آریائی لفظ کٹار یعنی چھری) چلا کر کہاں
ہے میری پنر
اے پیاری تتلیوں ! ذرا یہاں آجاؤ
پنر کو میرا یہ پیغام لے جاؤ
بیٹھی ہے مجھے کر کے بے زار کہاں ہے میری پنر۔

احمد جوانؔ کی ایک مشہور غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ یہ غزل آل انڈیا ریڈیو کرگل سے اکثر نشر ہوتی ہے۔ احمد جوانؔ نے اپنی عشقیہ غزلوں میں دل کی گہرائیوں سے اپنے محبوب سے اظہار مدعا کیا ہے۔ ذیل کی عشقیہ غزل شینا لفظوں کا استعمال، ندرت بیانی، سلاست اور روانی کے کے اعتبار سے ایک جامع اور خوبصورت غزل ہے۔

بیورے گہ دیوا چھوجہ کھزیں تُو کئے جلوجہ
بیور گہ نہ دے اونٹیوجہ میو ہیو کھزی پھت بیئَ
پُسُو پٹو جو بسکو اَشا تو ہنو ہیو
نیسےِ گی ثُلکے نہ تھے نارِک گہ چھجی حِٹ بیئَ
خُورے گی مُسو جیک تھِم مُچھوتُلی اے رزیم
میئَ خُورا کی توئَ ہئَ نے تھاس تو خوشامد بیئَ
خدائی اچاک نہِ شِلاس تھیئَ کاریو جوک نہِ تھے گاس
صلہ چہِ مورے دے تانہِ دے تو قیامت بیئَ

سمبو پُلاوے پتوچھُرے کرے ڈک موتو
بییم جوانؔ چہِ متو موتو میانوگہ بٹ بیئی

ترجمہ:

”نازو ادا دکھاتے ان آنکھوں سے کیوں پھرتے ہو بہاروں میں
ادا مت دکھاؤ ان لبوں سے میرا دل سینے سے نکل جائے گا
پھولوں کی پتّیوں سے بھی نازک ہے میرا دل
اس دل کے ساتھ مت کھیلو نبض کوئی ٹوٹ جائے گی
یہ جادو بھرے کاکل دُوپٹے سے باہر نہ رکھو
زُلف لہراتے گئے تو میرے دل کو شامت آئے گی
حوروں سے میرا واسطہ نہیں تمہارے پاس آکر کہوں
میری حُور تم ہی ہو نہ کہوں تو خوشامد ہوگی
خدا سے اتنا نہیں مانگا تیرے لئے کیا نہیں کیا
صلہ اب مجھے دے دو نہ ملا تو قیامت آئے گی
خیالی دُنیا میں مجھے کب تک رکھو گے
بیٹھ جاؤ جوانؔ اب تو میرا ذہن بھی کہیں پتھر نہ بن جائے“

☆☆☆

غلام رسول مشتاقؔ

۱۹۴۷ - ۲۰۱۰ء

غلام رسول مشتاقؔ شینا کے علاوہ اردو اور کشمیری زبان میں بھی شاعری کرتے تھے۔ آپ کا پورا نام غلام رسول لون تھا۔ آپ کے والد محمد خلیل لون بڑوگام ٹُلیل سے ہجرت کر کے وادیِ گریز کے ایک گاؤں داور میں مستقل طور پر آباد ہوئے تھے۔ غلام رسول مشتاقؔ کی پیدائش ۱۹۴۷ء کو داور گُریز میں ہی ہوئی۔ جموں وکشمیر کے مشہور براڈکاسٹر اشرف ساحلؔ آپ کے چچازاد بھائی تھے۔

غلام رسول نے ابتدائی تعلیم داور میں ہی پائی۔ ۱۹۶۵ء میں آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول داور سے دسویں جماعت کا امتحان امتیازی نمبرات سے پاس کیا۔ دسویں جماعت کے بعد آپ مزید تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ چونکہ اس دور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے گریز سے بانڈی پورہ (ضلع صدر مقام) یا سرینگر شہر جانا پڑتا تھا۔ غلام رسول کے گھر کی معاشی حالت کچھ خاص نہیں تھی انہی مشکلات کے پیش نظر غلام رسول اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔

۱۹۶۶ء میں غلام رسول مشتاقؔ محکمہ جنگلات میں بحیثیت فارسٹر ملازم ہوئے۔ ملازمت کے چار سال بعد یعنی ۱۹۷۰ء میں ان کی شادی ہوئی۔ ان سے آشنائی رکھنے والے ان کے رفیقوں کے مطابق غلام رسول کے لئے یہ ایک آزمائش

کا دور گزرا تھا۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء تک غلام رسول مشتاق نے گریز آنا ہی چھوڑ دیا۔ اور یوں وادیِ کشمیر کے مختلف مقامات میں گومنے پھرنے لگے۔ بقول مرحوم ’’مجھے معلوم نہیں اس عرصہ مجھ پر کیا گزری‘‘، جون ۱۹۷۴ء کو غلام رسول اپنے گھر واپس چلے آئے۔

اگست ۱۹۷۶ء میں وادیِ گریز کے نوجوانوں نے شینا زبان کے مشہور ادیب اور شاعر مرحوم عبدالعزیز سامون کے مشورے پر ایک ڈراماٹک کلب کی بنیاد رکھی۔ جس کو ’’حبہ خاتون ڈراماٹک کلب‘‘ کے نام سے منسوب کیا گیا۔ غلام رسول مشتاق کو اس کلب کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ حبہ خاتون ڈراما کلب کے ابتدائی پروگراموں کے لئے غلام رسول نے ایک مزاحیہ کلام اردو زبان میں مشتاق تخلص کے ساتھ لکھ کر پیش کیا۔ لوگوں میں ان کے کلام کی کافی پزیرائی ہوئی ساتھ ہی ساتھ غلام رسول کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی۔

اسی دوران مرحوم عبدالعزیز سامون نے مشتاق کو ڈراماٹک کلب کے لئے ایک شینا گیت کی پیش کش کی۔ عوامی سطح پر اس پیشکش کی کافی سراہنا ہوئی۔ انہوں نے غلام رسول مشتاق کو یہ مشورہ بھی دیا کہ اردو اور کشمیری زبانوں میں ہم (شین دردلوگ) مقابلہ نہیں کر سکتے، چونکہ ان زبانوں میں ماضی اور دورِ جدید میں سینکڑوں شہرت یافتہ ادباء وشعراء پیدا ہو چکے ہیں اس لئے آپ اپنا دھیان اپنی مادری زبان شینا کی طرف مبذول کریں جس میں آپ ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

یوں عبدالعزیز سامون کی پیشکش کو بروئے کار لاتے ہوئے غلام رسول مشتاق کے قلم سے شینا شاعری کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دور میں جب نہ کوئی ٹی۔ وی اور نہ ریڈیو میں شینا زبان کی کوئی نمائندگی تھی اور نہ سرکاری یا کسی غیر سرکاری ادارے میں شینا زبان کی کوئی اہمیت تھی حبہ خاتون ڈراما کلب نے شینا زبان کی

اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس زبان کی فروغ و تقویت کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ جب خاتون ڈراما کلب کے کارکنوں کی طرف سے غلام رسول مشتاقؔ کو کافی حوصلہ افزائی ملی۔ گریز کے دور دراز قصبوں اور دیہاتوں میں جا کر مختلف تہواروں اور محفلوں میں غلام رسول مشتاقؔ کے شینا کلام کو متعرف کرا کے عوام تک لانے میں ان کی بھرپُور مدد کی گئی۔

مشتاق ایک شریف النفس شخص تھے جن کو شینا شاعری کے ساتھ بیحد لگاؤ تھا۔ بالآخر ۲۴ نومبر ۲۰۱۰ء کو نماز فجر کے وقت اس جہاں فانی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

سنگ باری یُوں نہ کر مشتاقؔ پر
در پہ تیرے گر پڑے اور سو گئے

غلام رسول مشتاق ۶۵ برس حیات رہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں جتنا بھی ادبی کام کیا ہے وہ فقط ان کی ڈائری اور الماری کی نظر ہو چکا ہے۔ ان کی حیات میں ان کا کلام مرتب ہو کے شایع نہ ہو سکا۔

آپ نے زیادہ تر صنف غزل میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کا کلام تصوف اور طریقت سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں کہیں آپ زندگی سے ناراضگی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ اور کہیں دنیا کی بے ثباتی پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے دل کی روداد بیان کرتے ہیں۔

دنیا بھرم ہنی چار دیزی چڑ کنو کارہ فنائیک
بس دارہ سِسو نوم باقی دارہ فنائیک
یا نبی ﷺ بہ امتی تھے ہانس شت تھنی ہنی
رحمتی بس اِک فُٹیک تھیت پاس للہ ئیک

سوٗ آدمی کھےٗ گو گوم گُولوک بیلو جوک سو پشیمان
نفسِ جه ظالمیئ دُو تھپے ژیک بیلے گُمرائیک
کچو تل ُ ہنی زندگانی خام سیر گوش
اک نه اک چھک تل وزی بوجئ وائے تنہائیک
غفلتی جمائی بونی ہائے نوٹیس بے
پردہ داریک نه دریلی نه شرم و حیائیک
ارمان کھتی ُ نه جُوکیر آخیر کار دُنیاتج
سیٹ نیکیو پھل لبنیجیئ بدیٹ رسوائیک

ترجمہ:

﴾دُنیا ایک خیال ہے چار دنوں میں فنا ہوگی
بس کسی کا نام باقی رہے گا تو وہ ہے خدا ایک
یا نبی ﷺ ہم تیرے امّتی ہے امید بھی ہے آپ ﷺ پر
رحمت کی بس ایک نظر کرلو خدا کے لئے
جب آدم کھاگئے گیہوں کا دانا ہوا کیسا پشیمان
نفسِ ظالم سے ہو جاتے ہیں چند لوگ گُمراہ
کچّا چھت ہے زندگی کے اس گھر کا
ایک نہ ایک دن چھت گر جائیگا تب ہوگی تنہائی
غفلت کا کفن اوڑھے ہائے کھوگئے ہم
پردہ داری رہی نہ شرم و حیا باقی
ارمان نکلے نہیں کچھ دیر کے لئے بھی آخر اس دنیا میں
اچھائی کے لئے نیکی کا پھل ملے گا بدی کے لئے رسوائی﴿

غلام رسول مشتاقؔ کی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ ذیل کی غزل میں مشتاقؔ اپنے محبوب سے شکایت کر رہے ہیں کہ ان کی زندگی کو تباہ کرنے میں ان کا ہاتھ رہا ہے۔

نَئے مو کونے کھتئے ہائی مِیئَ بُلبُل
لوگی اِچھی ما سَتئے ہائی مِیئَ بُلبل
تھیئَ جُدائے جہ شُوشی ہوس پٹے پٹے مووزی گاس
بس جوک رامئے ہوس مو مُتئے ہائی مِیئَ بُلبل
یادو سے پھرکئے ہوس پھِریوں مو بیئَ تنہائیج
مونیا تھینا تُو گہ نُشے ہائی میئَ بُلبُل
سَیسَ کھری وی وَو میو بلبل اسًے ولے ہو کئے
کئے تُو آلوُ ہونس مو چٹئے ہائی میئَ بلبل
ڈِم مریو آلو پشاس پُنیج جوک سانچِور چھُرا
مشتاقؔ کل کھتے گل نہ وَتے ہائے میئَ بلبل

ترجمہ:

مجھے مٹا کر کہاں گئی ہائے میری بلبل
غیروں کی شاید نظر لگ گئی ہائے میری بلبل
تیری جُدائی میں سوکھے پتّوں کی طرح بکھر گیا ہوں
اور کیا ہے میرے پاس کچھ نہیں ہائے میری بلبل
یادوں کی پھرکی میں گوم رہا ہوں تنہائی میں
مجھے مٹانے کی بات چل رہی ہے تم بھی کھو گئی ہائے میری بلبل
سر جھکائے ارے او گُل کیوں رو رہا ہے؟

اب تم آگئے ہو میں گونگا ہو چکا ہوں ہائے میری بلبل
دل میرا لے گیا رکھا کہاں شکار ہوا
رستے پر رکھا یا کہیں پھینکا ہائے میری بلبل
جسم کی طاقت ختم ہو رہی ہے رستے میں یہی خواب دیکھا
مشتاقؔ پر غموں کا بار لادا جا رہا ہے وزن نہیں اتر رہا ہائے میری بلبل۔

غلام رسول مشتاقؔ کے کلام کی سب سے بڑی خوبی ان کی سادگی ہے۔ ان کی غزلوں میں درد اور کسک کا جادُو پایا جاتا ہے۔ وہ عشق کے واردات نہایت ہی عمدہ طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کی چند غزلوں میں ایسا درد بھرا ہے کہ پڑھنے سے دل پر چوٹ لگتی ہے۔

دوستا تیج تھوہرَ یا میو ہیوؤ کھلے کونے چھُرا
فُٹ پوِلی مو واری اش لوکو لوکو مکھ خُپا
ہیجا تھے وعداک تھالو ایک نہ ایک چھک ایم ضرور
ہونس دروم مو انتظار یجہ تُو نہ آلو باخدا
زندگانیو چار دیزوجہ جوک کھزین ارمان دل
ندے گہ اسیلیس بے جُدا بوئی سدے گا آسون بے جُدا
میئی وفایوِ تھوہریا مطلب غلط کیئے ڈل جیلو
مو دجی ہونس راتی سُوریوِ تھیئی جُدا تیج بے وفا
تھیتہ زِل برقعہ مکھ حِکیم بلی ایک ڈُمیو
میو دِرَج بسمیئے اوچو ہوں کونے ہیرائی مرحبا
مشتاقؔ ویران دِش نہ لدوس چے اوحِیم بلی دور گیئے
زندگانی میئی تباہ تھے جوک دسَٹے تُس وفا

ترجمہ:

دوست بنا کے تم لے گئے میرا دل نکال کر کہاں رکھا
نظر پڑ گئی مجھ پر آج جلدی جلدی چہرہ چھپا
یاد کرو تم نے وعدہ کیا تھا ایک نہ ایک دن ضرور آؤنگا
ہوں اب بھی میں انتظار میں تم نہ آئے باخدا
اس زندگی کے چار دنوں میں کیسے نکلتے دل کے ارمان
یہاں بھی رہے ہم جدا ہو کے وہاں بھی رہینگے ہم جدا
میری وفاؤں کو تم نے غلط مطلب نکالا تمہیں ہو کیا گیا ہے
میں یہاں جل رہا ہوں رات دن تمہاری جدائی میں بے وفا
ہٹاؤ تو برقعہ چہرہ دیکھ لیتا میں ایک پل کے لئے
میرے دل میں بس کر بھی بھاگ جاتے ہو کہاں کہاں مرحبا
مشتاقؔ ویران جگہ نہیں ملی اب بھاگتا دور کہیں
زندگانی میری تباہ کر گئے کیا جانو تم وفا

غلام رسول مشتاقؔ کی ایک نظم بہ عنوان ''منزہ راتی'' (مہندی رات) ملاحظہ کیجئے۔ اس نظم میں مشتاقؔ صاحب نے کشمیری زبان کے الفاظ لول برون'' بطور ردیف استعمال کیا ہیں۔ فارسی، عربی اور اردو زبانوں کے الفاظ اور استعارے شینا زبان کے تمام شاعروں کے کلام میں دیکھنے کو ملتے ہیں لیکن وادیِ گریز و تلیل کے شاعروں نے کشمیری زبان کے لفظوں کو اپنے کلام میں قافیہ اور ردیف کے طور پر استعمال کیا ہے۔

غلام رسول مشتاقؔ کی یہ نظم وادیِ گریز میں نوجوان لڑکیاں دلہن کی مہندی رات کے دوران گاتی ہیں۔ اس گیت کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

یا سمکھونی بیئَ بوجون اش ہلالٹ لول بَرون
راتی راتیو بے یا نوٹون اش ہلالٹ لول بَرون
ایم نہ ایم تھیؤ آلی سے راتک منزہ راتک مبارک
اش تو خوشیجہ جی براموں اش ہلالٹ لول براموں
بیئَ گُوٹجہ توئَ ہنئے پریک تھیئَ خوشیجہ ہانس شریک
تُو کھتئے بیسو جوک تھون اش ہلالٹ لول برون
ماں گہ مالو حورمو اسیلیس دُور پردیس جہ سَتیس
تقدیر سی چیتو جوک تھون اش ہلالٹ لول برون
سَیسَ چوکوتھیت اسےَ ولیت نے ہیؤ اسو چھینائے
حُور ہیؤ تو بیسُو پرایون اش ہلالٹ لول برون
پھُو سئے ہتھی گی اش کھتِس موتو گورَ و اسےَ ولیؤں
سال گہ سختیٹ کاتنِ دارون اش ہلالٹ لول برون
کھَس تُو ڈولیٹ او' پری بیگہ پولیس ہانس مِری
تھیئَ رَ ے ڈولیٹ جی براموں اش ہلالٹ لول براموں
مشتاقؔ سے لکھیؤ شعر جِیک ہؤ منزہ راتیو حال کلیک
دنیات فنائی ہیئَ بس بجُون اش' ہلالٹ لول برون

منزہ راتی: کشمیری لفظ مہندی رات

لول برون: کشمیری لفظ معنی پیار بانٹنا

ترجمہ:

"اے پیاری سہیلیو چلو ہم چلیں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں
رات رات کو ہم ناچ لیں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں

آونگی نہ آونگی کہتے آگئی وہ رات مہندی رات مبارک
آج تو خوشی سے مرجائینگے آج دلہن کو پیار بانٹ لیں
بیٹھی ہے کونے میں سج کر تیری خوشی میں ہم بھی ہیں شریک
تُو جارہی ہے ہم کیا کریں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں
ماں اور باپ کی لاڑلی تھی پر اب دُور پردیس میں رہونگی
تقدیر سے اب ہم کیا لڑیں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں
آگ ہاتھوں سے لگائے میں چلی اپنے گھر سے آنسو بہاتے
یہ سال کتنی سختیوں سے ہم گزاریں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں
چڑھ جا ڈولی پر او پری ہم تیار ہیں اپنی جان لئے
تیری اس ڈولی پر جاں نثار کریں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں
مشتاق لکھ رہا ہے اشعار چند ہوں مہندی رات کے احوال گنتے
دُنیا فانی ہے ہم چلیں آج دلہن کو پیار بانٹ لیں

☆☆☆

عبدالعزیز سامون

حاجی عبدالعزیز سامون المعروف پٹھان ۱؍مئی ۱۹۵۰ء کو کھنڈیال گریز میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک عظیم شاعر، مفکر اور ادیب کے ساتھ ساتھ ایک سماجی کارکن کے طور پر بھی جانے جاتے تھے۔ آپ نے مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم اپنے مامو مولانا محمد انور سامون (صوفی بزرگ) کی کفالت ورہنمائی میں حاصل کی۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ کی محکمہ تعلیم میں بطور مدرس تقرری ہوئی۔ دوران ملازمت اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کشمیر یونیورسٹی سے ایم۔ اے اردو امتیازی نمبرات میں پاس کیا۔ مدرسی کے دوران آپ گریز وتلیل کے دور دراز علاقوں میں اپنے فرائض خوش اصلوبی سے انجام دیتے رہے۔ مولانا محمد انور سامون کی رہنمائی میں آپ نے گریز کے دور دراز علاقوں میں شعبہ تعلیم میں انقلابی سطح سے خدمات ادا کیں۔ آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ تہذیب وثقافت اور زبان وادب کی ترویج وتحفظ کے لئے بھی کام کرتے رہے۔

۱۹۷۶میں وادی گریز میں آپ کی رہنمائی میں حبہ خاتون ڈراما کلب کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے ذریعہ شینا زبان وادب اور ثقافت کی تحفظ اور فروغ وتقویت کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کے لئے مختلف صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کے مواقع فراہم کئے گئے۔

عبدالعزیز سامون ۱۹۸۴ء میں (K.P.S) کشمیر ایڈمینسٹریٹیو سروس کا امتحان پاس کر کے محکمہ پولیس میں بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ (Dy.SP) تقرر ہوئے۔ ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے آپ نے ہر سطح پر لوگوں کی خدمت کیں۔ محکمہ پولیس میں ترقی کرتے کرتے آپ سینئر سپرنٹنڈنٹ (SSP) کے اعلیٰ عہدے تک فائز رہنے کے بعد سبکدوش ہوئے۔

عبدالعزیز سامون ”جموں و کشمیر درد شین ڈویلپمنٹ آرگنائیزیشن“ نامی تنظیم کے پہلے چیرمین کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ اس تنظیم نے درد شین طبقہ کی سیاسی، سماجی اور معاشی بدحالی کو دور کرنے کا بیڑا اٹھایا وہی انہوں نے اس طبقہ کی زبان اور ثقافت کو دوسری زبانوں اور ثقافتوں کے ہم پلہ بنانے میں ہر ممکن کوشش کی۔ درد شین طبقہ کی ثقافت اور زبان تقریباً اپنا اصل مقام کھو چکی تھی ایسے اوقات میں اس زبان اور ثقافت کے وجود کو بچانے کے لئے سامون صاحب نے ایک مسیحا کی طرح اپنا کلیدی رول ادا کیا۔

عبدالعزیز سامون ریاست جموں و کشمیر کے شین درد طبقہ میں ایک علمبردار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ گریز، تلیل، کنگن، بانڈی پورہ، کپواڑہ، اننت ناگ، دراس کرگل اور گلگت بلتستان میں آباد شین دردوں کی انفرادی شناخت کو بحال کرنا آپ کا اولین مقصد تھا۔ آپ کو درد شین نوجوان حلقوں میں ایک مثال کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی کاوشوں اور مشن کو مستقبل میں درد شین نوجوان کبھی بھی فراموش نہیں کرینگے۔

آپ کی شینا شاعری وادی گریز کے ساتھ ساتھ ضلع کرگل کے شین درد علاقوں میں بھی کافی مشہور ہے۔ ان کی شاعری میں تصوف اور طریقت کے ساتھ ساتھ معنومیت کی گہرائی دیکھنے کو ملتی ہے جو ان کی شخصیت کو بصیرت فراہم کرتی ہے۔

پٹھان کے کلام میں درد شینا ثقافت اور زبان کی متانت کا احساس ملتا ہے۔ آپ نے کثیر تعداد میں اپنا کلام جمع کیا تھا۔ جو تا حال شایع نہیں ہوا ہے۔

ہم نے جسمانی طور پر حاجی عبدالعزیز سامون کو کھو دیا ہے لیکن وہ ہمیشہ ہماری زیست میں ایک رہنما کی حیثیت سے زندہ و جاوید رہینگے۔

نمونہ کلام:

عبدالعزیز سامون کے صوفیانہ کلام سے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ آپ نے اپنے اشعار میں فانی دنیا اور بے ثباتی کے رموز اور حقیقت بیان کئے ہیں۔ ذیل کے اشعار ان کے صوفیانہ طرز کی خوب عکاسی کر رہے ہیں:

ندِہ کوئَ گہ چیزیٹ نُش ثبات   نِہ تھِیَ دُنیات نہ مىَ دُنیات
سو دل گی توبہ کوئَ سے تھِیئَ   زندہ ہمیشہ سیسیَ زات
بخشم سیسیٹ خدائَ سے رزوَ   نہ تھِیَ دنیات نہ مىَ دنیات
رحمت بناوَجی تشریف اٹاوَ   کُفرے تمام شِناؒلئے چھِنیو
روشن بِلی جُوک کائینات   نہ تھِیَ دُنیات نہ مىَ دُنیات
کچاک دُنیاتج مجا حسین   گیئے سیسیئَ بوبہ زیر زمین
انی قبرستانو وری حِکیات   نہ تھِیَ دنیات نہ مىَ دنیات
نُوری بِلو جلوہ گر   کفرو شِرک زیر و زبر
پوِلے وزی لات ۔دنیات   نہ تھِیَ دنیات نہ مىَ دنیات

ترجمہ:

”یہاں کسی بھی چیز کو ثبات نہیں ہے۔ یعنی دنیا کی ہر چیز ناپائیدار ہے
یہ دنیا نہ میرے لئے ہے نہ تیرے لئے ہے
اپنے دل سے جو کوئی توبہ کرے گا
زندہ ہمیشہ اس کی ذات رہے گی
بخش لونگا میں اسے خداوند کریم کا فرمان ہے
یہ دنیا نہ میرے لئے ہے نہ تیریے لئے ہے
رحمت بن کر آپ ﷺ تشریف لائے

کفر کی ساری زنجیریں توڑ ڈالی آپ ﷺ نے
آپ ﷺ کے تشریف لانے سے روشن ہوگئی کائینات

یہ دنیا نہ میرے لئے ہے نہ تیرے لئے ہے

دنیا میں کتنی حسین و جمیل چیزیں
فنا ہوگئیں اور زیر زمین چلی گئیں
ان قبرستانوں کی طرف نظر کرلو

یہ دنیا نہ میرے لئے ہے نہ تیرے لئے ہے

آپؐ نور رحمت بن کر جلوہ گر ہوئے
کافروں کے شرک زیر و زبر ہوئے (آپؐ کے آنے سے)
مٹ گئے سارے اس دنیا میں
یہ دنیا نہ میرے لئے ہے نہ تیرے لئے ہے۔"

نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عبدالعزیزؔ ایک نعت میں کچھ یوں فرماتے ہیں:

اُمتی تھے لاچار دیدا ر دیٹ دیدار
تُوئَی ہَوّ بس غم خوار دیدار دیٹ دیدار
تشریف تھو اٹا دنیات سنگ برنگ تھا
ظلم اُچیتو گٹ کار دیدار دیٹ دیدار
معراجٹ تو ہریاوَ سِیری بُوٹے توٹ بواوَ
جبرئیل ہو جلوہ دار دیدار دیٹ دیدار
رحمت بوئَی تتو آلو کفرو تھپ چھینو
کائینات ہِلی خوشبودار دیدار دیٹ دیدار

رحمتئ نظریک تھیت زندہ بئ بل امت
دشمنی بین بل خوار دیدار دیٹ دیدار
رحمتیو بڑو دربار آلوس مو بوئ لاچار
بے شک ہوّس خطا کار دیدار دیٹ دیدار
عزیز ہوّس امید وار رحمت تھے بے شمار
اگرچہ ہوس مو بد کار دیدار دیٹ دیدار

ترجمہ:

''یا نبی آپ کے امتی آج لاچار ہیں آپ کے دیدار کی آرزو ہے
آپ ہی ہیں بس غم خوار، آپ کے دیدار کی آرزو ہے
جب آپ تشریف لائے، یہ دنیا آپ کے نور سے روشن ہو گئی
ظلم لمحہ بھر میں ہٹ گیا، آپ کے دیدار کی آرزو ہے
خداوند کریم نے آپ کو معراج پر بلایا اور اپنے سارے راز بتا دئے
جبرئیل ہوئے جلوہ دار، آپ کے دیدار کی آرزو ہے
رحمت بن کر آپ تشریف لائے کفر کے سارے اندھیرے مٹ گئے
یہ کائینات ہوئی خوشبو دار، آپ کے دیدار کی آرزو ہے
آپ رحمت کی ایک اور نظر اس امت پر کرتے تو یہ امت پھر زندہ ہوتی
آپ کے رحمتوں کے دربار میں۔ میں سائل بن کر آیا ہوں
بے شک میں خطا کار ہوں آپ کے دیدار کی آرزو ہے
دشمنان اسلام سارے ذلیل و خوار ہو جاتے آپ کے دیدار کی آرزو ہے
عزیز آپ کا امیدوار ہے، رحمت عطا ہو بے شمار
اگرچہ ہوں میں بدکار تب بھی آپ کے دیدار کی آرزو ہے۔''

عبدالجبار چکٹؔ

آپ کا پورا نام عبدالجبار چکٹ ہے چکٹؔ بطور تخلص بھی استعمال کرتے ہیں آپ کی ولادت ۲۸ نومبر ۱۹۵۱ء کو بمقام وانپورہ گریز تحصیل سوپور ضلع بارہمولہ میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگ کا نام غلام قادر تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری سکول سے حاصل کرنے کے بعد داور گریز کے ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان اول درجے میں پاس کیا۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں بحیثیت مدرس آپ کی تقرری ہوئی۔ فطری شوق نے تحصیل علم سے منہ نہ موڑنے دیا اور کتب بینی کا مشغلہ ذوق وشوق سے جاری رکھتے ہوئے ۱۹۷۵ء میں دوران ملازمت آپ نے کالج آف ایجوکیشن مولانا آزاد روڑ سرینگر سے بی۔ ایڈ کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایم۔ اے کا امتحان بھی کشمیر یونیورسٹی سے امتیازی درجہ میں پاس کیا۔

اپنا تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے ایم۔ اے کے بعد آپ نے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ تعلیم میں ہمیشہ اپنے درجوں میں ممتاز رہے۔ ۱۹۸۴ء میں کشمیر ایڈ منسٹریٹیو سروس K.A.S. کا امتحان پاس کر کے تحصیلدار کے عہدے پر آپ کی تقرری ہوئی۔ آپ بحیثیت سب ڈویژنل مجسٹریٹ، اسسٹینڈ کمشنر، کلکٹر اور ریونیو کمشنر جیسے اعلیٰ عہدوں پر فائض رہے۔

محکمہ تعلیم میں ترقی اور شہرت حاصل کرنے کی وجہ ان کی بے لوث خدمات ہیں۔ آپ نے کشمیر ایڈ منسٹریٹیو سروس کے مختلف شعبوں میں فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ شعر وشاعری کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے بحیثیت استاد کے محکمہ تعلیم میں

INKS

Indian - National - Redcross - Society

ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ جس کا ثبوت آپ کے شاگرد جو اس وقت زندگی کے ہر شعبے میں اعلیٰ عہدوں پر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد فریضہ حج انجام دیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھارت سرکار کے منسٹری آف ہیومن ریسورسس کے تحت دوبارہ تعلیم کے میدان میں بحیثیت سیکریڑی فرائض انجام دئے۔ جبکہ اس وقت آپ انڈین نیشنل ریڈ کراس سوسائٹی کے ریجنل سیکریڑی کے طور پر سماجی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عبدالجبار چکٹ کو اردو شعروشاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ آپ مولانا محمد انور سامون صاحب مرحوم کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ جب آپ نے اپنی مادری زبان شینا کی بے سروسامانی کے ساتھ یہ بھی دیکھا کہ شینا زبان بولنے والے اپنی مادری زبان کو بھول کر دوسری زبانوں کی طرف راغب ہورہے ہیں تو آپ نے شعروشاعری کا سلسلہ شینا زبان میں شروع کیا۔

آپ کی شینا شاعری میں صفائی اور سادگی موجود ہے آپ سیدھے سادھے لفظوں میں شاعری کرنا پسند کرتے ہیں۔ آپ کے کلام میں اخلاق فلسفہ اور توحید کا عنصر غالب ہے۔ آپ نے شینا غزل، حمد، نعت جیسی اصناف شاعری میں طبع آزمائی خوبصورت انداز میں کی ہے۔ شینا کے علاوہ آپ اردو زبان میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ اردو زبان میں آپ کے دو مجموعہ کلام ''آرزو'' اور ''نئی صبح'' منظر عام پر آچکے ہیں۔ شینا زبان کے لئے آپکی خدمات بے لوث ہیں مختلف فلاحی تنظیموں سے آپ کی وابستگی رہی ہے۔ ''جموں وکشمیر دردشین کلچرل اینڈ ایجوکیشنل ڈیولپمینٹ آرگنائزیشن'' نامی تنظیم کے آپ بانیوں میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ تنظیم ریاست جموں وکشمیر کے تینوں خطوں میں آباد شین دردوں کے سماجی اور تہذیبی شعبوں کی فروغ اور ترقی کے لئے پیش پیش رہتی ہے۔ اس وقت آپ اس تنظیم کے چیرمین کے طور پر اپنے فرائض

انجام دے رہے ہیں۔ آپ شینا مشاعروں اور سیمیناروں میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں آپ کی شینا زبان اور گرائمر پر مشتمل کتاب ''گلستانِ شینا'' منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کی علمی اور ادبی حلقوں میں کافی سراہنا ہوئی ہے۔

عبدالجبار چکٹ کا ادبی سفر جاری ہے۔ امید ہے مستقبل میں آپ شینا زبان وادب کی فروغ اور تقویت کے لئے اپنی خدمات انجام دیتے رہینگے۔

☆☆☆

کلام عبدالجبار رچکٹ

عبدالجبار چکٹ نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار ایک نعت کے ذریعہ کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

میئ جیبج سے طاقت نُش تھونوم رزم بیل
مۓ اچھونجہ سے طاقت نش دیدار تھوتھم بیل

تو ہوں سید کونین جان بہاراں تُو ہنوں
توہوں رحمت عالم روح بہاراں تو ہوں

تٹ بلو نازل قرآن تٹ میئ جی قربان
توہوں شاہ مرسلان تٹ میئ جی قربان

خدائے پتوتوئی ہوں تو ہوں مدینیئ تاجدار
توہو امتو غم خوار دو دنیا تو تاجدار

توہوں فخر دودنیات جاں سرور تو ہوں
توہوں صبح بہاراں نور پیکر توہوں

توہو شافع امت تٹ مئیی جی قربان
تو ہوں امتو غم خوار تٹ میئ جی قربان

توبہ قبول بلو آدمو تھونوم گنونج
ناوَ نوحِؑ پار بلی تھو نوم گنونِ بج

درود رزین ملائکیس خدائے ثنا تھئے ہوں
مدثر گہ مزمل خدایسے کلام تھے ہوں

توہو فخر موجودات تو ہوں سید الانبیاء
توہوں شمس الضحیٰ توہوں بدرُ الدجیٰ

سلام قبول تھے اے سرکار رتٹ میئی جی قربان
مئیٔ دنیا تج ایئی بہار رتُت میئی جی قربان
چکٹ نے بو پریشان بسم اللّٰہ تُس رس
حضورؐ سے تھیئی شفاعت الحمدُاللّٰہ تُس رس

ترجمہ:

میری زبان میں طاقت نہیں آپکا نام لے لوں
میری آنکھوں میں وہ طاقت نہیں دیدار آپکا کرلوں
آپؐ ہیں سید کونین جان بہاراں آپؐ ہیں
آپؐ ہیں رحمت عالم روح بہاران آپؐ ہیں
آپؐ کے لئے قرآن نازل ہوا آپ پر میری جان قربان
آپؐ ہیں شاہ مرسلان آپ پر میری جان قربان
خدا کے بعد آپ ہیں آپ ہیں تاجدار مدینہ
آپؐ ہیں امت کے غم خوار دو جہاں کے تاجدار
آپؐ ہیں فخر دو جہاں جان سرور آپؐ ہیں
آپؐ ہیں صبح بہاراں نور پیکر آپؐ ہیں
آپؐ ہیں شافع امت آپؐ پر میری جاں قربان
آپؐ ہیں امت کے غم خوار آپؐ پر میری جان قربان
توبہ قبول آدمؑ کا ہوا آپؐ کا نام لینے کے بعد
دُرود پڑھتے ہیں ملائک خدا آپ کی ثنا کرتا ہے
مدّثرِ اور مزّمل خدا کلام کرتا ہے
آپؐ ہیں فخر موجودات آپؐ ہیں سیدُ الانبیاء۔

اک تمنا عبدالجبار چکٹؔ

پیغمبرؐ اسلام کی بارگاہ میں اپنی تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے چکٹؔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اک پھُٹیک تھِیم تھو درج، بس موٹ ہوں تمنا
دُو اِچھۓ سَیم تھو درج، بس موٹ ہو تمنا
تھو ڈیمیٹ چھورونے بلِ، تھیا نظر یوں ہوں تمنا
تھو ہت گی یون پھر بلِ، تھو دیدار وہوں تمنا
دُعا خدا یٹ ٹھم ہوس، پشم سا نچِوج اک گٹا
تھے قدموٹ بوسہ دیم، تھے قدموج سَیسؔ دیم
تھودرتج جی دیم، بس موٹ ہو نو تما
ہیو میو زخمی ہوّں، پارہ پارہ میو جگر
قطرہؑ رحمت تھے عنایت، بس موٹ ہوں نو تما
اونٹے مے خشک ہئیں، میو جگر د جی ہوّں
نظر کرم تھے اے نبیؐ، بس موٹ ہو نو تما
باس لوسٔٹے خدایٹ دماریم، سوری راتیو دُرود رزِم
حضورؐ اک گٹہ سانحہِ پشم، چکٹؔ موٹ ہو نو تما

ترجمہ:

ایک نظر کرلوں تیرے در پر میں میری یہی تمنا ہے

دو آنکھیں رکھ لوں تیرے در پر بس میری یہی تمنا ہے
تیرے جسم کا سایہ نہیں پڑتا نظروں کو تیری تمنا ہے
یا نبیؐ تو نے چاند کو اپنے ہاتھ سے پلٹا دیا تیرے دیدار کی ہے تمنا
دعا خدا سے کر رہا ہوں دیکھ لوں خوابوں میں ایک پل کیلئے
تیرے قدموں کا بوسہ لوں تیرے قدموں پر سر رکھ لوں
تیرے در پر جان دوں بس میری ہے تمنا
دل میرا زخمی ہے پارہ پارہ ہے میرا جگر
قطرہ رحمت ہو عنایت بس میری ہے تمنا
لب میرے خشک ہیں میرا جگر جل رہا ہے
نظر کرم ہو یا نبیؐ بس میری ہے تمنا
شام وسحر خدا سے مانگ لوں دن رات دُرود پڑھ لوں
حضورؐ ایک پل خواب میں دیکھوں چکٹ میری ہے تمنا

☆☆☆

غزلیات چکٹؔ

عبدالجبار چکٹؔ کی غزلوں میں کہیں کہیں جدت اور نئی لطافت کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی غزلوں کا خاص اور محبوب ترین موضوع عشق ہے تاہم ان کی غزلوں میں مناظر قدرت دنیا کی بے ثباتی ، جدائی کے مناظر فطری مناظر کی عکاسی کے علاوہ فلسفیانہ رنگ اور صوفیانہ طرز دیکھنے کو ملتا ہے۔

غزلوں میں انہوں نے عام طور پر چھوٹی بحروں کا استعمال کیا ہے چکٹؔ کی ایک صوفیانہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ اس غزل میں چکٹؔ دنیا والوں کے نام اپنا ناصحانہ پیغام کچھ اس طرح سے سناتے ہیں:

نی دنیات ہنی چار دیزو، تُس ندو جیک ساتہ ہر
نہُ بازرہوں تُٹ یلہ ہتس ندو جیک ساتہ ہر
اک نصیحت تس پروش، نیک عمل تُس ساتہ ہر
نو ہو سو دا ہتو ہتٹ ، کداتُس جلے سدا ساتِہ ہر
چاہ کوس کھوئَ چاہٹ بوجئ، چاہٹ کٹھودے ثواب ساتِہ ہر
تیمو سَیسَٹ ہتھ اک سَارتھے ،یتمِ چونو کروج ہمیش ساتِہ ہر
مرون ضرور ہوں جنیون پھرا ہوں، سوال تٹ کھوج جواب ساتِہ ہر
دنیا تئی دربکوج عمر ضائع ہلی، غمخوار میو چکٹؔ عمل ساتِہ ہر

ترجمہ: عبدالجبار چکٹؔ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ دنیا چار دنوں کی ہے تم یہاں سے کچھ ساتھ لے کر جانا یہ بازار ہے تمہارے لئے کھلا تم یہاں سے کچھ ساتھ لے کر جانا اک نصیحت تم سن لو نیک عمل تم ساتھ لے کر جانا یہ سودا ہاتھوں ہاتھ ہوتا ہے جتنا تم نے حاصل کیا ہے اتنا ساتھ لے کر جانا کنواں جو کوئی کھودتا ہے کنوے میں خود گر جاتا ہے کنویں کو بند کر لو اور ثواب ساتھ لے کر جانا یتیم کے سر پر ہاتھ ضرور رکھنا یتیم کے چھوٹے کاموں کو ہمیشہ ساتھ لے کر جانا مرنا ضرور ہے پھر زندہ ہونا ہے سوال جو تمہیں پوچھے جائنگے ان کے جواب ساتھ لے کر جانا دنیا کی دوڑ میں عمر ضائع ہوئی غمخوار چکٹؔ عمل ساتھ لے کر جانا۔

☆☆☆

عبدالجبار چکٹؔ کی ایک عاشقانہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ چکٹؔ صاحب نے اس غزل میں کشمیری لفظ 'پذی دا' بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ ''پذی دا'' بطور ردیف بھی استعمال ہوا ہے:

میو ہیو ہری مئی جی لشونِ پذے دا
اچھونجہ تو مو راز رزی اُجونِ پذے دا
تُٹ داس تو مو ہیو ہنو میو نو خطا
چونے چونے مو رًجہ رو جون ِ پذے دا
رات گی لو بلِ سو ری گہ جل بلی
اناَئیں تاروٹ نی شلوگ رجیون ِپذے دا

اک وقتیک اوئَ ہوتو مو چھوریٹ ئجے ہوں
پرونے پُنے سَیے تھے پھر یونِ پذے دا
باغیچہ سوری کھتی گٹ شبنم ہا زے ہئَ
راتیو یا تو سیک میو نشان نیونی پذے دا
جیک گٹا ہوں غم جیک گٹا ہئَ خوشی
نی دنیات ہئَیں بے وفا رونِ پذے دا
جیبھ اگر چُک ہنی لیل میئو ہوّں گواہ
واپس تھے تُس ہیو میو چیپ تھیونِ پذے دا
ہونس مسافر نی دنیا ئج مو چکٹ
تو ہوں پونیو اک ئخو نشونِ پذے دا

ترجمہ:

میرا دل لے کر میری جان چھپنا اچھی بات نہیں
آنکھوں سے اپنا راز بتا کر بھاگنا اچھی بات نہیں
تمہیں اپنا دل دے دیا یہی ہے میری خطا
چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا ہونا اچھی بات نہیں
راتیں جاگ کر گزاری سورج کی کرنیں روشن ہوئی
آسمان کے تاروں کو یہ داستان سنانا اچھی بات نہیں
ایک ایسا وقت آیا ہے اپنے سائے سے بھی ڈر لگتا ہے
پرانے رشتے ٹھیک سمجھ کر گھومنا اچھی بات نہیں
باغوں میں دھوپ نکلتے وقت شبنم ہنس لیتی ہے

راتوں کو پڑنے والا میر انشان مٹانا اچھی بات نہیں
ایک پل میں غم ہے تو ایک پل میں ہے خوشی
یہ دنیا ہے بے وفا رونا اچھی بات نہیں
زبان اگر میری چُپ ہے تو لہو میرا ہے گواہ
واپس کرو میرا دل چھپانا اچھی بات نہیں
ہوں مسافر اس دنیا میں، میں چکٹ
تم میری زندگی کے چراغ ہو بجھنا اچھی بات نہیں

☆☆☆

رضا امجدؔ بڈگامی

معروف ادیب، شاعر اور محقق رضا امجدؔ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے نہایت کٹھن حالات اور ناکافی تعلیمی سہولیات ہونے کے باوجود اپنی منزل کو کامیابی سے حاصل کی ہے۔ آپ ۱۹۶۸ء کو وادی کرکت (موجودہ بڑگام) کے ایک چھوٹے سے گاؤں ہرل میں پیدا ہوئے۔ چونکہ علاقہ کرکت کا نصف حصہ بشمول علاقہ ہرال ۱۹۷۱ء سے قبل پاکستانی شمال علاقہجات گلگت بلتستان کے علاقہ کھرمنگ میں شامل تھا۔ بوجہ صدر مقام سے دوری زندگی کے ہر شعبہ میں یہ علاقہ نہایت ہی پسماندہ تصور کیا جاتا تھا۔

۱۹۷۲ء تک اس گاؤں میں نہ کوئی تعلیمی ادارہ تھا اور نہ ہی کوئی طبعی مرکز۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد کرکت ہرل بھی بھارت کے زیر انتظام کشمیر کے ضلع کرگل میں شامل کیا گیا۔ یہی سے کرکت کے لوگوں کے لئے ایک نئے دور کا آغاز بھی ہوا۔ بھارت سرکار نے یہاں ایک پرائمری اسکول کی منظوری دے کر کرکت کے تعلیم سے ناآشنا لوگوں کے لئے روشنی کی ایک کرن دکھادی۔

رضا امجدؔ کا شمار بھی ان طلباء میں ہوتا ہے جنہوں نے اس گاؤں کے اوّلین طلباء کی حیثیت سے داخلہ لیا۔ پرائمری اسکول کرکت ہرل سے پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ مڈل سکول کرکت چھو (کرکت وئی) سے آٹھویں جماعت پاس کیا۔ دسویں جماعت کی تعلیم آپ نے گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول

کرگل سے حاصل کی۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد ۱۹۸۸ء میں آپ محکمہ تعلیم میں بطور استاد ملازم ہوئے۔ دوران ملازمت آپ نے اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے جموں و کشمیر بورڈ سے بارھویں اور جامع اردو سے بی۔ اے۔ پاس کیا۔

رضا امجد کو زبان و ادب سے شروع سے ہی لگاؤ تھا۔ تاہم مناسب مواقع اور رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے خود کے اندر چھپی صلاحیتوں کا کافی دیر تک اظہار نہیں کر سکے۔

۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک کی دھائی میں پورے خطہ لداخ میں شینا زبان و ادب کے لئے کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا تھا۔ فقط احمد جوان دراسی ہی تنہاں میدان ادب سے وابستہ تھے جو شینا زبان کی تحفظ اور بقا کے ساتھ ساتھ شینا ادب کی ترویج کے لئے کمربستہ تھے۔ مگر مناسب تعاون حوصلہ افزائی اور عوام میں شعور کی کمی کی وجہ سے ان کی رفتار بھی دھیمی پڑ چکی تھی۔ ایسا لگنے لگا تھا گویا یہ آریائی زبان یہاں کی اکثریتی زبانوں میں جزب ہو کر خطہ میں اپنی شناخت کھو دیگی۔ قریب المسخ شینا زبان کی حالت دیکھ کر امجد نے اس کی بقا کے لئے جدوجہد کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس غرض سے انہوں نے میدان ادب پر قدم رکھنے کے بعد ۲۰۰۹ء میں خطہ لداخ میں شینا زبان کی پہلی حمد و قصائد سے مزین کتاب ''جلے زہراؑ'' شائع کر کے منظر عام پر لایا۔ اس کتاب کی ادبی حلقوں میں کافی سراہنا ہوئی۔

۲۰۱۱ء میں امجد نے اپنے چند رفیقوں کے ساتھ مل کر شینا زبان و ادب کو مضبوطی بخشنے کی غرض سے ریاستی سطح کی ایک تنظیم وجود میں لانے کے لئے جدّ وجہد کی۔ ان کی انہی کاوشوں کے طفیل ریاست جموں و کشمیر کے تینوں خطوں سے تعلق رکھنے والے دردشین شعراء و ادباء کی منفعت تنظیم " جموں و کشمیر دردشین ایجوکیشنل و کلچرل ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن " کا قیام وجود میں آیا۔ مذکورہ تنظیم شینا زبان کی فروغ و

تقویت کے لئے مستعدی سے کام کر رہی ہے۔

۲۰۱۴ء میں امجد بڑگامی نے جموں و کشمیر میں آباد شین درد اقوام کی تاریخ پر مبنی کتاب "جموں و کشمیر میں آباد شین دردوں کی مختصر تاریخ" منظر عام پر لایا۔ اس کتاب میں آپ نے ریاست جموں و کشمیر کے تینوں خطوں میں آباد شین دردوں کی تاریخ اور تہذیب وثقافت کے بارے میں مفصل جانکاری حاصل کرنے کی غرض سے ریاست جموں کشمیر کے دور دراز علاقوں کے علاوہ بیرونِ ملک پاکستان کے شمالی علاقہ جات گلگت بلتستان کا بھی سفر کیا ہے۔

آپ شینا زبان کے علاوہ اردو زبان میں بھی نثر اور نظم دونوں لکھتے ہیں۔ شینا زبان کے آپ ایک اچھے نثر نگار بھی ہیں۔ آپ کے کئی ڈرامے آل انڈیا ریڈیو کرگل سے نشر ہو چکے ہیں۔ ڈراموں کے علاوہ آپ کے اردو افسانے مقامی اخباروں میں وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ ایک سنجیدہ اور بااخلاق انسان ہیں آپ کے مزاج میں سادگی، خوش دلی، کیفیت جزباتی اور آزاد خیالی جیسی اہم خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کو شینا کی کئی اصناف سخن پر قدرت حاصل ہے۔ شینا کی اکثر اصناف پر آپ نے کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے، جن میں شینا حمد، نعت وقصائید، مرثئے شامل ہیں۔ آپ نے غزلیں بھی خوب کہی ہیں جن میں عشق حقیقی اور مجازی کے ساتھ ساتھ تصوف بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ آپ کی محبوب ترین صنف مدح چہاردہ معصومین ہے۔ آپ کے کلام میں پختگی، متانت، مضمون آفرینی اور خوبصورت تشبیہات اور استعارات بے مثال ہیں۔ آپ خالص شینا زبان میں شعر کہنا پسند کرتے ہیں۔

میئی کلامو حُرف وحرف پیش ہن خوجہ تھیئی شان جہ!
تھیئی شفاعتو دبونیریے ہیئی دعا

دے چِلو جی دو دبون میو ہیوے جہ
امجدؔی خدمت قبول تھیہ یا خوجہؑ

ترجمہ: ﴾میرے کلام کے حرف حرف پیش ہیں خوجہؑ آپ کی شان میں
آپ کی شفاعت کے لئے خدا سے دعا گو ہوں
عطا کر شمع پروردگار میرے دل میں
امجدؔ کی خدمت قبول کرو یا خوجہؑ﴿

پروردگار عالم کی بارگاہ میں قومی بقاء کے لئے امجدؔ بڑگامی ایک حمد کر ذریعہ کچھ یوں دعا گو ہیں:

حمدِ باریِ تعالیٰ

اے دو جہانو بادشاہ ایمان اسی کامل تھے تا
حمد و ثنا عادت اسی باقی گناہ زائل تھے تا
تھییٔ پاک زاتی رحمتیو نعمات عطا تھا نو ہزار
سجدہ شکر تھیونیرِ ے ادا جی دو دبون قابل تھے تا
شیطان پتو سچی ہنو ابوم پونو رہبر دُلئے
شیطانِ جو رِچھے اسو اسلام جا قائل تھے تا
دُنیادی مالییٔ گی، ہوس غافل بو گانس بے ہر بشر
منزل نہ تھے اسییٔ سقر مومینو سی شامل تھے تا
دُوُ چھاکی نی آرامییٔ کار دنیاد جہ سنیاس ہگار
چِلوک عطا ایمانیو تھے صاحب زماںؑ ظاہر تھے تا
خلقت تھے گا مخلوق بڑو تھیونیر ادا سجدہ شکر
غافل بو ہانس سجدہ جو بے ربّ علیٰ چاِ جل تھے تا

امجد سے تھو نوم گی لکھیو، حمد و ثنا تھئَ شان جہ
علمِ اچاک دیبو دبون رُتبہ رَیسو شاعر تھے تا

ترجمہ: اے دو جہاں کے بادشاہ ایمان ہماری کامل کر دے
حمد وثنا عادت ہماری ہو۔ باقی گناہ زائل یعنی دور کر دے
تیری پاک ذات کی رحمتوں سے نعمات ہزار تُو نے عطا کئے
سجدہ شکر ادا کرنے کے پروردگار ہمیں قائل کر دے
شیطان پیچھے پڑا ہے غلط راہوں کا رہبر بن کر
شیطان سے ہماری حفاظت فرما اسلام کے قابل کر دے
دنیا کے مال اور زر کی حوس سے غافل ہو گیا ہے ہر بشر
منزل ہماری نہ کر سقر مومنوں کے ساتھ ہمیں بھی شامل کر دے
دو دن کے اس آرام کے لئے دنیا میں ہم نے آگ یعنی گناہ جمع کیا ہے
شمع عطا کر ایمان کے ساتھ ہی صاحب الزمانؑ (غائب امام) کو ظہور کر دے
ہر مخلوق کو آپ نے ہی خلق کیا آپ کو سجدہ شکر ادا کرنے کے لئے
لیکن غافل ہیں ہم انسان سجدہ سے ربّ علیٰ شمع روشن کر دے
امجد تمہارا نام شروع کر کے لکھتا ہے حمد و ثنا تیری شان میں
علمِ اتنا عطا کر پروردِگارا ان کا رتبہ شاعروں سا کر دے۔

امجد بڑگامی کی تخلیق کردہ ایک اور حمد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مناجات کرکٹ بڑگام کے اسکولوں میں بچے صبح کی مجلس یعنی مورننگ اسمبلی میں اپنی مادری زبان شینا میں اکثر پڑھا کرتے ہیں:

یا دبون قبول تھے بو اسیئَ دعا
بے گناہگارو تھے بو بخشش خطا

تھے عطا مولیٰ علم گہ سیئیَ نلا
تھے رفع محتاج بُڑو جو ہر بلا
یا دبون قبول تھے بو اسیئیَ دعا
حاکم و خالق نئے ظلم و جفا
تھے یقین منزل اسیئیَ راہِ ھُدا
بو نصیب سیئیَ بندگی تھیئیَ شانجا
جِل تھے بو تارو اسواک آنِ جا
یا دبون قبول تھے بو اسیئیَ دعا
لازوال تھیئیَ زات ہنی شاہِ جہاں
خم تھے ہاں سر چھینسیَ گہ عرض سماء
بو عطا جی دَو، دبون علمو زباں
تھون ادا حمد و شکر جِب گی نلا
یا دبون قبول تھے بو اسیئیَ دعا
تھو عطا تھاک نعمتو نُش انتہا
راہ حق پشَری ہنیک قرآں ڃینیاء
عقل حیراں ہن حمد تھینو سدا
شادماں بوئیَ رحمتو تھیوٗ شکر ادا
یا دبون قبول تھے بو اسیئیَ دعا
دے دبون علمے اچاک ہیوے ڃلا
پنجتن ؑ گہ ایمّوسی رغبت نلا
تھیوٗ سدا امجؔد سے تھیئیَ حمد و ثناء

رفع تھے ہر ہیسَ رَیسیئَ ربّ علیٰ
یا دبون قبول تھے بو اسیئَ دعا

ترجمہ:

خدایا خدایا قبول فرما ہماری دعا
ہم گناہ گاروں کی بخشش کر خطا
کر عطا علم سچائی کے ساتھ
رفع کر محتاجوں سے ہر بلاء
خدایا خدایا قبول فرما ہماری دعا
اے حاکم و خالق مٹا دے ظلم اور جفا
کر یقین ہماری منزل راہِ ھُدا
ہو نصیب نیک بندگی ہماری شان میں
روشن کر دے ہماری قسمت کا ستارا اک آن میں
خدایا قبو ل فرما ہماری دعا
لازوال تیری ذات ہے شاہِ جہاں
خم کئے ہوئے ہیں سر پہاڑ اور زمیں آسماں
ہو عطا پروردگار علم کی زباں
تاکہ ہم کر لیں حمد و شکر اپنی زباں سے
خدایا قبول فرما ہماری دعا
تو نے جو نعمتیں عطا کیں ان کی انتہاں نہیں ہے
راہِ حق جس میں دیکھایا گیا ہے وہ قرآں نازل کیا
عقل حیراں ہے مصروف ہے تیری حمد و ثنا میں

شادماں ہو کر تیری رحمتوں کا شکر ادا کرتا ہے
خدایا قبول فرما ہماری دعا
عطا کر پرور دگارا علم اتنی ہمارے دلوں میں
ساتھ ہی پنجتنؑ پاک اور ائیمہ طاہرین کی رغبت بھی
کرتا ہے امجدؔ تیری حمد و ثناء
رفع کر ہر غم اس کی رب علیٰ
خدایا قبول کر ہماری دعا

امجدؔ بڈگامی عشق محمدؐ سے بھی سرشار نظر آتے ہیں۔ پیغمبر اسلام کی شان میں لکھی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ اس نعت میں امجدؔ نے حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ساتھ ساتھ مقدس سیرت و عظمت کے چند پہلوؤ بیان کئے ہیں۔

نعت رسولِ مقبولؐ

مبارک اے زمیں آسماں تلی فخر جہاں آلوّں
چِلو گی تھب دُنیادی جہ چِلکے شمس الضحیٰ آلوّں
عجب نہ بِل سُمے مکہ تجُو نی چھیکیو گُون اونی
ہباس ہن عرش گہ فرشر محمد مصطفیٰؐ آلوّں
شبّ معراج چھک مہمان خدائی کیسے تھو عرِشج
ملک گہ انبیو کاریو امام الانبیاء آلوّں
اکالے نہ ستِےٓ بے یار رَیٔنیئی کاریو کا آلوں
طعام نُش کیئے شَچین لیچِے رحم ہن مہرباں آلوں

دُلئے شیطانِ ہمراہی بگئی جہ بُت پرستی تھئے
جہالت جو نجات دیونیر سو محبوب خدا آلوں
کچاک ظلم وستم تھے گئے تیاوَ صبر ورضا بونتو
گناہگار امتو کاریو بہشتیو راہنما آلوں
بجاٹی تھب سے راتیو چھک جواب نش گر سوالورے
خدایو نوم ِگنی ہو تھے عزیزِ آمنہ آلوں
رۓچھے شیطان جو یارب بحقّ احمد مختارؐ
نچے جو ہُن تھے ہتھ امجد نی عمریو تُو چھُپہ آلوں

ترجمہ:

❁ مبارک اے زمیں آسمان تمہارے ہاں فخر جہاں تشریف لائے ہیں
روشنی لے کے اندھیرے جہاں میں دیکھو شمس الضحیٰ آیا ہے
عجب نہیں ہے مکہ کی مٹی تُجھ سے خوشبوئے گُل آتی ہو
خوشیاں منائی جارہی ہیں عرش اور فرش میں محمد مصطفیٰؐ تشریف لائے ہیں
شب معراج کے موقع پر مہمان خدا کس کو بنایا عرش میں
ملک اور انبیاؑ کے لئے امام الانبیاؑ تشریف لائے ہیں
تنہاں اور بے یار کوئی نہیں رہے گا ان کے لئے ساتھی آیا ہے
بے طعام نہیں رہیگا سائل کوئی رحم والا مہرباں آیا ہے
شیطان کے ہمراہی بن کر چند نے بُت پرستی کو اپنایا تھا
جہالت سے نجات دلانے کے لئے اب محبوب خدا آیا ہے
کتنے ظلم وستم ہوئے آپؐ پر برداشت کئے صبر و رضا ہونے سے
امت کے ان گناہگاروں کے لئے بہشت کے رہنما آئے ہیں

قبر کی اندھیری راتوں میں جواب نہ ہو اگر سوالوں کے
خدا کا نام لے کر پکارو عزیز آمنہؑ آئے ہیں
نجات عطا کر شیطان سے یا رب بحق احمد مختارؐ
برائی سے اپنا ہاتھ ہٹا امجد اس عمر کے تم کنارے آگئے ہو ۞

مولائے کائینات حضرت علیؑ کی شان میں لکھا ہوا امجد بڑگامی کا ایک قصیدہ ملاحظہ کیجیے۔ امجد نے اس مدح میں اکثر موقعوں پر خالص شینا قافیوں کا استعمال کیا ہے۔

جن و انس حیران بو گئے روشن چِلوک پشی
ملک گہ خوشان بوگئے سجدِج ویوک پشی
شت گی گئے اشا توجہ علیوؑ مسَوک پشی
کُفرو سی لِشی نوٹے دینو پسَوک پشی
مرحب سے شلے اَریئَ کھنٗر کھَلیوک پشی
تھوٗ صفت رسولؐ سے گہ خیبر گینوک پشی
کفرو نیسَ نُشی بوجیئَ بستر رِچھوک پشی
رشک تھینن ملک سے گہ علیؑ آشوق پشی
وصیِ نبیؐ تھے گو بگئ دجوک پشی
فکر و غم جہ نوم گِنا مشکل کُشا ہنو
ہیچہ نجبا کُشیل تو پون سو رہنما ہنو
اکالے گہ لیچھِو کاریو سہارا ہنو
دوستدارو ر محشرج شفا تھے یا علیؑ

وَئَ بگو جہ کوثَر رو نلا تھے یا علیؑ
روگ و ہیسَر امجدؔی دوا تھے یا علیؑ

ترجمہ:

جن و انس حیران ہو گئے روشن نُور دیکھ کر
ملک بھی خوش ہو گئے سجدہ میں آتے دیکھ کر
قوت مل گئی کمزوروں کو علیؑ کی صدا سن کر
کافروں کی فوج چھُپ گئی دین کا عمامہ دیکھ کر
صفت رسولؐ نے خود بیان کی خیبر کی فتح دیکھ کر
کفار کی نیندیں بھی کھو گئیں بستر رسولؐ کی حفاظت دیکھ کر
رشک کرتے ہیں ملک بھی علیؑ کا شوق دیکھ کر
وصیِ نبیؐ کہہ گیا رب تو آدھے جل گئے
فکر اور غم میں نام لے لو مشکل کشاء ہیں وہ
یاد کرو ان کو گر رستہ بھول گئے تو راہنما ہیں وہ
بے بسوں اور بے بسوں کے لئے سہارا ہیں وہ
اپنے دوست داروں کی محشر میں شفا کر یا علیؑ
بانٹتے وقت کوثر کا پانی ہمیں بھی عطا کر یا علیؑ
مرض اور غموں کے لئے امجدؔ کو دوا عطا کر یا علیؑ

خاتونِ جنت فاطمہ زہراؑ کی شان اور عظمت اپنے کلام کے ذریعہ امجدؔ بڑگامی یوں بیان کرتے ہیں۔:

امّ ابھا تھو لقب اسم مبارک فاطمہ
ام الائیمہؑ تُو بلا زوجہ علیؑ شیر خدا

خاتون تو تنہا بلا رشتہ ڈُلیلوک عرشی جا
حسنینؑو مادر مہرباں ہئ تھئ صفت قرآن جا
سامان افطار تھو بگے مسکینی گہ یتیموجا
روزہ رَچھی گئے بے طعام اے مادر سبز قباء
محسن شہید تھے گئے تو گہ تھے گئے تحمل سیّدہ
اولاد بوٹے قربان تھے گئے اے نور عین مصطفیٰؐ
خدائ تھے گالو عطا بونی فرشتوسی ہم کلام
نہ بل عجب گورَے وزی دیسگو تورے تھیو نیر سلامؑ
پے بل جوانان بہشت عرش نشیں مالو تھنو
تھو ازدواج خیبر کشاءِ مومن بٹُو مولا ہنو
ہئ اشک نم مؤمن بٹُو امجدؔ سے تھیو آہ وبُکاہ
دیزے قیامت یا خدا شافع تھے بو خیر النساء

ترجمہ:

ام ابیہا آپ کا لقب اسم مبارک فاطمہؑ
ام الائیمہ آپ ہی ہے زوجہ علیؑ شیر خدا
خاتون آپ تنہاں ہیں جن کا رشتہ عرش میں مقرر رہوا
مادر حسنینؑ مہرباں قرآن میں آپ کی صفت بیاں ہوئی ہے
سامان افطار آپ نے تقسیم کی مسکینوں اور یتیموں میں
روزہ رکھا آپ نے بے طعام اے مادر سبز قبا (امام حسنؑ)
محسنؑ (شکم میں) شہید کیا گیا تب بھی آپ نے تحمل سے کام لیا
کربلا میں اولاد ساری قربان کر گئی اے نورِ عین مصطفیٰؐ

خدا نے آپ کو صفت عطا کی فرشتوں سے ہم کلام ہونے کی
عجب بات نہیں فرشتے آپ کے گھر پر آ کر آپ کو سلام کہیں
بیٹے ہیں آپ کے جوانانِ بہشت عرش نشیں ہیں آپ کے بابا
آپ کا شوہر خیبر کشاء مؤمنوں کے مولا ہیں
ہیں اشک نم مؤمنو! امجد بھی آہ و بکا کرتے ہیں
قیامت کے دن یا خدا شافع رکھنا خیر النساء

امام العصر والزماں امام مہدی (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) کی ظہور کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہو کر امجد بڑگامی اپنے دل کا حال کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

العجل العجل یا امام المنتظر
پُونیائی دنیاتج اش جبر گہ جہلتی شت
یا امام کھذی چھورے اسے شیشوجہ ہت
لنگ بوگانس بے دینی جو سنے گانس بدعت
العجل العجل یا امام المنتظر
ہن فتھو جو بو یا امام ٹُوپی ٹُو دینی سنگ
کھچے جو بون رہا اگر پردہ تھیگا فٹنگ
توئی ہنو امام حق گہ آخری حجت
العجل العجل یا امام المنتظر
ہر ہزالے ہیوس انی دعا تھین صبح و شام
یا دبون ظہور تھے بو گینیو نیٹ انتقام
پُوجی بل دنیاتج حق نوشی تہ ہر بدعت
العجل العجل یا امام المنتظر

نُش عزابے جو کمیک اسوٹ کوتے نُو کھین
یا دبون ہدا یتُور چھپینو لوٴ چھر گہ چین
گنہگارو انی ابش جو لوکو تھیبو فت
العجل العجل یا امام المنتظر
سُونچِ پون جو لنگ بو گانس تُشی دنیا تیو جگ
اسو گہ ناصرینو سانت مشار ظہور یئی چھک
سنگ تھیاری بو مُکھ اسو اُتھل تھے منزلت
العجل العجل یا امام المنتظر
صبح و شام دبونے جو حاجت انی لُو کھون
مرن جو مُچھوٹ زیارت امامیئی تھون
انی ہباس ہیویٹ گنی امجدؔ سے تھین مدحت
العجل العجل یا امام المنتظر

ترجمہ:

العجل العجل یا امام المنتظر
بھر گئی ہے دنیا میں آج جبر اور جہالت کی طاقت
یا امام ظہور فرما رکھ لو ہمارے سروں پہ ہاتھ
ہم دین سے ہٹ چکے ہیں سنبھال رہے ہیں بدعت
العجل العجل یا امام المنتظر
آپ ہی سے یا امام یہ دین کی شمع روشن ہے۔
بدی سے ہم رہا ہونگے اگر آپ پردہ غیب سے ظہور ہونگے
تُو ہی ہے امام حق اور آخری حجت

العجل العجل یا امام المنتظر

ہر نرم دل یہی دعا کرتا ہے صبح و شام

الٰہی ظہور فرما امام تا کہ انتقام لے

ہائل ہوتا حق دنیا میں ہر بدعت مٹ جاتی

العجل العجل یا امام المنتظر

نہیں ہے عزاب سے کم ہمارے لئے آج کا یہ وقت

الٰہی ہدایت کی خاطر شمع ہدایت کو ظہور فرما

گناہگاروں کو اس مشکل سے جلد رہا فرما

العجل العجل یا امام المنتظر

سیدھے رستے سے بھٹک گئے ہیں آج کی دنیا کے لوگ

ہمیں بھی ناصرین کے ساتھ شامل کر دے ظہور کے دن

ہمارے بھی چہرے روشن کر دے ہماری منزلت اونچی کر دے

العجل العجل یا امام المنتظر

صبح و شام خدا سے حاجت اپنی طلب کرینگے

موت سے پہلے کاش زیارت امامؑ کی کر لیتے

یہی تمنّا دل میں لئے امجدؔ بھی مدحت کر رہا ہے

العجل العجل یا امام المنتظر

☆☆☆

غلام قادر زکیؔ

خطہ لداخ کے مشہور قلمکار و نعت خوان غلام قادر زکیؔ تعریف کے محتاج نہیں۔ آپ شینا زبان کے شاعر و ادیب ہونے کے علاوہ بلتی زبان کے لئے نعت و قصیدہ خوانی کے لئے بھی جانے جاتے ہیں۔

غلام قادر نام اور زکیؔ تخلص لکھتے ہیں آپ کی پیدائش ۱۴/۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو کرکت ہرل بڈگام میں ہوئی آپ سن ۵ کے تھے جب وادی کرکت ۱۹۷۲ء کی پاک بھارت جنگ سے متاثر ہوکر بھارت کے قبضے میں آیا۔ ۱۹۷۱ء سے قبل کرکت ہرل پاکستانی شمالی علاقہ جات گلگت بلتستان کے سرحدی علاقوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ بھارتی زیر انتظام جموں کشمیر کے علاقوں میں شامل ہونے کے بعد وادی کرکت میں بھی ہنگامی سطح پر تعلیمی سرگرمیاں عمل میں لائی گئی۔ انہی دوران غلام قادر بھی کرکت کے اولین طلباء میں شامل ہوئے جنہوں نے سرکاری اسکول میں مروجہ تعلیم کے لئے داخلہ حاصل کیا۔ غلام قادر ابتدائی تعلیم پرائمری سکول کرکت ہرل سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ میڈل اسکول کرکت چھو (کرکتو ئی) سے آٹھویں جماعت میں کامیاب ہوکر کرگل قصبہ میں بوائز ہائر سیکینڈری سکول میں داخل ہوئے۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ ۱۹۸۷ء میں محکمہ تعلیم میں بحیثیت مدرس ملازم ہوئے۔ اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے دوران ملازمت جموں وکشمیر بورڈ آف سکول

ایجوکیشن سے بارہویں جماعت پاس کرنے کے بعد مولانا آزاد نیشنل اُردُو یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے بی ایڈ کشمیر یونیورسٹی سے پاس کرنے کے بعد مولانا آزاد اُردُو یونیورسٹی سے ایم اے اُردُو کی ڈگری بھی حاصل کی۔

غلام قادر کی پہچان ایک شاعر کے علاوہ ایک قصیدہ خوان زیادہ ہوتی ہے۔ آپ نے ضلع کرگل لداخ میں بلتی نعت خوانی اور قصیدہ خوانی میں ایک منفرد مقام حاصل کیا ہے۔ ریڈیو کشمیر سرینگر، ریڈیو کشمیر لیہہ اور ریڈیو کرگل سے آپ کی آواز میں نعت وقصائد ریکارڈ ہو چکے ہیں۔ جو اکثر وبیشتر ان ریڈیو سٹیشنوں سے نشر ہوتے رہتے ہیں۔ عوامی سطح پر آپ کی کافی پہچان ضلع کرگل کے مشہور ومعروف قصیدہ خوانوں میں ہوتی ہے۔

بلتی زبان میں آپکی تقریباً ۸ کیسٹ اور شینا زبان میں ۲ نعت وقصائید کی کیسٹس منظر عام پر آچکی ہیں۔ نعت خوانی اور قصیدہ خوانی سے جڑے رہنے کے باوجود بھی آپ نے شاعری کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی ہے۔ بقول آپکے شاعری کا شوق بچپن سے ہی تھا مگر باقاعدہ شاعری کا آغاز ۲۰۰۳ء سے کیا جب جموں وکشمیر اکادمی میں کسی محفل مشاعرے میں بطور شینا شاعر پہلی بار حصہ لیا۔ آپ نے کثیر تعداد میں اپنا کلام جمع کیا ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ غلام قادی زخمی پچھلے ۱۲۔۱۳ سالوں سے شاعری کر رہے ہیں۔ آپ نے یوں تو غزل کے علاوہ صنف، قصیدہ، اور مرثیہ پر زیادہ طبع آزمائی کی ہے مگر آپ کو ان اصناف کے علاوہ ظریفانہ کلام کہنے میں بھی عبوریت حاصل ہے آپکے کلام میں طنز ومزاح کے آثار خوب جھلکتے ہیں۔

غلام قادر زخمی کے ایک ملی نغمہ کے چند اشعار ملاحظ کریں۔ اس نغمیں میں زخمی قوم کے جوانوں سے اپنے وطن کی حفاظت اور ترقی کے لئے یک جٹ ہونے کی اپیل کر رہے ہیں۔

زمانہ بلو کھچاٹو دو گہ دو ڈبجیو گیئے
اکینی کُوئی کائی نے پرائے درینی ڇکیوں گیئے
درینی دو چھاکی فت تھے اکینی کوئی کائی پرایا
اک بو بیا وو جوانی وطن اکینی پرایا
ہیئے جو کھلے عداوت درینے اکینے تھیا
ہت پلے یوپے ڇھو بیا اَکنی دولت پرایا
اکینو ڈما جا ہمت تھے تا جہالت نیا
اک بو بیا وو جوانی وطن اکینی پرایا
درینے ارَو اچے اکینے کرومی پرائے
جکُووے لولے وزی اسیئ ملیکی نائے
چونے بڑے اک بو کھڑی جی دے ملیکی فرئے
اک بو بیا وو جوانی وطن اکینی پرایا
تھیم سوال سس مالا رے اکورے فرصت کھلیاء
ڈیما جا زحمت گنی اکینی حالت پرایا
رجیک گی کھچی نہ پشی انی جہالت نیا
اک بو بیا وو جوانی وطن اکینی پرایا
باغوجہ پُسَّی ہنے پسّو جہ کرّیں پوئی ہنے
اکورے ڇکیو ہنے ارَّورے دجیوں ھنے
اکینی حالت نے پشی مُتو جا ہجیوں ہنے
اک بو بیا وو جوانی وطن اکینی پرایا

موڑَگی نے فراسزارے دَرینی حالت پشی
چلوکے بزوکے گٹی دری در ٹھو نے رِفری
کون دیالیت تو موڑَ رجانوس مو کلے ٹھوڑَازکی
اک بو بیا وو جوانی وطن اکینی پرایا

ترجمہ:

زمانہ ہوا ہے برا دو حصہ ہو کر (لوگ) آپس میں لڑ رہے ہیں
اپنی زمین اپنا وطن چھوڑ کر باہری زمین دیکھنے لگے ہیں
دو دن کی بیرونی دنیا چھوڑ کر اپنی زمین سمبھالو
ایک ہو جاؤ ارے او جوانو اپنے وطن کی حفاظت کرو
دل سے نکال کر عداوت باہر والوں کو اپناؤ
ہاتھ ملاؤ آپس میں مل کر رہو اپنی دولت بناؤ
اپنے جسم سے ہمت کر کے جہالت مٹاؤ
ایک ہو جاؤ ارے او جوانو اپنے وطن کی حفاظت کرو
بیرونی لوگ اندر گھس گئے اپنے کام کر گئے
(جکوئے لولے) سرخ بال یعنی فرنگی آئے ہمارے وطن کو مٹا گئے۔
چھوٹے بڑے یک جٹ ہو گئے اپنی جانیں قربان کر کے وطن کی حفاظت کی
ایک ہو جاؤ ارے او جوانو اپنے وطن کی حفاظت کرو
سوال کرتا ہوں ماں بہنوں سے اپنے لیے فرصت نکالو
اپنے جسم سے زحمت کر کے اپنی حالت سدھارو
میری باتوں کو بُرا نہ سمجھ کر یہ جہالت مٹا دو
ایک ہو جاؤ ارے او جوانو اپنے وطن کی حفاظت کرو

باغوں میں پھول کھلے ہیں مگران پھولوں میں کیڑے پڑے ہیں
اپنے آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر اندر ہی اندر جل رہے ہیں
اپنی حالت نظر نہیں آتی دوسروں پر ہنس رہے ہیں
ایک ہو جاؤ ارے او جوانو اپنے وطن کی حفاظت کرو
باتیں لیے مت گھومو پھیرو بہنو باہر کی حالت دیکھ کر
صبح اور شام کے وقتوں میں در بدر تم نہ چلو
سن لو گر یہ نصیحت کر گیا ہوں مجھے شمار کر لو اپنا بھائی زکیؔ

پیغمبر اسلامؐ کی شان اور عظمت اپنی ایک نعت کے ذریعہ زکیؔ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

مسوجوک تھے لکھم مدح نبی صفت قرآنج آں خالق اعظم
مسو بھتم تو نظر انا فتحنائی جہ اطہر یا مرسل اعظم
عرش جہ ہر یو نیرے نبیؐ براقِ چینی گاوَ آن خالق عالم
عالم بُڑے جہ رتبہ تھو ڈاٚنو گہ بہتر یامرسل اعظم
چڑ موگو انآئی جہ فیاری حضرت عیسےٰؑ حکم جہ خدائی
قوسین دناج تو فیاری خالق اکبر ہا مرسل اعظم
عرشجہ بوجوج براق سوار تھے تا کھذی گو جیرئیل گہ چھچی گاوَ
تھے پو وجہ نہ فین کنو نبی تو سی نلا ہمسر یا مرسل اعظم
چڑ موگو آنائی جہ تو کھنری تھے گا امامت توئی مچھو کھذی تا
ثقلین گہ ملک بیئیگہ ہنے تو پرائے رہبر یا مرسل اعظم
یا مرسل اعظم تھو چھورے امانتے دو دنیا دجہ چلو تھے
سے گی تھیتا وسیلہ ہن دُعا شافع محشر یا مرسل اعظم

امام اول رَا علیؑ شاہ ولایت نظر تھے دعا تھون
محتاج بے ہنیس شیلو عطا تھے اسوِ برسر یا مرسل اعظم
دریائے گناہِ جہ بے غرق بوئی تہ سَچی ہانس رسً بار الہٰی
بحق زحی العسکری مہدیؑ رہبر یا مرسل اعظم

ترجمہ:

میں کیسے لکھوں مدح نبی صفت قرآن میں ہے خالق اعظم
میں کرلوں نظر انا فتحنا میں بھی ہیں اطہر یا مرسل اعظم
عرش پہ جانے کے لئے نبیؐ کو براق بھیجایا خالق عالم
عالم سارے میں رتبہ آپ کا اونچا اور بہتر ہے یا مرسل اعظم
چوتھے آسمان پر پہنچا کر حضرت عیسےؑ حکم خدا سے
قوسین تک آپ کو پہنچایا خالق اکبر نے یا مرسل اعظم
عرش پر جاتے وقت براق سوار ہو کر نکلے جبرئیل بھی تھک گئے
تیرے قدموں تک نہ پہونچا کوئی بھی نبی تیرے ساتھ ہمسر یا مرسل اعظم
چوتھے آسمان پر آپ کر گئے امامت آگے آکر
ثقلین اور ملک دونوں آپ کو بنا گئے رہبر یا مرسل اعظم
یا مرسل اعظم آپ نے رکھ لی ہیں امانتیں دو دنیا میں روشن کر کے
بنا دے انہیں ہمارا وسیلہ یہی ہے دعا شافع محشر یا مرسل اعظم
امام اول آپکا بھائی علیؑ شاہ ولایت نظر کر دعا کرتے ہیں
محتاج ہم ہیں سایہ عطا کر ہمارے لئے برسر یا مرسل اعظم
دریائے گناہ میں ہم غرق ہوئے ہیں حفاظت کر بار الہٰی
بحق زکی العسکری مہدیؑ رہبر یا مرسل اعظم

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کی بارگاہ میں زکی اپنی عقیدت کا اظہار ایک نعت کے ذریعہ کچھ یوں کرتے ہیں:

خدائیَ نوری جو چھینو تو افضل یا رسول اللہ
تھو نوم انجیل جہ احمد نومرسل یا رسول اللہ
بلی حکم خدا لوح و قلم مدح نبیؐ لکھے
لکھے اسم محمد عرش اجمل یا رسول اللہ
زکر مدح محمدؐ بوئَ خدائی عرش جہ میجا
زبور تورات قرآن بوئَ مکمل یا رسول اللہ
محمدؐ نوم شراٹو م ۔ح۔ م۔ ڈیم دولئے دینیو
دولئے دال گی قدِ آدم مکمل یا رسول اللہ
منافق گہ کفاروٹے دینا دو زخ دولئے گئینی
نجومی کا ہنو کارکن معطل یا رسول اللہ
نبی ایک لاکھ بی گہ چار سسو تُو اول و آخر
دنیات جوک سنگ تھیئَ نوری جہ تو مشعل یا رسول اللہ
صفت جوک بھم گنہگار سے صفت یکتا خدائیَ تھو
چلکے انا فتحنا ح جا مسلسل یا رسول اللہ
تھی نوری جو چھِنے زہرا و حسنینؑ نی دنیا دیجا
دنیا ترے درسگاہ بوی مسائل یا رسول اللہ
خدا یا ہانس پریشان بوئَ قلیل اعمال دولیلیک گی
امید ناؤ گہ پوجو جا تھے توسل یا رسول اللہ

خدا یا ہر مسلمانے پر ائے زائر گہ حاجی تھے
نصیب بل توکوتے رس بون توکل یا رسول اللہ
خدایا غم فکر نہ دے عطا بوصبر ایوّبیؑ
حسینیؑ غم زکی ہیجا تھے محفل یا رسول اللہ

ترجمہ:

خدا کے نور سے خلق ہوئے آپ ہیں افضل یارسول اللہؐ
آپ کا اسم مبارک انجیل میں احمد تو مرسل یارسول اللہؐ
ہوئی حکم خدا لوح وقلم مدح نبی لکھو
لکھو اسم محمدؐ عرش اجمل یارسول اللہؐ
ذکر مدح محمدؐ ہوئی عرش میں سب سے پہلے
زبور، تورات، قران ہوئے مکمل یارسول اللہؐ
محمدؐ نام پیارا م۔ح۔م۔ سے جسم بنا دین کا
بنا د سے قد آدمؑ مکمل یارسول اللہؐ
آپ کے آنے سے منافقوں اور کفار کے لئے دنیا دوزخ بن گئی
نجومی کاہن اور ان کے کارکن معطل ہوئے یارسول اللہؐ
نبیؐ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار میں آپؐ اوّل بھی آخر بھی
دنیا پوری روشن ہوئی تیرے نور سے تو مشعل یارسول اللہؐ
صفت کیسے بیان کروں میں گنہگار صفت یکتا خدا نے کی
دیکھ لو انا فتحنا میں مسلسل یارسول اللہؐ
آپؐ کے نور سے ہی وجود میں آئے زہراؑ اور حسینؑ اس دنیا میں
دنیا کے درسگارہ بن گئے مسائل یارسول اللہؐ

خدایا ہم پریشان بیٹھے ہیں قلیل اعمال جمع کر کے
امید نو پانچ (۱۴ معصومنین) کی رکھ کر توسل یا رسول اللہؐ
خدایا ہر مسلمان کو بنا دے زائر اور حاجی
نصیب ہوا تو ابھی نکلتے ہیں توکل یا رسول اللہؐ
خدایا غم اور فکر نہ دے۔ عطا ہو صبر ایوبیؑ
حسینؑ کا غم زحی کے دل میں محفل کر یا رسول اللہؐ۔

☆☆☆

محمد اصغر عاصی

محمد اصغر نام اور عاصی تخلص کہتے ہیں موضع کاکسر کرگل میں آپ کی پیدائیش ہوئی آپ نے اپنے بچپن کے ایام یتیمی میں گزارے۔ آپ کی پیدائش کے ایک سال بعد آپ کی والدہ انتقال کر گئی قریب سات سال بعد آپ کے والد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی کفالت آپکے برادر بزرگ ماسٹر غلام نبی نے اس ڈھنگ سے کی کہ آپ کو اپنے ماں باپ کی کبھی بھی کمی محسوس ہونے نہیں دیا۔ راقم کی جب اصغر عاصی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی حیات کی روداد کچھ اس طرح سے بیان کی:

''میری پیدائش کے ایک سال بعد ماں اور سات سال بعد والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور میں یتیم ہو گیا کوئی صاحب انسان خود اندازہ کرسکتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ماں اور باپ دونوں کا سایہ سر سے اُٹھ جائے تو اس بچے پر کیا گذری ہوگی۔ اس جہانِ فانی میں شاید کتنے یتیم بچوں کے خواب ادھورے رہے ہونگے۔ خدا کا شکر ہے میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ میں اپنے برادر بزرگ ماسٹر غلام نبی کیلئے اللہ تعالی سے دعا گو ہوں اور رہونگا بھی جنہوں نے میری پرورش کے لئے ماں اور باپ دونوں کی جگہ لے لی۔ میری ایسی دیکھ بال کی کہ مجھے والدین کی کمی کا احساس تک ہونے نہیں دیا ساتھ ہی ساتھ مجھ ناچیز کی اس ادبی میدان میں شمولیت کے لیے کلیدی رول انہوں نے

ہی نبھایا ہے۔''۔

اصغر عاصیؔ کی ابتدائی تعلیم پرائمری سکول کاکسر میں اپنے برادر کی زیر نگرانی میں ہوئی۔ مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپکے برادر عزیز نے آپکو دینی تعلیم سے بھی روشناس کرایا۔ پرائمری سکول کاکسر سے پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ نے دسویں جماعت بھی پاس کیا۔ مگر نامناسب حالات کی وجہ سے آپ اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ اور محکمہ پی ایچ ای میں ملازم ہوئے۔

آپ کو شینا شاعری کا شوق اس وقت پیدا ہوا جب آپ بلتی قصائید اور مراثی کی کتابیں اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۸۵ء کے آس پاس آپ نے بلتی شاعری سے متاثر ہو کر شینا زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔ کلچرل اکادمی کرگل اور ریڈیو کرگل جیسے سرکاری اداروں اور غیر سرکاری اداروں کی جانب سے منعقدہ محافل مشاعروں میں آپ بطور شینا شاعر حصہ لیتے رہتے ہیں۔

اصغر عاصیؔ نے غزل، قصیدہ، مرثیہ اور نظم جیسی اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ نے شینا زبان کا کثیر تعداد میں کلام جمع کیا ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے راقم سے اپنے مجموعہ کلام کے بارے میں آپ نے فرمایا:

> ''میرے پاس اپنے کلام کا مجموعہ کثیر تعداد میں موجود ہے لیکن اپنے آپ کو قوم کا قرض دار سمجھتا ہوں کیونکہ اس مجموعہ کلام کو ایک کتابی شکل دیکر شینا زبان کے اثاثے میں شامل کرنے کے لئے چند ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے رُکا ہوا ہوں۔ انشا اللہ وہ دن بھی دُور نہیں جب میں اپنا مجموعہ کلام قوم کے نام وقف کرونگا۔''

اصغر عاصیؔ کا نمونہ کلام:

ایک حمد باری تعالیٰ سے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ جس میں اصغر عاصیؔ نے

خالق دو عالم کی بارگاہ میں مناجات کے طور پر اپنی تمناؤں کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا ہے:

اے کائناتو مالک موت گا حیاتو مالک
پوری دنیا تو خالق رحم تھے نو خدا یا
سجدہ تھے مُس تھئَ زاتر توم نفسی خواہشاتر
ہیوِ چھرے دنیاتر رحم تھے نو خدا یا
تھب قبریر فوئَ مولا چار گو چو ہنوس گہنگار
بیئَ مال و زر کا بیکار رحم تھے نوخدایا
نکرین سے تھین سوالو مورے نش خبرا صولو
مسوُ نوم گنیم رسولوؐ رحم تھے نو خدا یا
مومن دلئے مو آزیوں دوست دار اہلبیتوؑ
مورے نش خبر اصولوِ رحم تھے نو خدا یا
مسَّٹی مچھی پرُولی انی جادو گر دنیا تو
اسپا ہیوے جا ہنو رحم تھے نو خدایا
فضلِ وِ کرم الٰہی بحقّ پنج تنی
عاصیؔ سچی ہاونس خالی رحم تھے نو خدا یا

ترجمہ:

اے کائنات کے مالک موت اور حیات کے مالک
پوری دنیا کے خالق رحم کرنا خدایا
سجدہ میں تیری ذات کے لئے کرتا ہوں اپنی نفسی خواہشات کے خاطر
دل رکھتا ہوں دنیا کے لئے رحم کرنا خدایا

اندھیری قبر میں ہونگا لاچار خالی ہوں میں گنہگار
ہونگے مال وزر بھی بیکار رحم کرنا خدایا
نکرین کے سوالوں کا اور مجھے خبر نہیں اصولوں کا
میں نام لونگا رسولؐ کا رحم کرنا خدایا
مومن بنا ہوں زبان سے ظاہری دوست دار اہلبیتؑ کا
مجھے خبر نہیں صراط کا رحم کرنا خدایا
شہد جیسی میٹھی اس جادوگر دنیا کے لئے
زائقہ دل میں بسا ہے رحم کرنا خدایا
فضل وکرم الٰہی بحق پنجتنؑ پاک
عاصیؔ بالکل خالی رہ گیا ہے رحم کرنا خدایا

پیغمبر اسلام کی شان اور عظمت ایک نعت کے ذریعے عاصیؔ کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

نعت رسول مقبولؐ

اِک بل قرآن گہ اہلبیتؑ قول رسول عالمینؐ
امت موچھے تھے گیئ جفایا رحمت العالمینؐ
تھے امتی کا ریو دُعا تھے گو نبیو بارے خدا
حتیٰ کہ کھن چادر کِسا یا رحمت الالعالمین
زہرا علیؑ حسینؑ نلا ساتھی ہنے تحتِ کِساء
شامل بلو جبیرئل نلا یا رحمت الاعالمین
تھئ کاریو بل عرش علا عرض و سما انی دوجہاں
رحمت گینیاء بے انتہا یا رحمت الالعالمین

دین مبین روشن تھے گا انی دو جہاں بُڑی سنؔ تھے گا
شرکِ دبون بٹُو درنؐ تھے گا یا رحمت الا لعالمین
لاچار گہ مظلومو دعا تھو اسم پاک گی بیئَ شفاء
عاصی فیار اوے کربلا یا رحمت الالعالمین

ترجمہ:

ایک ہیں قرآن اور اہلبیتؑ قول رسول الا العالمینؐ
امت نے پہلے کیا جفا یا رحمت الا العالمینؐ
امت کے لئے دعا کر گئے نبی اللہ تعالی سے
حتیٰ کہ چادرِ کسا میں بھی یا رحمت الا العالمینؐ
زہرا، علیؑ، حسنینؑ ساتھ ہیں تحتِ کسا میں
شامل ہو گئے جبرئیل بھی یا رحمت الا العالمینؐ
دین مبین روشن کر گئے یہ دو جہاں بھی منور کر گئے
مشرکوں کے خداؤں کو مٹا گئے یا رحمت الا العالمینؐ
لاچار اور مظلوموں کی دُعا آپ کا اسم پاک لینے سے شفا ملتی ہے
عاصی کو پہنچا دے کربلا یا رحمت الا العالمینؐ۔

مدح مولائے کائینات حضرت امام علیؑ من کلام اصغر عاصی

ایمان کلُ نفس رسولؐ مولائے من یا مرتضیٰؑ
تھیئَ معرفت کا شان جِہ وی گو دبونئ ہل اتیٰ
در خیبرو ہتھ کی وسَا بدرو حُنین بُڑی سم فرا
شرک جلیل بُڑو کرپُ تھے گا تجا مو فدا یا مرتضیٰؑ

مولا شجاعت گی وسَا چُھو ہو کھِنا تھو اژدھا
جہلو کھولہ دے مل کھلا فُٹ نُش تری گو بے حیاء
ہجرتیو راتیو چھک نبیوؐ بستر رِچھا تھے جیل فدا
مولا سُجون بونتو بشن نُشو تری گیٔے ائَی کھناؑ
تو شافع محشِر بیلو مور ے تھے مدد اعرافی جہ
نُش تو سچم مو دوزخی بو ڑوسی نلا عزابی جہ
مولا بحقِ مصطفیٰؐ تھے اک نظر مئیی حال جہ
نُش تو سچم مشکل کشا عاصیؔ دنیا تیو فکر یجا

ترجمہ:

ایمان کُل نفس رسولؐ مولائے من یا مرتضیٰؑ
تیری معرفت اور شان کی تعریف خداوند کریم نے ہل اتی سے کیا ہے
درخیبر کا اپنے ہاتھ سے دو حصہ کیا بدر و حنین میں دشمنوں کو خاک میں ملا دیا
شرک کرنے والوں کا خاتمہ کر دیا۔ تم پر میں فدا ہوں یا مرتضیٰؑ
مولا کی شجاعت دیکھو بچپن میں آپ نے اژدھا کو اپنے ہاتھوں سے چیر لیا
ابو جہل کے منہ میں طمانچہ کسا، دیکھے بغیر نکل بھاگا بے حیا
ہجرت کی رات نبیؐ کے بستر کی حفاظت کی اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر
مولا کو بستر میں پہچان نہ سکے اور بھاگ گئے
آپ شافع محشر ہیں میری مدد کرنا حشر میں
نہیں تو میں دوزخ میں رہونگا گناہگاروں کے ساتھ عذاب میں مبتلا
مولا بحق مصطفےٰؐ ایک نظر کرلو میرے حال پر
نہیں رہونگا عاصیؔ دنیا کے فکر میں۔

☆☆☆

محمد یوسف نسیم

معروف شاعر وگلوکار یوسف نسیم گریزی کا پورا نام محمد یوسف لون ہے اور نسیم تخلص لکھتے ہیں۔ آپ ۱۹۷۹ء میں وادی تُلیل کشمیر کے ایک گاؤں ڈھنگی تھل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام غلام احمد لون ہے۔ نسیم کی ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول ڈھنگی تھل سے شروع ہوئی۔ پانچویں پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول پُرانا تلیل میں داخلہ لیا۔ مڈل پاس کرنے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول بڈوگام سے دسویں جماعت تک کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۹۲ء میں نسیم کے والد معہ اپنی اہل وعیال وادی تُلیل سے نقل مکانی کر کے ضلع گاندربل تحصیل کنگن کے ایک گاؤں نیلاخون میں رہائش پزیر ہوئے۔ اسی دوران نسیم نے گورنمنٹ ہائراسکینڈری کنگن میں داخلہ لیا اور بارھویں جماعت پاس کرنے کے بعد امر سنگھ کالج سرینگر میں بی۔ اے کا داخلہ ملا۔ نسیم کو کالج کے دنوں میں شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ بقول خود ۱۸ جون ۲۰۰۱ء کو امر سنگھ کالج میں ایک حسینی مشاعرے میں پہلی بار انہوں نے شینا زبان میں اپنا کلام پیش کیا۔ یہی سے اُن کا ادبی سفر شروع ہوا۔ بقول نسیم انکی ادبی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے میں اُس دور کے ڈائریکٹر دُوردرشن کشمیر اشرف ساحل نے اُن کی کافی مدد کی۔ اشرف ساحل نے اُن کا تعارف ڈی ڈی کاشر میں کرا کے شینا زبان میں اُن کی آواز ٹیلی ویژن کے لئے رکارڑ کرائی۔

۲۰۰۲ء میں تحصیل کنگن کے ایک گورنمنٹ پرائمری سکول میں بطور مدرس اُنکا

تعین ہوا۔ ۲۰۰۴ء میں نسیم نے ریڈیو کشمیر سرینگر سے بطور شینا گلوکار وفنکار آڈیشن پاس کیا۔

یوسف نسیم شاعری کے علاوہ گلوکاری اور اداکاری میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ اپنی غزلوں کے لئے خود گلوکاری کے ساتھ ساتھ اداکاری بھی کرتے ہیں آپ کی بہت ساری غزلیں اور نغمیں بزبان شینا دُوردرشن کشمیر سے نشر ہوتی رہتی ہیں۔ وادی گریز و تُلیل کے ساتھ ساتھ دراس کرگل میں بھی آپ بحیثیت ایک شینا شاعر وگلوکار پہچانے جاتے ہیں۔

شینا زبان کے لئے آپ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ آپ نے وادی گریز کے دور دراز علاقوں تک اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کے ذریعے اپنی پہچان بنالی ہے۔ آپ وادی کشمیر کے علاوہ خطہ لداخ میں بھی منعقدہ کُل ریاستی شینا مشاعروں اور سیمیناروں میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔

آپ کی پسندیدہ صنف غزل ہے جبکہ آپ کی پہچان بھی بحیثیت غزل گو شاعر کے زیادہ ہوئی ہے۔ غزل کے علاوہ آپ نے نعت رسول مقبولؐ بھی خوب لکھے ہیں۔

نمونہ کلام:

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار ایک نعت کے ذریعہ آپ کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

یا محمدؐ تھئی پونو جہ قربان بوئی
جی مرم مس محشرو سامان بوئی
ہونس لاچارک گنہگارک پروش فریاد مئی
ہوَں مہربان ہر ایک جہ ایک شان بوئی

توئَ یاور توئَ رہبر دُودُنیادو بادشاہ
تُھو ہنیت میو ہیچہ مجا استان بوئَ

میوں جگر ہوَں سنگ ہنو مئَ شت ہنو
توئَ فیریو ہوَں مئَ رگونٹ ایمان بوئَ

داوَ خدائَ توٹ وزارت بادشاہی مرحبا
دُشمنٹ بخشا تھو کفر دُریلو ویران بوئَ

ہباس اچِ بلی درو سَٹ دیدار دیت
لاوَ وقت بلو ہوَں نسیم حیران بوئَ

ترجمہ:

یا محمدؐ آپ کی راہوں پر میں قربان ہوں
جان قربان کرلوں میں حشر کا سامان کر کے
ہوں میں ایک لاچار، گنہگار سن لو فریاد میری
ہوتے ہو آپ مہربان ہر ایک پرشان سے
تو ہی یاور تو ہی رہبر دو جہاں کے بادشاہ
آپ بسے ہیں دل میں میرے گھر کر کے
میرا جگر ہے آنکھوں کی روشنی ہے میری اُمید ہے
آپ ہی گھومتے ہو میری رگوں میں ایمان بن کر
خدا نے آپ کو عطا کیا ہے وزارت اور بادشاہی مرحبا
دشمنوں کو بھی آپ نے بخشا کفر ہٹا ویران ہوا
میری تمنا پوری ہو جاتی دروازے کھل جاتے دیدار کے
وقت بہت ہوا آپ کا دیدار نہیں ہوا بیٹھا ہے نسیم حیران ہو کر

غزلیاتِ نسیمؔ

نسیمؔ گریزی ایک غزل گو شاعر ہے اُن کی غزلیں گریز و تلیل کے ساتھ ساتھ کرگل میں بھی کافی پسند کی جاتی ہے ریڈیو کشمیر سرینگر اور ڈی ڈی کاشر سے شینا پروگراموں میں آپ کی غزلیں کئی موقعوں پر نشر کی جاتی ہیں۔ ایسی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ اس غزل میں نسیمؔ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ماضی کے جھروکوں سے جھانک کر اپنے بچپن اور گزرے دنوں کو کچھ اس طرح سے یاد کرتے ہیں:

کَجَ گہ مر بلو چھینسےَ ددےَ سبزار کونٹ گو
جریلوس وو مئیی جیل سو میو لوکچار کونٹ گو
مئیو نو لوکچار بلبلیک اسیلوس باغو
پُسَو بکجہ اجہ باشے تھیم لوس رنگ رنگو
پٹے چھینی زمینو جہ پئے جنوار کونٹ گو
وائی مو اسیلوس جیلے مجا دیودار ایک
یونو وا لیجہ بیلے وزی جنواری چِیک
ارَو وزی تھو چھیسےَ پٹ شہجار کونٹ گو
مٹ اسیلی وا جیلے جنوارو ہنر
رونس دُلئے تھم لوس شکاریو در بدر
اش پیاوَ پے دُوخلے شکار کونٹ گو
اش نسیمؔٹ یا د پولی پرونی یار
ہت مکھج دے نیرَے گواشپیج سوار
قبریوٹھکہ آجہ کھری چھرے اشپار کونٹ گو

ترجمہ:

میں بچپن میں ایک بلبل کی طرح تھا باغوں میں
پھولوں کی پتیوں میں رہ کر قسم قسم کی آوازیں سناتا تھا
میرے پر کاٹ کر زمین پر گرانے والا جانور کہاں گیا
بوڑھا ہو گیا میں میری جان وہ میرا بچپن کہاں گیا
ہائے میں تھا جنگلوں کے بیچ میں ایک دیودار
سرما اور گرما میں آ کر رہتے تھے کئی جانور
بارش کی وجہ سے میری جڑیں ٹوٹ گئیں شہجار کہاں گیا
مجھ میں تھی جنگلی جانورں کی ہنر
ہرن بن کر کرتا تھا میں شکاریوں کو در بدر
آج پیروں میں جال بچھا کر اُسے گرایا گیا اور شکار کیا گیا
آج نسیم کو یاد آ گئی ماضی کی
ہاتھ منہ میں رکھ کر سو گئے گھوڑے پر سوار
قبرستان کے ٹیلے کے نیچے رکھ کر گھوڑ سوار کہاں گیا

نسیمؔ گریزی کی ایک اور غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ نسیمؔ نے اپنی غزلوں میں آسان لفظوں کا بھرپور استعما کیا ہے۔

موڑگہ موڑیجہ تھے گا اقرار ائی تھے ائی تھے
جی گہ جگرٹ دے گا آزار ائی تھے ائی تھے
ہیوہری دلدار نوٹو کئے موپھٹ تھے مو یار نوٹو کئے
تھو روبون ہن تھاس میٔی تلوارائی تھے ائی تھے

پون رَیٛنی ہئی کونے جھپک ہوپے سَمی ہاں کونے رٹم سَو
برداش تھاس تتی سور یو   تپیجار ائَی تھے ائَی تھے
بے خبر تھے کونے لیٹو چے مئَی نی نیرَ یٹ کوئَی زمہ دار بئے
نیاں تومی اچھیو   رش دیاس بے کار ائَی تھے ائَی تھے
بُٹو   اموٹوس ہیچہ ہوتھونوم میو دماغ جہ ہوں تما کو دھوم
ست چھکٹ   تھے سےَ   گاس نسوار ائَی تھے ائَی تھے
اش نسیمی اک ڈکاریک دو   رَا جمیلیئَ دل ملولوں تھوُ
مئَی محبتٹ تھو تھے   گاباپار   ائَی تھے ائَی تھے

ترجمہ:

بات بات میں کر گیا اقرار یوں ہی یوں ہی
جان اور جگر کے لئے دے گیا آزار یوں ہی یوں ہی
دل چرا کر دلدار کھو گیا کیوں مجھے چھوڑ کر میرا یار کھو گیا
تیری خاطر میں نے برداشت کئے تلوار یوں ہی یوں ہی
راستہ لمبا ہے منزل بھی نہیں مل رہی پاؤں بھی تھک گئے کہاں میں رک جاؤں
برداشت کر لی دھوپ کی شدّت اور گرمی یوں ہی یوں ہی
بے خبر تم کہاں کھو گئے اب میری نیندوں کا کون ذمہ دار ہے
میں نے اپنی ان آنکھوں کی روشنی بھی ختم کر لی بے کار یوں ہی یوں ہی
سب کچھ بھول گیا صرف تمہارا نام یاد ہے میرے دماغ میں بسا ہے تمباکو کا دھواں
سات دن کے   لئے رکھ رہا ہوں نسوار یوں ہی یوں ہی
آج نسیم نے ایک ڈکار لیلی   بھائی جمیل کا دل ملال ہو گیا
میری محبت کے ساتھ تم نے کر لی تجارت   یوں ہی یوں ہی۔

نسیمؔ گریزی کی ایک درد بھری غزل ملاحظہ کیجئے۔ اس غزل میں نسیمؔ نے اپنے جزبات اور احساسات کا برملا اظہار کیا ہے:

چاک تھے ہیوٹ پشا ریم بل کاش سو میو یار آس بل
بی بریزَ ور کھلے ہیو ہری غم دنیا توسَکٹ وی
تو موغم سیس کچے بگیم بل کاش سو سمجھدار آس بل
مے شلداٹے بلے مجو دُور مئی غریبی جہ ہوُ قصور
اچھے نیلے وزی بیم بل کاش مرگزار آس بل
چھیسےَ غاروٹ گاس مو رجیوں کشً گہ گو سیاپو نوٹ دجوں
پُسئَ کچاک مربیلے ہیو کھری کاش سینیٹ شمار آس بل
آخیر ہیئَ دنیات بے وفا تو میگیے بین ہا و اخفا
وفا دَدی فوجہ مجا میئَ کاش سے نفا دار آس بل
سرراہ فت بل جی پولی زن چھلئے خزی چی
بڑا گہ مجھو ڈھ رٹے بلی کاش سو دیو دار آس بل
نی جگو جو تھو تسلی نسیمؔ سے تھوا جو نو صلاح
اشپیک گہ لدوس رَن تھیک کاش سو رہدار آس بل

ترجمہ:

چاک کر کے دل کے اندر میں دیکھاتا
کاش وہ میرا یار ہوتا
بیس برس میں دل چھین کر لے گیا غم دنیا کے گلے سے لگا کر
اپنا غم اس کو بھی بانٹتا کاش وہ سمجھدار ہوتا
میرے عزیز مجھ سے دُور ہو گئے میری غریبی پر ہے قصور

آنکھیں بند کر کے ان کے پاس آ کر بیٹھتا
کاش وہ مرگذار ہوتا
پہاڑوں اور غاروں پر میں یہی کہتے چلا
سبزہ بھی ان قدموں کے نیچے جلتا گیا
پھول کتنے مسل گئے پیروں کے نیچے
کاش ان پھولوں کا شمار ہوتا
آخر یہ دنیا بھی بے وفا ہے
اپنے بھی آج مجھ سے خفا ہیں
میری وفا بھی آگ میں جل گئی کاش میرے اپنے نفادار ہوتے
سر راہ میری جان گر پڑی
جیسے چی (ایک قسم کا درخت چنار) اپنی جڑیں ٹوٹنے کے بعد گر جاتا ہے
پھر بھی وہ چی کھڑا رہ پاتا کاش وہ دیودار ہوتا۔
اس دنیا کے لوگوں سے یہ تسلی ملی نسیمؔ اب ان سے بھاگنے کی صلاح دیتا ہوں
گھوڑا بھی ایسا ملا ہے جس کی رفتار بہت کم ہے
کاش وہ گھوڑا رہدار یعنی تیز ترّار ہوتا۔

☆☆☆☆☆

فرید احمد عاجزؔ

فرید احمد لون پورا نام اور عاجزؔ تخلص ہے ۱۱ جنوری ۱۹۶۸ء کو وادیِ گریز کے ایک مذہبی گھرانے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد دسویں جماعت تک گورنمنٹ ہائی سکول گریز میں ہی حاصل کی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے سرینگر کشمیر چلے آئے۔ سرینگر میں ہی آپ نے اپنی قیام کے دوران بارھویں جماعت کا امتحان پاس کیا اور بی۔ اے بی۔ ایڈ کی ڈگریاں کشمیر یونیورسٹی سے ہی حاصل کیں۔ انہی دوران آپ کا محکمہ تعلیم میں بطور مدرس تقرّ رہوا۔

محکمہ تعلیم میں ترقی کرتے کرتے آپ پہلے ماسٹر اور پھر زونل ایجوکیشن آفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ ایک ذہین اور محنتی انسان ہیں اپنے پیشے اور فرض سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ بطور زونل ایجوکیشن آفیسر صوبہ کشمیر کے مختلف دور دراز علاقوں میں اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

آپ وادی گریز کو چند نا معلوم وجوہات کی بناء پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ گئے ہیں اور معہ اپنے خاندان کے سرینگر کشمیر میں رہائش پزیر ہیں۔ بقول آپکے پندرہ برس کی عمر میں شینا شاعری شروع کی۔ ابتدائی دور میں وادی گریز کے مشہور شاعر مرحوم غلام رسول مشتاقؔ نے آپ کی رہنمائی کی اور شینا شاعری کے اصول و قواعد انہی سے سیکھے۔ غلام رسول مشتاقؔ شاعری کے فن میں کامل تھے اور ان کی توجہ اور فیض صحبت نے فرید کو عاجزؔ بنا دیا۔ شروع میں آپ نے شینا غزل سے اپنی شاعری کا آغاز کیا آپ کی پہلی شینا غزل کے چند اشعار جوان طبقے نے بہت پسند کئے تھے وہ غزل

آج بھی مختلف موقوں پر گائی جاتی ہے:

نخرے چِکے روب پشی نیسَ کم بلی میئَ
تھئَ کاری زینے بوس لوسَٹے گئے ختم بلی مئَ

جب آپ کی شاعری میں سدھار اور پختگی آئی تو غزل سے ہٹ کر آپ نے نظم اور قومی شاعری کی طرف اپنا رجحان مبذول کیا۔ آپ کے کلام میں زیادہ طر معاشرے کی اصلاح، قوم اور ملت کی یک جہتی اور حسن اخلاق جیسے موضوعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

قومی یک جہتی کے ساتھ ساتھ شین قوم اور وطن کی محبت آپ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے آپ اپنے وطن گریز اور خطہ شینا کی (دردستان) سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ انہی جذبات کا اظہار آپ نے اپنی ایک نظم ''میووطن'' کے ذریعہ کچھ اس طرح سے کیا ہے:

گلت گا کرگل دراس گرُ ائَ ہو اسئَ شان
نوئَ ایک گلستان ہو میو نو دردستان
کینے چھیسَے نیلے جلوسی بو شے جوک دیوں ہیں
سوری رخصت بوجے ہازے ہو آسمان
سر سبز وادی گہ اسپا وَ وویو نُش حساب
انی ژھری سے گہ نُٹے دیو تھیّوں ہاں بیان
اسو برابر بون تھے نو جیس تھینو مون
جی جان تھون قربان رَوُ اسو ایمان
ہوّ ترقیو دور اشُ نی قوم بجا رون
اتحاد وَری رجان فٹیو نو نش امکان

اخلاق اخلاص ہو ِحکونی تہذیب تمدن جوک
سَیِن ہنیس سَنا ، زبان ہئی اسیئی پہچان
شہرت نُشیک عزت دار قومیٹ میئی ' سلام
نوئی عاجز تھئی کلام نوئی تھو دیوان

ترجمہ:

گلگت کرگل دراس گریز ہیں ہماری شان
یہ ایک گلستان ہمارا ہے میرا دردستان
سیاہ فلک پوش پہاڑ ہرے میدانوں سے گلے کیوں لگا رہے ہیں
آفتاب رخصت ہوتے وقت مسکراتا ہے آسمان
سرسبز وادی اور میٹھے پانی کا کوئی حساب نہیں
یہ جھرنے بھی رقص کرتے ہوئے یہی بیان کر رہے ہیں
ہماری برابری کرنے کوئی ہم پر رشک کر رہے ہیں
جی جان کرینگے ہم قربان وہ ہے ہمارا ایمان
ہے آج ترقی کا دور ہم اپنی قوم کو بتائینگے
اتحاد کی طرف رحجان ہو تو توڑنے کا نہیں ہے امکان
اخلاق اخلاص کو دیکھنا تہذیب وتمدن کے ساتھ
سَیِن ہیں ہم شینا زبان ہماری ہے پہچان
شہرت جس کی نہیں اس عزت دار قوم کو میرا سلام
یہی عاجز تیرا کلام ہے یہی تیرا دیوان

فرید عاجز کے دل میں دردستان کے تئیں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے گلگت ، کرگل ، دراس اور گریز کو آپ اپنا وطن سمجھتے ہیں تبھی تو آپ اپنے وطن کی حفاظت کے

لئے جی جان نچھاور کرنے کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ کے کلام میں لفظوں کا ایر پھیر بہت کم ہے زبان صاف سادہ وآسان ہے۔

فرید عاجز اپنی ایک نظم بہ عنوان ''شلداٹی شیلی ماں'' کے ذریعہ شفقت مادری کے بارے میں اپنے جزبات اور احساسات کا اظہار کچھ اس طرح سے کر رہے ہیں:

سر راہ ہنوس دربدر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
نو یتیمیٹ نش قدر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
خُٹ بہارتیج پُسّی ززرین لول کوئی سے اے اش برین
دارِ ا رمان تُٹ ستم گر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
وائی سختی تنگ دستی ہئی پریشان اش نی پستی
اک مُحبتیئی نظر ۔ہئی شلداٹی شیلی ماں
راتی لوُ تھے مو ہُٹیج دے اُف زبانج زات نہ تھے
تھیئی دعا مٹ اثر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
رتبہ تھو ہو بودے بلند جیئی گہ نُش مئے درد مند
صبح شام تھے مس مُخّر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
چوک بووہ جیئی شام بلونانوئی سفر زندگیو نا
جوک دنیا دہئی بے خبر۔ ہائی شلداٹی شیلی ماں
وائی عاجز میو نُو لوکچارِبلو غمج نو گرفتار
بر داشت تھیونی نُش صبر، ہائی شلداٹی شیلی ماں

ترجمہ:

سراہ ہوں در بدر، ہائے پیاری نیاری ماں
اس یتیمی میں نہیں قدر، ہائے پیاری نیاری ماں

اخلاق اخلاص ہو ٍحکونی تہذیب تمدن جوک
سَین ہنیس سَنا ، زبان ہئَ اسیئَ پہچان
شہرت نُشیک عزت دار قوِمیٹ میئَ ' سلام
نوئَ عاجز تھئَ کلام نوئَ تھو دیِوان

ترجمہ:

گلگت کرگل دراس گریز ہیں ہماری شان
یہ ایک گلستان ہمارا ہے میرا دردستان
سیاہ فلک پوش پہاڑ ہرے میدانوں سے گلے کیوں لگا رہے ہیں
آفتاب رخصت ہوتے وقت مسکراتا ہے آسمان
سرسبز وادی اور میٹھے پانی کا کوئی حساب نہیں
یہ جھرنے بھی رقص کرتے ہوئے یہی بیان کر رہے ہیں
ہماری برابری کرنے کو کوئی ہم پر رشک کر رہے ہیں
جی جان کرینگے ہم قربان وہ ہے ہمارا ایمان
ہے آج ترقی کا دور ہم اپنی قوم کو بتائینگے
اتحاد کی طرف رجحان ہو تو توڑنے کا نہیں ہے امکان
اخلاق اخلاص کو دیکھنا تہذیب و تمدن کے ساتھ
سَین ہیں ہم شینا زبان ہماری ہے پہچان
شہرت جس کی نہیں اس عزت دار قوم کو میرا اسلام
یہی عاجز تیرا کلام ہے یہی تیرا دیوان

فرید عاجز کے دل میں دردستان کے تئیں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے گلگت ، کرگل، دراس اور گریز کو آپ اپنا وطن سمجھتے ہیں تبھی تو آپ اپنے وطن کی حفاظت کے

لئے جی جان نچھاور کرنے کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ کے کلام میں لفظوں کا ایر پھیر بہت کم ہے زبان صاف سادہ و آسان ہے۔

فرید عاجز اپنی ایک نظم بہ عنوان ''شلداٹی شیلی ماں'' کے ذریعہ شفقت مادری کے بارے میں اپنے جزبات اور احساسات کا اظہار کچھ اس طرح سے کرر ہے ہیں:

سر راہ ہنوس دربدر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
نو یتیمیٹ نش قدر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
خُٹ بہارتج پُسّی ززرین لول کوئی سے اے اش برین
دارِ ارمان تُٹ ستم گر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
وائی سختی تنگ دستی ہئی پریشان اش نی پستی
اک مُحبتییٔ نظر۔ ہئی شلداٹی شیلی ماں
راتی لوُ تھے مو ہُٹیج دے اُف زبانج زات نہ تھے
تھییٔ دعا مٹ اثر، ہائی شلداٹی شیلی ماں
رتبہ تھو ہو بودے بلند جییٔ گہ نُش مئے درد مند
صبح شام تھے مس مُحَرّ، ہائی شلداٹی شیلی ماں
چوک بووہ جبٔیی شام بلونانوئی سفر زندگیو نا
جوک دنیا دہئی بے خبر۔ ہائی شلداٹی شیلی ماں
وائی عاجز میو نُو لوکچاربلو غمج نو گر فتار
بر داشت تھیونی نُش صبر، ہائی شلداٹی شیلی ماں

ترجمہ:

سراہ ہوں دربدر، ہائے پیاری نیاری ماں
اس یتیمی میں نہیں قدر، ہائے پیاری نیاری ماں

یہ سختی اور تنگ دستی، ہے آج پریشان اور پستی
اک محبت کی نظر کردے، ہائے پیاری نیاری ماں
راتوں کو جاگتی ہے مجھے کندھوں میں اُٹھائے زبان سے کبھی اف نہیں کرتی
تیری دُعا میرے لئے اثر رکھتی ہے، ہائے پیاری نیاری ماں
رتبہ تمہارا سب سے بلند ہے، کوئی بھی نہیں ہے دردمند
صبح و شام میں تمہارے لئے بیقرار ہوں ہائے پیاری نیاری ماں
جاگ جاؤ میری جان شام ہوگئی زندگی کے اس سفر میں
کیوں یہ دنیا بے خبر ہے، ہائے پیاری نیاری ماں
ارے عاجزؔ میرا یہ بچپن، ہوا ہے غموں میں گرفتار
برداشت کرنے کی نہیں ہے صبر ہائے پیاری نیاری ماں

☆☆☆

محمد شفیع ساگرؔ

محمد شفیع ساگرؔ گوشن دراس کے ایک محلّہ گرینگو میں ۶ جون ۱۹۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام غلام نبی تھا۔ بچپن میں ہی آپ کی والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم پرائیمری اسکول لمر سے شروع ہوئی۔ ہائی سکول دراس سے دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ محکمہ تعلیم میں بطور مدرس ملازم ہوئے۔ دوران ملازمت اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کشمیر یونیورسٹی سے بی۔ اے، بی۔ ایڑ، ایم۔ ایڈ اور مولانا آزاد یونیورسٹی سے ایم۔ اے اردو کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ساگرؔ کو علم وادب سے بچپن سے شوق تھا۔ اسکول کے دور میں جب ان کے استاد عبدالمجید صحرؔا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور ساتھ ہی ان کے استاد کسی امتحان میں کامیاب بھی ہوئے تھے۔ شفیع ساگرؔ نے اپنے استاد کو مبارک بادی کا خط کچھ یوں لکھا:

اک طرف سے تو ہوا ہے امتحاں میں کامیاب
ایک طرف سے تیرے گھر پیدا ہوا ہے ایک نواب
اس لئے کرنا قبول دل سے مبارک اے جناب
شمع کی مانند چمکے اور جئے تیرا نواب

اسی رباعی نما خط کے ذریعہ ساگر کی ادبی دنیا کا سفر شروع ہوا۔ اس قطعہ کو دیکھنے کے بعد اس وقت ان کے استادوں نے یقین نہیں کیا کہ یہ مصرعے ننھے ساگر نے ہی لکھے ہیں۔ ان کے شعری ذوق کو جانچنے کے لئے ساگر کو دراس کے ایک پن بجلی پروجیکٹ کی افتتاحی تقریب کے لئے شعر کہنے کو کہا گیا۔ ساگرؔ نے اس مرحلے

میں ایک رباعی پیش کی:

بلند اس قوم کو تو اور برتر کر دے اے پروجیکٹ
گھروں کے ساتھ ذہنوں کو اجاگر کر دے اے پروجیکٹ
یہ اونچے محل سے لے کر یہ چولہے تک نہ ہو ٹھنڈا
علم کی اس لہر کو لہر ساگر کر دے اے پروجیکٹ

ساگر کو بچپن میں ناول پڑھنے اور ریڈیو سننے کا زیادہ شوق تھا۔ جہاں بھی جاتے ریڈیو ساتھ ہوتا۔ ملازمت کے دوران ان کا تبادلہ ضلع کرگل کے ایک دور دراز علاقہ زنسکار میں ہوا تھا۔ جہاں اردو زبان میں ناول نہیں ملتے تھے۔ ساگر نے اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے ایک مقامی استاد سے ہندی زبان سیکھی اور ہندی کے ناول پڑھنے لگے۔

شفیع ساگر صحافت میں بھی شوق رکھتے ہیں۔ اور کئی اخبارات کے لئے بطور صحافی کام کر رہے ہیں۔ جن میں 'رنگیل کرگل نمبر' قابل ذکر ہیں۔ اس اخبار نے ساگر کی شعری تصنیفات اور افسانوں کو عوامی سطح تک لانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ بے باک صحافت میں آپ نے اپنا ایک الگ مقام حاصل کیا ہے۔ جس کے لئے سال ۲۰۱۴ء میں لداخ پہاڑی ترقیاتی کونسل کی طرف سے انہیں سند سے بھی نوازا گیا ہے۔

محمد شفیع ساگر کی اسی بیباک صحافت کا نتیجہ تھا جس کے ذریعہ انہیں سال ۲۰۰۸ء میں پینوس ساوتھ ایشیاء کی طرف سے منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے بیرون ملک نیپال بلایا گیا جہاں انہیں دنیا کے نامور صحافیوں سے روبرو ہونے کا موقع ملا۔

شفیع ساگر شینا کے علاوہ اردو زبان میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ شینا زبان میں ادبی سفر ۲۰۰۶ء میں کلچرل اکادمی میں منعقدہ ایک مشاعرہ کے ذریعہ شروع ہوا۔ ساگر ایک شاعر کے علاوہ ایک منجھے ہوئے ادیب اور محقق بھی ہیں۔ آپ نے ۲۰۱۱ء میں شینا رسم الخط کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کر کے شایع کیا جو شینا زبان کو تحریری شکل دینے کے لئے کارگر ثابت ہوا۔ ان دنوں شفیع ساگر دراس میں آباد شین دردوں کے لوک ادب پر کام کر رہے ہیں۔ جس کے چند اقتباسات راقم نے اس کتاب میں شامل کئے ہیں۔

ساگر ایک اعلیٰ پایئے کے مقالہ نویس اور نثر نگار بھی ہیں۔ آپ کے افسانے مختلف اخباروں میں شایع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے چند اردو افسانے جن میں ”بھوت کی حقیقت“، ”آدھے دن کا بھائی“، ”تقدیر کا کھیل“، ”ایک نکتہ ایک سوال“، ”مسکراہٹ اور غم“، ”شک اور امتحان“ اور ”بارڈر والی ڈولی“ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

محمد شفیع ساگر کو قوم کے نوجوانوں کی کافی فکر رہتی ہے۔ آپ نے بچوں کے لئے نجی طور ایک جریدہ ”علم نما“ کے نام سے اجرا کیا ہے۔ جو بلا کسی رکاوٹ کے جاری ہے۔

شفیع ساگر نے شینا کی بیشتر اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔

نمونہ کلام:

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کی فضیلت اور شان اپنی ایک نعت کے ذریعہ شفیع ساگر یوں بیان کرتے ہیں:

تو خدایو شراٹو پیغمبر بلو
تو شفیع امم ساقیِ کوثر بلو

بے غریبو ہیو سنگ تھے تُسو یا رسول
سوری یون تُو ہِلو لووی لوٗچھر تُو ہلو
ہَئیں تمنا اسئ تھو درے سجدہ تھون
یون پشار یا رسول توئَ رہبر ہِلو
عشق جہ تھیئَ فدا مو ہنوس یا رسول
تھیار ایمان پختہ تُو رہبر ہِلو
تُو اجھیو چِا ہِلو کعبو قبلہ ہِلو
سس گہ رَا ماں گہ ما لو جو بہتر ہِلو
مو گنہگارِجہ تھے نظر یا رسول
افضل ُالانبیاء یار اکبر ہِلو
مس لکھاس نعتِ احمدؐ قلم ہتِ جہ گی
مئے اچھے سنگ بلئے دل منور ہِلو

ترجمہ:

آپؐ خدا کے پیارے نبی ہیں
آپؐ شفیع امم ساقی کوثر ہیں
ہم غریبوں کے دل روشن کردے یارسول
آفتاب اور مہتاب آپ ہیں صبح کی کرن آپ ہیں
ہماری تمنا ہے آپ کے در پر سجدہ کریں
رستہ دِکھا یارسول تو ہی رہبر ہیں
عشق میں تیرے فدا میں ہوں یارسول
کردے ایمان پختہ تو ہی رہبر ہے

آپ نور چشم ہیں۔ قبلہ کعبہ ہیں
بہن اور بھائی ماں اور باپ سے آپ بہتر ہیں
مجھ گنہگار پر کرلوں نظر عنایت یا رسول
افضل الا انبیاء آپ ہیں یار اکبر آپ ہیں
میں نے لکھی نعتِ احمدؐ قلم ہاتھ میں اُٹھائے
میری آنکھیں روشن ہوئیں دل منور ہوا۔

نواسائے نبیؐ حضرت امام حسینؓ کی شان اور مرتبت شفیع ساگر یوں بیان کرتے ہیں۔

فاطمہؓ زہرو اچھو چِا مو بِلوس
پاک دبوئیٔ نوریو حصہ مو بِلوس
مو بِلوس حضرت رسولئی اہل بیت
صبر و پیکر تھین حسیناؑ بو بلوس
مو بلوس حضرت علیوؑ پُوسَ ہیجہ تھیا
دادیٔ میو حقیقیٔ رجاک مورَ ہیجہ تھیا
کوئی سُو تھیَ موسی عداوت حشریجہ
رب سو سیسیچہ اریئَ روسَ ہیجہ تھے
مو بلوس نے پُسُو گرزینِ بتول
دادو میو بِل ربّ رحمٰن و رسول
مو رسولِ پاکو بلوس شہسوار
تھیَ اطاعت او یزید مورے نش قبول

تورے خبر ہئی مو ہنوس سلطانِ جنگ
تُسے پشو نُش مولی سامانَ جنگ
آلوس مو کوفہ مجا مہمان دُلئے
تھو سنا مورے کئے انو میدان جنگ
بنت حضرت فاطمہؑ ہنی نلا
عزت شیر خدا ہنی نلا
رونڈی ایرانو موسی نلا ہنی
پوڑی حضرت مرتضیٰ ہنی نلا

ترجمہ:

فاطمہ زہراؑ کی آنکھوں کا نور میں ہوں
پاک پروردگار کے نور کا حصہ میں ہوں
میں ہوں حضرت رسولؐ کے اہلبیت میں شامل
صبرو پیکر جسے کہتے ہیں وہ حسینؑ میں ہوں
میں ہوں حضرت علیؑ کا بیٹا یاد کر
نانا نے میرے حق میں جو باتیں فرمائی ہیں یاد کر
کون کریگا مجھ سے عداوت حشر میں؟
رب بھی کل اس سے ناراض ہوگا یاد کر
میں ہوں ریحان باغ بتول
نانا میرے ہیں رب رحمٰن کے رسول
میں رسول پاک کا ہوں شہسوار
تیری اطاعت اے یزید مجھی نہیں ہے قبول

تجھے معلوم ہے میں ہوں سلطان جنگ
تو دیکھ رہا ہے نہیں ہے میرے پاس سامان جنگ
آیا ہوں میں کوفہ میں مہمان بن کر
تو نے میرے لئے یہ میدان جنگ بنایا ہے
بنت حضرت فاطمہؑ میرے ساتھ ہے
عزت شیر خدا میرے ساتھ ہے
ملکہ ایران بھی میرے ساتھ ہے
پوتی حضرت مرتضیٰؑ کی میرے ساتھ ہے

شفیع ساگرؔ کو طنز و مزاح میں بھی کمال حاصل ہے۔ ان کی ایک مزاحیہ نظم بہ عنوان 'عشق گہ مہنگائی' (عشق اور مہنگائی) سے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ آپ نے اس نظم میں موجودہ دور کے حالات کی خوب انداز میں عکاسی کی ہے۔

تھے سمندر سان اچھیوجہ تھیم فدا مسو جان
تھے تنو لئے اونٹیوجہ تھیم مسو جہاں قربان
حِے شلورے سُوریو کروم تھے بِلی تباہ میئی جان
سونڈٚ ی تُمر ارے تھیونو تُورے کنائی آسان
دو ہزار دے سیاس مئی تورے ٹیری کاٹو سُوٹ
تھئی موبائیلو بِل پُرے تا ہئی بلوس مولُوٹ
پیسے ِچیک جم تھیونی کاریواک سبیلیک تھون
بالے کاوے بُڑے فت تھے تُسو سوٹ سیلیک بون
دئی انٚیلے گی جوک تھئی تُسو ایک انٚیلوک سَے
اَئیں انٚیلو دئی انٚو یورے دیس گو پھارے

پیسیٔ چِیک گر جم بِلیٔے تو دیزی چِیک ایش تھون
تھو بیبیٔ گر نہِ مناوَ تو کورٹ میرتج تھون
عشق گہ مہنگا بِلی جوک زبانا ہوّں
جوک تھے ساگرؔ تھین قابو دل دیوانہ ہوّں

ترجمہ:

تیرے سمندر سے گہری آنکھوں پر کرلوں فدا میں اپنی جان
تیرے نازک ہونٹوں پر کرلوں گا جہاں قربان
تین سو روپئے کے لئے دن بھر کام کر کے ہوئی تباہ میری جان
سونے کا جھمکا لانے کو کہنا تمہارے لئے کتنا ہے آسان
دو ہزار دیکر سلایا میں نے تمہارے لئے ٹیری کاٹ کا سوٹ
تیرے موبائل کا بل بھر کر ہائے میں ہوا لوٹ
پیسے چند جمع کرنے کیلئے ایک سبیل کرتے ہیں،
گہنے پہننا تم ترک کرلو سلائی سوٹ پہن لو
دس انگوٹھیوں سے کیا کرنا تم ایک ہی انگوٹھی پہن لو
وہی انگوٹھی دسوں انگلیوں میں دن میں ایک بار گھما لو
پیسے چند گر جمع ہوئے تو کچھ دن عیش کرتے ہیں
تمہارے ابو گر نہیں مانتے تو کورٹ میریج کرتے ہیں
عشق بھی مہنگا ہو گیا یہ کیسا زمانا ہے
کیسے ساگرؔ دل کو قابو کرے دل تو دیوانہ ہے۔

فاروق احمد نوریؔ

نوجوان شاعر و قلم کار فاروق احمد نوریؔ کی پیدائش ۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو لموچن دراس کرگل میں ہوئی۔ آپ نوریؔ تخلص لکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے گورنمنٹ مڈل سکول لموچن سے ہی حاصل کی اور دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ محکمہ تعلیم میں بطور لیبارٹری اسسٹنٹ ملازم ہوئے۔ چونکہ آپ آرٹ اور کلچر سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ۱۹۹۹ء کے قریب آپ شاعری میں بھی طبع آزمائی کرنے لگے۔ آپ ایک نوجوان عوامی شاعر ہیں اور آپ کے بہت سارے گیت نوجوان حلقوں میں کافی پسند کئے جاتے ہیں۔ آپ غزل کے علاوہ حمد، نعت اور صوفیانہ کلام لکھنے میں مہارت رکھتے ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام حضرت محمدؐ کی شان اور عظمت ایک نعت کے ذریعہ فاروق نوریؔ یوں بیان کرتے ہیں:

نعت رسول مقبولؐ

محمدؐ اونی جو میچہ کفر اسیلی جہان جہٗ
حضور ایما نو چِلو گی تہ اے سنگ تھو دنیادیجہٗ
مبارک تورے سُمے مکّہ نبی الرسلینؐ اوئَ تہ
تمام شہرو جہ تھورتبہ اتھالو تھو دنیادی جہٗ
پُرُو ایمانیوں زرگی تہ لبون لیچِے گنہگارو
سلام چِینا غلامی سوُ ہزا ر آقائَ شانیجہٗ

شفا بیلی اچھۓ نوش کور حضورؐ ے ہتھ سو روح اللہ
سلام تھئ گرد نعلینز محمدؐ میئ بیانی جہ
محمدؐ تو خدائی نہ بل خدا یوِ آئینہ بل رَو
نے بیئ دیدار اللہ نوشِ دُورد وردِ زبانی جہٗ
دبون توفیق دے نورؔی سُو نعت مصطفٰےؐ لِکھیم
بغیر توفیق جوک لکھم مو ادنیٰ سو کلامِ جہٗ

ترجمہ:

محمدؐ تشریف لانے سے پہلے کفر تھا اس جہاں میں
حضورؐ نور ایمان لے کر آئے پوری دنیا کو روشن کر گئے
مبارک اے زمین مکہ نبی المرسلین آ کر
تمام شہروں میں اونچا کر گئے تیرا رتبہ دنیا میں
بھر گئے ایمان کے زر سے دامن مسکین اور گنہگاروں کے
سلام بھیجتے ہیں غلامان ہزار آقا کی شان میں
عطا ہو گئی بینائی جن کی آنکھوں میں ہاتھ پھیرا روح اللہ نے
سلام آپ کے گرد نعلین کو محمدؐ میرے بیان میں
محمدؐ خدا نہیں ہیں خدا کا آئینہ ہے وہ
نہیں ہو سکتا دیدار اللہ نہیں ہو دُرود وِردِ زبان میں
خدایا توفیق عطا کر نورؔی نعت مصطفٰےؐ لکھوں
بغیر توفیق کیا لکھوں میں ادنیٰ اپنے کلام میں

فاروق نورؔی کا کلام سلاست اور روانی کے اعتبار سے کافی جامع نظر آتا ہے آپ اپنی غزلوں میں سلیس اور آسان لفظوں کا استعمال کرتے ہیں۔ نورؔی کی ایک

مشہور غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں یہ غزل دراس کرگل کے نوجوان حلقوں میں کافی پسند کی جاتی ہے:

ہیوج محفل سَبو کی تھے پرائے گاس سانِچو مجہٗ
پونخ تھیئ پُوسَی گہ پنڑے چھورے گاس سانِچو مجہٗ
اِچھی دریچہ گیئے ہیَ انتظار تھیئ تھے
شروہُن بوئ ہلالیئ شِری بہارایئ تھے
چینے تورے پونی مجہٗ دربار سنے گاس سانِچو مجہٗ
تھے ہیسَوج دائ گہ شیئ بلی مٹہ جریار آلی
چینے تھیئ مُحبتے کار روئ سِیار آلی
روگی ٹی حالتی جہ ہیچہٗ تھے گاس سانِچو مجہٗ
شُر یار میئ زندگی جہ یار اسِلی
اچھورے تھیو نو تھیَ دیدار اسِلی
دَہون او شیک اوئ ہُون تھیئ مس چِکے گاس سانِچے مجہٗ
دُعا میو کھین گہ کھین ہوٗ تُوفُنیو نی تھے
دُعا تُوسے تھے کھینیٖر نُورَیٓ فُنیونی تھے
غزل نی ہیچہ تُو اے تہ لکھے گاس سانِچو مجہٗ

ترجمہ:

دل میں محفل محبت سے سجا رکھی ہے اپنے خوابوں میں
رستے میں تیرے لئے پھول بچھا رکھے ہیں خوابوں میں
آنکھیں دروازہ تک رہی ہیں تیرے انتظار میں
خزاں ڈھل جائے گی دلہن کی طرح بہار آئے گی

تجھے یاد کر کے رستہ پر دربار سجا رکھا ہے اپنے خوابوں میں
تیرے غم میں داڑھی بھی سفید ہوگئی اور میں بوڑھا ہوگیا
تیری یاد میں تیری محبت میں رو رو کر میں اندھا ہوگیا
میں نے اس بیمار حالت میں تجھے یاد کیا اپنے خوابوں میں
خوشی اور شادمانی میری زندگی میں تھی
آنکھوں کو تیرا دیدار کرنا تھا
دُوپٹہ تیرا ہوا کا ایک جونکا سرکا رہا تھا میں نے دیکھا اپنے خوابوں میں
دُعا میری ہر وقت یہی ہے تم کھلتے رہو
دُعا میری یہی ہے قریب نوریؔ کے کھلتے رہو
جب تم یاد آئے تو یہ غزل لکھ ڈالی میں نے اپنے خوابوں میں۔

فاروق نوریؔ کا ادبی سفر ابھی جاری ہے آپ مختلف طریقوں سے شینا زبان کے لئے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں ضلع کرگل میں منعقدہ مختلف ثقافتی پروگراموں میں شینا فنکاروں کی رہنمائی کرنے میں آپ پیش پیش رہتے ہیں۔ آپ ابھی نوجوان ہیں امید ہے مستقبل میں بھی شینا زبان اور کلچر کے فروغ اور تقویت کے لئے اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔

☆☆☆☆☆

محمد یاسین انصاری

محمد یاسین نام اور انصاری تخلص لکھتے ہیں۔ ۴ جنوری ۱۹۷۰ء کو موضع کاکسر کرگل میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم میڈل سکول کاکسر سے حاصل کی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول کھربو سے میٹرک پاس کیا۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ نے جموں وکشمیر میڈیکل بورڑ سے فارمیسی کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ جبکہ ۱۹۹۵ء میں آپ میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں بطور فارماسسٹ ملازم ہوئے۔

یاسین انصاری کو ادب اور شاعری کا بچپن سے شوق تھا۔ طالب علمی کے دور میں آپ نے شعر کہنا شروع کیا تھا۔ ۹۵-۱۹۹۰ء کے آس پاس کلچرل اکادمی (کرگل) سے بطور شینا شاعر حصہ لینا شروع کیا۔

نمونہ کلام یاسین انصاری:

مدح در شان مولائے متقیان حضرت علیؑ

شیر مردان شیر یزدان بل امیر المو منین
لا فتح لقب عطا ہوّں بل امیر المو منین
خانہ کعبو سُمے جا تھیَ گہ ولادت بُیلی
جبرئیلی تھو مبارک بل امیر المو منین

تھے گہ معجزے پشی دنیا لائی حیران ہنی
ذوالفقار تورے عطا ہو بل امیر المؤمنین
خیبرو جنگو جہ شکست دیگہ تھو کفارورے
در ہتے جا گی پشی داگ بل امیرالمؤمنین
ہجرتی راتیو حفاظت تھا خدائی حکم جا
تھو نبیو بستر رَچھی گا بل امیرالمؤمنین
تو خدایو گہ ولی پیغمبرو وصی بلو
امتورے مشکل کشا گہ بل امیر المؤمنین

ترجمہ:

شیر مرداں، شیر یزداں ہیں امیر المؤمنین
لافتح لقب جس کاوہ ہیں امیر المؤمنین
خانہ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی
جبرئیل نے جسے مبارک کہا وہ ہیں امیر المؤمنین
آپ کے معجزے دیکھ کر دنیا حیران ہے
ذوالفقار آپ کو عطا ہوئی ہے امیر المؤمنین
خیبر کی جنگ میں شکست ملی کفار کو
درِ خیبر ہاتھو سے گرایا آپ نے امیر المؤمنین
ہجرت کی رات حفاظت کی خدا کے حکم سے
آپ نے بستر رسول کی حفاظت کی امیر المؤمنین
آپ خدا کے ولی ہیں اور پیغمبر کے وصی ہیں
امت کے مشکل کشاء ہیں امیر المؤمنین

اپنی ایک نظم کے ذریعہ انصارؔی قوم کے جوانوں کو تعلیم کی ضرورت کے بارے میں یوں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

پرُوجہ میئَ عرض اے سَین جوانی
حقیقت څِھو بیلیت قومی نشانی
څِھو جہ کسکی گنڈے ہمت تھیالیت تو
اثھاکیٹی نہ ِ بیئَ څھییَ زندگانی
سبق نہِ رزی څھو فیریوٓ سَتیت تو
شماری جہ ' څھییَ بوجیٔ بے زبانی
اگر تعلیم جہ ماہر بیلیت څھو
بوجات جہازی جہ څھو آسمانی
مُلائَ سکول رے وی حق ادا تھیا
مُلائَ دُلییَ اتیچھک څھییَ ڈاکٹرانی
الا انصارؔی ٹُو غمگین کیٔے ہنو
تُسے روشن تھے نوم سَنُا زبانی

ترجمہ: سن لو میری عرض اے سَین جوانو
حقیقت میں تم ہی ہو قوم کی نشانی
تم اگر کمر باندھ کر ہمت کرو گے
بری نہیں گزرے گی تمہاری زندگانی
تعلیم حاصل نہیں کرو گے اور گھومتے رہو گے
تو شمار تمہارا ہو جائے گا بے زبانوں میں

اگر تعلیم میں ماہر ہو گئے تم تو
جاؤ گے جہازوں میں آسمانی
لڑکیوں کو اسکول بھیج کر حق ادا کرو
لڑکی بن جائیگی آپ کی ایک دن ڈاکٹر
ارے انصاریؔ تم غمگین کیوں ہو
تم روشن کرلو نام شینا زبان کا۔

☆☆☆

باب چہارم

شینا رسم الخط

شینا رسم الخط

خروشتی، براہمی اور شاردا رسم الخط

شینا ایک آریائی زبان ہے جس کی جڑھیں ہند یورپی، ہند ایرانی اور ہند آریائی زبانوں سے ملتی ہیں۔ گزشتہ ابواب میں ذکر ہو چکا ہے۔ آریائی قبیلے ۱۵۰۰ ق۔م میں ہندوستان کے وسطی علاقوں میں آباد ہو چکے تھے۔ جبکہ ان آریائی قبیلوں میں دردشین قبیلہ بھی ہندوستان کے علاقوں میں آباد ہونے کے شواہد ہمیں ہندوستان کی قدیم کتابوں کے ذریعہ ملتے ہیں بقول تیج رام شرما مہابھارت میں کئی جگہ دردوں کا ذکر ہوا ہے۔ یہی رائے سٹین اور جارج بُدلف وغیرہ کی بھی ہیں۔ یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ مہابھارت جو کہ ۱۵۰۰ سے ۵۰۰ ق م میں لکھی گئی اس دوران دردشین ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد تھے اور جو زبان دردشین لوگوں میں اس دور میں رائج تھی وہ زبان اپنی اصل ساخت کھو چکی ہے یا خالص ہے اس کا نتیجہ نکالنا آسان نہیں ہوگا۔ مگر جو الفاظ ویدوں اور سنسکرت میں رائج تھے ان لفظوں کا موجودہ شینا دردی کے ساتھ رشتہ آج بھی برقرار ہے۔

گزشتہ ابواب میں شینا دردی اور قدیم سنسکرت کے لفظوں کی مماثلت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ماضی میں دردی زبانیں ہندوستان کے کئی علاقوں میں بولی جاتی تھی۔ اوران کا رشتہ کہی نہ کہی آریائی زبانوں کے ساتھ ہی رہا ہے۔ قدیم دور میں سنسکرت یا پراکرتیں مختلف رسم الخطوں میں لکھی جاتی تھیں۔ جن میں براہمی اور

خروشتی رسم الخط قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان کے لگ بھگ ۲۰۰ جدید رسم الخط انہی رسم الخط سے بنے ہیں۔

خروشتی رسم الخط پانچویں صدی قبل مسیح میں وجود میں آیا تھا جو شمال مغربی بھارت کے علاقوں میں رائج تھا۔ اس رسم الخط میں بھی مختلف پراکرتیں تحریر میں لائی جاتی تھی۔ خروشتی رسم الخط دائیں سے بائیں لکھا جاتا تھا۔ جیسے موجودہ عربی، فارسی اور اردو لکھی جاتی ہیں۔

اس رسم الخط کے شواہد بودھ مذہب سے خاصے جُڑے ہیں۔ جو پتھروں اور چمبڑے میں لکھے جاتے تھے۔ کئی محققین کا ماننا ہے کہ خروشتی رسم الخط براہمی سے پہلے وجود میں آیا تھا۔ موجودہ دیوناگری رسم الخط بھی اسی رسم الخط سے وجود میں آیا ہے۔ تحقیق کے مطابق دیوناگری رسم الخط ۸۰۰ء میں وجود میں آیا تھا۔

خروشتی رسم الخط کو فروغ دینے میں گندھارا تہذیب نے اہم رول ادا کیا تھا۔ اس زمانے میں اس پراکرت کو گندھاری سے جانا جاتا تھا۔ خروشتی رسم الخط میں لکھنے کا رواج چوتھی صدی عیسویں تک ہی رہا۔

براہمی اور خروشتی رسم الخطوں کے چٹانوں پر کندہ کاری کے شواہد شینا دردی کے مراکز گلگت اور چلاس سے برآمد ہوئے ہیں۔ دریائے گلگت کے اوپر قدیم عالم پُل جسے موجودہ دور میں فرہد پُل کے نام سے جانا جاتا ہے ، اس پل کی چٹان پر قدیم رسم الخط میں کندہ کاری کے شواہد برآمد ہوئے ہیں۔ جس کا ترجمہ فس مین نے ”درا درایا“ یعنی دردوں کے بادشاہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

دوسری شواہد کے طور پر چلاس میں دریائی سندھ اور دریائے گلگت کے اتصال کے قریب ایک ٹیلے پر قدیم کندہ کاری کے نقوش برآمد ہوئے ہیں۔ ہنوبر نے ۱۹۸۹ء میں اس کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے:

"SRIDARANMAHARAJAVAISRAVA"

“Great king of the Dradas”

”درا داس کا عظیم شہنشاہ“

تیسری شواہد کے طور پر دریائے سندھ کے اوپر تھل پن پل کے ساتھ ہی براہمی رسم الخط میں لکھے یہ نقوش برآمد ہوئے ہیں جس کی کھوج بھی ہنوبر نے ہی کی ہے۔:

Daratsu Maharaja Sri Vaisaravanasena ssatrudamanah

اس عبارت کا ترجمہ ہنوبر نے کچھ اس طرح سے کیا ہے:

”دشمنوں کو مغلوب کرنے والا دردوں کا عظیم الشان بادشاہ وائی ساراونا سینا“

ہنوبر کے مطابق وائی ساراونا سینا کی حکومت گلگت اور چلاس میں پانچویں صدی عیسویں تک قایم تھی۔ ہنوبر نے اس بادشاہ کو دردوں کے دوسرے عظیم بادشاہ سے بھی منسوب کیا ہے۔

۸۰۰ء میں (شاردا) رسم الخط وجود میں آیا۔ شاردا بھی براہمی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کشمیری زبان اسی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ جبکہ کشمیری ایک دردی زبان ہے۔ یہ بات یہاں تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ تمام دردی زبانوں میں سے فقط کشمیری ایک ایسی زبان ہے جس کا قدیم دور میں عظیم ادبی ورثہ رہا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں شاردا رسم الخط فقط کشمیری پنڈتوں تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ کشمیری پنڈت شاردا رسم الخط کو دیوی سرسوتی سے منسوب کرتے ہیں۔

۱۹۵۰ء کے بعد کشمیر میں عربی فارسی (نستعلیق) رسم الخط کو رائج کیا گیا تب سے شاردا زوال پزیر ہوا۔ اگر شینا زبان کے رسم الخط کی بات چھیڑی جائے تو تاریخ

کے صفحات شاہد ہیں قدیم گلگت اور چلاس کے قرب و جوار میں آباد شین درد لوگ براہمی یا خروشتی رسم الخط سے ضرور مانوس رہے ہیں۔ شینا زبان کے لئے قدیم آریائی رسم الخط ہی موزوں نظر آتا ہے۔ کیونکہ شینا زبان میں چند ایسے احراف موجود ہیں جو موجودہ نستعلیق رسم الخط سے لکھے نہیں جاتے۔ شینا زبان کا قدیم براہمی، خروشتی یا شاردا رسم الخط میں تحریر کردہ کوئی کتبہ یا کندہ کردہ تحریر برآمد نہیں ہوئی ہے۔

شینا زبان میں لکھنے کا رواج

Dr. G.W. Leitner

شینا زبان کو تحریری شکل دینے میں سب سے پہلے ڈاکٹر جی۔ ڈبل یُو۔ لیٹنر کا نام آتا ہے جنہوں نے ۱۸۶۸ء کے درمیان شینا زبان کو انگریزی رسم الخط میں لکھ کر اپنی کتاب ''دردستان'' کی شکل میں منظر عام پر لایا۔ ڈاکٹر موصوف نے مذکورہ کتاب میں گلگتی، چلاسی، استوری اور گریزی بولیوں کے چند لوک گیتوں کو پہلی بار اپنی کتاب میں شامل کر کے شینا زبان کو تحریری شکل فراہم کیا ہے۔

ڈاکٹر لیٹنر کے بعد شینا زبان میں تحقیق کرنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۱۸۷۵ء میں فیڈرک ڈریو نے اپنی کتاب ''دی جموں اینڈ کشمیر ٹیریٹوریس''، ۱۸۸۰ء میں جان بُدلف نے ''دی ٹرائبس آب دی ہندگش''، ۱۹۲۴ء میں گراہم بیلی نے ''گرائمر آف دی شینا لنگویج''، ۱۹۷۹ء میں بی۔ راج۔ پُروہت نے ''دراسی شینا گرائمر'' جیسی انگریزی کتابوں کے ذریعہ شینا زبان کو انگریزی رسم الخط میں لکھ کر منظر عام پر لایا۔ ان کے علاوہ گیریرسن، لوریمر اور گراہم بیلی وغیرہ نے یُورپ کی مختلف زبانوں میں شینا زبان کو حروف کا جامہ پہنایا ہے۔

شینا زبان کو اردو یعنی نستعلیق حروف کے ساتھ لکھنے کا رواج ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ جولائی ۱۹۴۹ء کو ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے شینا زبان میں پہلی بار پروگرام نشر ہوئے۔ ان پروگراموں میں شینا زبان کے لئے اردو احراف میں اسکرپٹ تیار کئے

"SRIDARANMAHARAJAVAISRAVA"

“Great king of the Dradas”

’’ دراداس کا عظیم شہنشاہ ‘‘

تیسری شواہد کے طور پر دریائے سندھ کے اوپر تھل پن پل کے ساتھ ہی براہمی رسم الخط میں لکھے یہ نقوش برآمد ہوئے ہیں جس کی کھوج بھی ہنوبر نے ہی کی ہے۔:

Daratsu Maharaja Sri Vaisaravanasena ssatrudamanah

اس عبارت کا ترجمہ ہنوبر نے کچھ اس طرح سے کیا ہے:

’’دشمنوں کو مغلوب کرنے والا دردوں کا عظیم الشان بادشاہ وائی سارا ونا سینا‘‘

ہنوبر کے مطابق وائی سارا ونا سینا کی حکومت گلگت اور چلاس میں پانچویں صدی عیسوی تک قایم تھی۔ ہنوبر نے اس بادشاہ کو دردوں کے دوسرے عظیم بادشاہ سے بھی منسوب کیا ہے۔

۸۰۰ء میں شاردا رسم الخط وجود میں آیا۔ شاردا بھی براہمی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کشمیری زبان اسی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ جبکہ کشمیری ایک دردی زبان ہے۔ یہ بات یہاں تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ تمام دردی زبانوں میں سے فقط کشمیری ایک ایسی زبان ہے جس کا قدیم دور میں عظیم ادبی ورثہ رہا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں شاردا رسم الخط فقط کشمیری پنڈتوں تک ہی محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ کشمیری پنڈت شاردا رسم الخط کو دیوی سرسوتی سے منسوب کرتے ہیں۔

۱۹۵۰ء کے بعد کشمیر میں عربی فارسی (نستعلیق) رسم الخط کو رائج کیا گیا تب سے شاردا زوال پزیر ہوا۔ اگر شینا زبان کے رسم الخط کی بات چھیڑی جائے تو تاریخ

کے صفحات شاہد ہیں قدیم گلگت اور چلاس کے قرب و جوار میں آباد شین درد لوگ براہمی یا خروشتی رسم الخط سے ضرور مانوس رہے ہیں۔ شینا زبان کے لئے قدیم آریائی رسم الخط ہی موزوں نظر آتا ہے۔ کیونکہ شینا زبان میں چند ایسے احراف موجود ہیں جو موجودہ نستعلیق رسم الخط سے لکھے نہیں جاتے۔ شینا زبان کا قدیم براہمی، خروشتی یا شاردا رسم الخط میں تحریر کردہ کوئی کتبہ یا کندہ کردہ تحریر برآمد نہیں ہوئی ہے۔

شینا زبان میں لکھنے کا رواج

Dr. G.W. Leitner

شینا زبان کو تحریری شکل دینے میں سب سے پہلے ڈاکٹر جی۔ ڈبل یُو۔ لیٹنر کا نام آتا ہے جنہوں نے ۱۸۶۸ء کے درمیان شینا زبان کو انگریزی رسم الخط میں لکھ کر اپنی کتاب ''دردستان'' کی شکل میں منظر عام پر لایا۔ ڈاکٹر موصوف نے مذکورہ کتاب میں گلگتی، چلاسی، استوری اور گریزی بولیوں کے چند لوک گیتوں کو پہلی بار اپنی کتاب میں شامل کر کے شینا زبان کو تحریری شکل فراہم کیا ہے۔

ڈاکٹر لیٹنر کے بعد شینا زبان میں تحقیق کرنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۱۸۷۵ء میں فیڈرک ڈریو نے اپنی کتاب ''دی جموں اینڈ کشمیر ٹیریٹوریس''، ۱۸۸۰ء میں جان بُدلف نے ''دی ٹرائبس آب دی ہندگش''، ۱۹۲۴ء میں گراہم بیلی نے ''گرائمر آف دی شینا لنگویج''، ۱۹۷۹ء میں بی۔ راج۔ پُروہت نے ''دراسی شینا گرائمر'' جیسی انگریزی کتابوں کے ذریعہ شینا زبان کو انگریزی رسم الخط میں لکھ کر منظر عام پر لایا۔ ان کے علاوہ گیریرسن، لوریمر اور گراہم بیلی وغیرہ نے یُورپ کی مختلف زبانوں میں شینا زبان کو حروف کا جامہ پہنایا ہے۔

شینا زبان کو اردو یعنی نستعلیق حروف کے ساتھ لکھنے کا رواج ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ جولائی ۱۹۴۹ء کو ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے شینا زبان میں پہلی بار پروگرام نشر ہوئے۔ ان پروگراموں میں شینا زبان کے لئے اردو احراف میں اسکرپٹ تیار کئے

جاتے تھے۔

۱۹۶۱ء تک گلگت بلتستان اور جموں وکشمیر میں آباد شین دردوں نے اپنی زبان کے لئے مجموعی سطح پر کسی بھی طرح کا رسم الخط مرتب نہیں کیا تھا۔ اسی سال یعنی ۱۹۶۱ء کو ڈاکٹر شجاع محمد ناموس نے "گلگت اور شینا زبان" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے شینا زبان کے لئے '۸' اضافی احراف پر مشتمل رسم الخط بھی تیار کر کے منظر عام پر لایا۔ جبکہ ان کے رسم الخط پر مزید نظر ثانی کرتے ہوئے دراس کرگل کی ڈاکٹر آمنہ قاری نے شینا زبان کا قاعدہ مرتب کیا۔ جس میں ناموس کے مرتب کردہ ۸ اضافی احراف شامل کیے گئے ہیں۔

۱۹۸۵ء میں گلگت بلتستان میں عبدالخالق تاجؔ نے پروفیسر منظوم علی کی کتاب 'قراقرم ہندوکش' کے لئے چھ اضافی احراف پر مشتمل رسم الخط مرتب کیا جو عوامی سطح تک رسائی حاصل نہیں کرسکا۔ اس کے ایک سال بعد پروفیسر محمد امین ضیاء نے "شینا گرائمر اور قاعدہ" کے نام سے ایک کتاب شایع کی جس میں نئے طرز سے حروف تہجی مرتب کرکے لکھنے کے ساتھ ساتھ گرائمر سیکھنے کے قواعد بھی پیش کیے گئے ہیں۔ [illegible] امین ضیا

۱۹۸۹ء میں دراس کرگل کے مشہور شاعر غلام احمد خان جوانؔ نے حمد، نعت اور قصائد پر مشتمل "چلاؤ" نام سے ایک منظوم کتابچہ شائع کیا جو جموں وکشمیر میں شینا ادب کی پہلی کتاب ثابت ہوئی۔ اس کتاب کو احمد جوانؔ نے خود ترتیب کردہ احراف میں لکھا ہے۔ جبکہ احمد جوان کے علاوہ جموں وکشمیر کے باقی شاعر وادیب بھی خود اپنے ترتیب کردہ احراف میں شینا زبان کو تحریری شکل دیتے آئے ہیں۔ جن میں کرکت بڈگام کرگل کے معروف شاعر وادیب رضا امجدؔ بھی شامل ہیں جنہوں نے ۲۰۰۹ء میں اپنا مجموعہ کلام "چلے زہرا" شایع کیا۔ اس کتاب میں بھی رضا امجدؔ نے خود اپنے ہی ترتیب کردہ احراف شامل کیے ہیں۔

J&K Dard Shin Cultural Organisation

۲۰۱۱ء میں جموں وکشمیر میں آباد شین دردوں نے ''جموں وکشمیر دردشین کلچرل آرگنائزیشن'' کے نام سے ایک تنظیم تشکیل دی جس میں ریاست کے تینوں خطوں سے شینا زبان وادب سے وابستگی رکھنے والے دانشور اور ذی شعور ادباء وشعراء نے شینا زبان کے لئے ماضی میں مرتب کردہ مختلف احراف پر نظر ثانی اور تحقیق کے بعد اس بات پر مجموعی سطح پر اتفاق رائے ظاہر کر لی کہ مستقبل میں گلگت بلتستان کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر کے تینوں خطوں میں آباد دردشین پروفیسر محمد امین ضیاء کے مرتب کردہ احراف کو ہی شینا حروف تہجی کے طور پر استعمال کرینگے۔ اسی بات پر لبیک کرتے ہوئے غلام احمد خان جوان نے ۲۰۱۱ء کو اپنی کتاب ''برَون'' منظر عام پر لایا۔ یہ ایک زخیم کتاب ہے جس میں احمد جوان نے شینا شاعری کے مختلف اصناف جیسے حمد، نعت، قصیدہ، غزل اور رباعیات وغیرہ کو امین ضیاء کے مرتب کردہ احراف کے ذریعہ تحریری شکل دے کر شایع کیا ہے۔

مئی ۲۰۱۲ء کو دراس کرگل کے ایک ادیب وشاعر محمد شفیع ساگر نے پروفیسر امین ضیاء کے احراف پر مشتمل ''شینا رسم الخط'' کے نام سے ایک کتابچہ تیار کر کے شایع کیا۔ اس کتاب کو لکھنے کا مقصد شفیع ساگر کے مطابق یہ تھا کہ قارئین کو امین ضیاء کے رسم الخط سے تعرف کرایا جائے ساتھ ہی ساتھ اس کتابچہ میں ساگر نے شینا گرائمر اور قواعد بھی تحریر کئے ہیں۔

۲۰۱۳ء میں وادی گریس کے شاعر وادیب عبدالجبار چکٹ نے شینا گرائمر پر مبنی ایک مفصل کتاب ترتیب دے کر شایع کیا۔ یہ کتاب ''گلستان شینا'' کے نام سے منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں بھی چکٹ نے پروفیسر امین ضیاء کا ترتیب کردہ شینا رسم الخط اپنایا ہے۔ یہ کتاب شینا گرائمر اور قاعدے کے لحاظ سے ایک مفید کتاب تصور کی جاتی ہے۔

شنا زبان رسم الخط اور صوتی نظام

اسی سال یعنی ۲۰۱۳ء کو گریز کے معروف ادیب و مفکر مسعود سامون نے ''شنا زبان رسم الخط اور صوتی نظام'' کے نام سے ایک مکمل قاعدہ ترتیب دے کر شایع کیا۔ جس میں مسعود سامون نے خود اپنے مرتب کردہ چھ اضافی حرف پیش کئے ہیں۔

۲۰۱۵ء میں گریز کے ادیب محمد رمضان خان نے ''آسان شنا قاعدہ'' کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کر کے منظر عام پر لایا ہے۔ اس کتابچہ میں محمد رمضان نے طلباء اور شنا زبان سے شغف رکھنے والوں کی آسانی کے لئے امین ضیاء کے تجویز کردہ احراف بالترتیب شامل کر کے پیش کیا ہے۔

☆☆☆

پروفیسر محمد امین ضیاء

تحریر جمشید خان دُکھی (گلگتی)

محمد امین نوم ہن۔ ضیآء تخلص چھُپین۔ گلیت پرونوشوار نزرَسئ گوٹ ہن۔ رَوہ محمد نزیر مرحوم کوتوم پھرئ اکوٹ جیک رائ مُشاک اَس۔ ایسیَ برُوچِ ہن۔ ضیاء صاحب شُدریَ جواکی تینواسُو۔ رَوس ہائی سکول گلتِ جو۱۹۶۳ء مجا میٹرک پاس تھیگُن۔ ۱۹۷۴ء مجا بی۔ اے تونے ۱۹۸۲ء مجا ایم۔ اے پاس تھیگُن۔ رَسئ جوانئیَ دیزی ایک سنے اس کنی اش بَلہ ہن چاگُروبینن۔ شاعریَ پھریورسئ ڈِمریر جواکی اَس۔ کئ دیز گوسمار مُشینوجہ گے۔ خداپاک سہ شاعری سانت سانت رَسٹ اسپاوَ شوٗنوں اکی نے دیگن بلکہ سُد چِارگنی گہ کورسنی سماٹی نے اَس۔

ضیآء صاحب سہ دنیاتی کھچہ مسَٹی پشیگُن۔ کیہ تو کچاک دِشور روس نوکری تھیگُن۔ اچاک دشہ کوس گہ نے پشی بیئن۔ ضیآء صاحبیَ طبیعت اک دِشر باسم کون ہن مس توم اِچھی گنی اکی ضیآء صاحبیَ جوانییَ کچاک رونگنیں پشیگن۔ جوانییَ نتنگ داسر بودوہ چھن کون بوکی جو پھتو لوکو اکی ضیآء صاحب دِشر دِتو۔ رَوس شِنا شاعریَ پُموکی کتاب کیسی نوم ''سان'' ہن ۱۹۷۴ء مجا چھاپ تھریگو۔ آلیو پھتو شِنا باشر نثرئ اک کتابک کیسی نوم ''سُو ینو موریئے'' ہن ۱۹۷۸ء مجا چھاپ تھریتوم ادبی زندگئ سلسلہ مچھوٹ یاریگو۔

۱۹۸۶ مجا ''شِنا قاعدہ اور گرائمر'' نوم سانت جِے موگی کتاب چھاپ تھرے شِنا لکھارین جگ ڈنگ بٹ تھرے پھت تھیگو۔ انہہ ٹھیریر جرمنی پروفیسر گیارک

یُدرس سہ ضیاء صاحبئ سَنا گرائمر اور قاعدہ نوم سانت کے کتاب ہن ایسئ دیباچائی سَنا باشر لکھارن۔:

''مس سَنا مجا ہن اَئی بُٹہ کتابی پڑھیگنُس کینو لکھائی تھوک گہ مورَ کل تھوک۔ باسَہ مجا بودی فرق ہن۔ مس ریوک بمس کہ لکھائی انی طیقے باسَئی باریک سمٹوک ڈُبین۔ انہہ پھیرار محمد امین ضیاؔئی ترتیب دتی نائی قاعدہ پڑھے مٹ بودی شُر یار ہلی کیہ تو اے باش پڑھوکار رَسئی انی کوشش کامیاب ہن۔''

ضیاؔء صاحبئ جیک اک کمالک ہنا توثھوٹ چگا تھم۔ رَ وس کمپیوٹرئی شِری تومِ اک جیل گی کچہ دیشر کوم تھینن۔ پبلک سکول جُٹیالیر پڑھین شُد اری گہ مُلا یو روحانی مالو ہن۔ دوار شاعری گہ تھین روار ریڈیو پاکستان گلتِ کار سَنا ڈرامے گہ لکھارن۔ حلقہ ارباب ذوق گلتئ اے متحرک تنظیمئ صدر گہ رَ واکی ہن۔ قراقرم رائٹرز فورمئی سیکرٹری جنزل ہن۔ سَنا ادبئ کار تھے کوکومک ضیاؔء صاحب سے تو جیلیج نماز تھے تھیگُن اچاک، کوم کوس گہ تھوک ڈُبالن۔ سُونچِو ریگس تو سَنا لکھارن جکوچ سَنا گرائمر اور قاعدہ نوم سانت کتاب لکھی ضیاؔء صاحب سہ کے احسانک تھیگن اے کریگہ امشوک بسَ نُش۔ سَنا نثر لکھوئی کوم اچاک ورخہ نُش کچاک جگ سہ دُسَ تھینن۔ اسئ کوئر جگ سہ سَنا توم چتا اک ائی طریقا کج لکھینن کہ لکھنی مُتوک کوس گہ پڑھوک ڈُبینن۔ لیکن بہ گہ خھئ سونئیتو سلیتو شاعر جناب محمد امین ضیاؔ سَنا حروف تہجی لکھوئی او نروہ کوم اچاک ورخہ تھیگن کہ تین بس اردو لکھیتا سَنا گہ سَر سَر لکھونیس۔

پروفیسر عثمان علی صاحب سے تومِ کتاب ''سَنا لوجی'' مجا لکھارِن کہ سَنا حروف تہجی لکھوئی پوری جو پُموکی پچماٹ ۱۸۹۴ مجا نائب مُہتمم امیر سنگھ سہ بندوبستی رپورٹ سنوک کار تھیگُوس مگر رَ وہ توم مقصدر کامیاب بوک ڈُبالوہ۔ آلیو پھتو گہ چھلہ چھلہ درینہ جگ سہ انہہ ٹھیر رکوم تھوک، گنی انی باسَ سہ چھُوت ترقی تھوجوگئی۔

۱۹۸۵ء مجا عبد الخالق تاج سہ پروفیسر منظوم علی صاحبئ کتاب کیسی نوم "قراقرم ہندوکش ہن" ایسر سَنائہ بسکو چہ حروف تہجی لکھیگس ۔ آلو پھتو ۱۹۸۶ء مجا جناب امین ضیاء صاحب سہ "سَنا گرائمر اور قاعدہ" نوم سانت کتاب لکھی سَنا حروھ تہجی جوا کی سُجون نے تھریگن بلکہ گرائمر سچونی کوم گہ بودوہ ورحہ تھیگُن ۔ سَنا ادبئ خدمت توم ہتِ جو وائک انی بُٹس تھے اسوٹ ایک پونک نکھلیگین ۔ لیکن سَنا لکھکٹ چاک ابَشی دروم گہ ہنِ ۔ دَک ہن کہ انی ابَشی چھُوت چھُوت لانگ تھیجین ۔

ضیاء صاحب سہ سَنا ادب سُوئین سَنا ادبر رَسئ لکھنیئ مُولیہ ہن ۔ رَوس کریگہ انوہ کوم ٹھم تھے قلم ہُن تھیکٹ اوکوم تھے پَشَرین ۔ رَوس ادبج بودے احسان اکی نے تھیگن بلکہ خدمت گہ تھیگن ۔ ضیائی تعلفاتی خدائے سانت کرے مسّٹہ کرے کھچہ بیٹن ۔ کرے بودہ مذہبی بے گوٹہ جولنگ نے بین تونے کرے مسلمانو جو جُدا بودوہ چھُوسَ بے آنیٹ آلک باشن ۔ رَسئ گوٹ کرے گہ گیس تو گوٹ ہنو چیز مِچھو تھین ۔

ضیاء صاحب سہ ہذراسوٹ سَنا لکھروک نے سحِریگن بلکہ درینہ ملکئ برُوٹ گہ سَنا باش سحِرے یورپئ جگ گہ سَنا بائہ جو سجون تھریگن ۔ جرمنی اَئی پروفیسر گیارک بُدرس ضیاء صاحب جوا کی سَنا سحِیلن ۔ تونے انہہ ٹھیر رکچہ پھاٹ ضیاء اکی گہ جرمنیٹ گون ۔ سَنا ادبر ضیاء صاحبئ مثال اک چھینِسَ کئ شرِی ہن انو چھینِسَر جیک جیک ہن اے چھینسَہ کھرِی بئ لیل نے ہئن ۔ دوروگے حِکیگات لاتہِ اُتھلہِ ٹھوکِک پشی جنن ۔ ادبئ انو چھینسَ سُونیو کیکار تھے اسوٹ انُوء چھینَسَئ اَجی چھو پر درنگ دوک بئ تونے انیسئ لاتہِ اُتھلہ دشہِ سم تھے حِکوِکبئ لیکن دُودیز و دنیا تر اچاک چھکن ہکن کوس تھین ۔ تونے ضیاء سُونیو نکئ کوم اچاک ورخہ کون ہن ۔ کون بیش ضیاء صاحبئ شاعری یئ مورَ ہن رَسئ خیالئ اُتھلیار رَسئ انہہ گائے جو ٹوک لیل بین ۔

پھُونز پھُنوک تھئَ ہیانیئَ نوم ہن

خوشبو جلوک تھئَ یانیئَ نوم ہن

اوالہِ کھُٹہ یُونئَ رَِگے راتی

تھئَ جاکو تھُرگہ بوڼیانیئَ نوم ہن

ماضی میں مرتب کردہ رسم الخط

شجاع ناموس کے مرتب کردہ احراف	احمد جوان کے مرتب کردہ احراف	مسعود سامون کے مرتب کردہ احراف	محمد امین ضیاء کے مرتب کردہ احراف
څ	ژؕ	چْ	حِ
ڛ	شؕ	شْ	سً
ڔ	زؕ	جْ	رً
ڗ	ژَ	ژَ	څ
څھ	ژؕھ	چْھ	حِھ
ن	نٚ	گٚ	نٚ
رَ	رّ	رٛ	رَ
	نڈ	نْ	نؕ
ځھ	ژھ	چھ	څھ

امین ضیاء کے مرتب کردہ سًنا حروف تہجی:

ا ب پ ت ٹ ج چ د ڈ ذ ر ڑ

ز ژ س ش ک گ ل م ن و

ہ ء ی ے

اضافی حروف:

حٍ چِھ رً سً ڂ ڂھ رٚ نٚ نؕ

فارسی وعربی حزب شدہ الفاظ:

ث ح خ ص ض ط ظ ع غ ف ق

چونکہ آریائی زبانوں میں ان احراف سے ادا ہونے والے الفاظ بالکل نہیں ملتے ہیں۔ موجودہ ہندی کے علاوہ جدید ہند آریائی دیوانگری زبانوں میں بھی یہ احراف بالکل نہیں پائے جاتے۔ مگر عربی اور فارسی لفظوں کی ضرورت کے مطابق ان احراف کو شینا زبان میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ امین ضیاء نے ان احراف کے متبادل مندرجہ ذیل احراف تجویز کئے ہیں۔:

ث	کے بدلے	س
ح	کے بدلے	ہ
خ	کے بدلے	کھ
ص	کے بدلے	س
ض	کے بدلے	ذ
ط	کے بدلے	ت
ظ	کے بدلے	ز
ع	کے بدلے	ا
غ	کے بدلے	گ
ف	کے بدلے	پھ
ق	کے بدلے	ک

میری ذاتی تجویز کو اگر ماہر لسانیات و محققین بروئے کار لائیں تو سَنا حروف تہجی سکھاتے وقت کچھ اس طرح سے ادا کریں تا کہ ان احراف کی صحیح صوتی ادائیگی ہو جائے۔ جیسے سَنا کے چند حروف موجودہ رائج صوتی طریقے سے ادا نہیں ہوتے جیسے ۔۔سَ (سَین) حِ (حِے) چِھ (چِھے) ثٔ (ثٔے) رَ (رَے) نٚ (نٚون یا نٚے) نؕ، (نؕے) وغیرہ۔ اگر ان احراف کے آخر میں الف جوڑ کر 'آ' کی آواز کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ سارے احراف کو پڑھنے میں آسانی ہوگی۔

ا (الیف کے بجائے) ا　ب (بے) با　پ (پے) پا

ت (تے) تا　ٹ (ٹے) ٹا　ج (جیم) جا　چ (چیم) چا

ح (حے) حا　د (دال) دا　ڈ (ڈال) ڈا　ذ (ذال) ذا

ر (رے) را　ڑ (ڑے) ڑا　ڑ (اڑے) اڑا　ز (زے) زا

ژ (ژے) ژا　س (سین) سا　ش (شین) شا　ک کیف) کا

گ (گاف) گا　ل (لام) لا　م (میم) ما　ن (نون) نا

نٚ نٚا　حِ حِا　چِھ چِھا　رَ رَا

سَ سَا　ثٔ ثٔا　ثھ ثھا　نؕ نؕا

و (واوَ) وا　ہ (ہائے) ہا　ء　ی (یی) یا　ے (یائے) یا

☆☆☆

ا　با　پا　تا　ٹا　جا　چا

دا　ڈا　ذا　را　ڑا　اڑا　زا　ژا

سا　شا　کا　گا　لا　ما　نا

و　وا　ہا　سَا　حِا　چِھا　رَا

ثٔا　ثھا　نٚ　ثا

ء　(یِ)　یا　یا

(اضافی حروف کو الگ سے حروف علت کے قبل رکھا جا سکتا ہے جیسے دیونا گری ہندی میں ہوتا ہے۔)

حِ کا استعمال:

		سَنا لفظ	اردو معنی
حِ+ل+و	=	حِلوُ	دیا
حِ+ک+ے	=	حِکے	دیکھو
حِ+ے	=	حِے	چلو

حِلوُ گی سنؔ بلو = دئے سے روشنی ہوگئی

حِکے ارٹے = دیکھ کر لاؤ

حِے لوکو = جلدی چلو

چِھ کا استعمال:

چِھ+ی+ل+و	=	چِھیلو	چوغہ/فیرن
چِھ+ر	=	چِھر	جھرنا
چِھ+ی+سَ	=	چِھیسَ	کھیت

چِھیلو کونے ہوؔ = چوغہ/فیرن کہاں ہے

چِھر وُوئی کھری وتو = جھرنے کا پانی نیچے آیا

چِھیسَ کیسو بلُ؟ = کھیت کس کا ہے؟

رَ کا استعمال

رَ+ا	=	رَا	بھائی
رَ+و+ہ	=	رَوہ	وہ

رٗ+ر = رٗرُ پھسلنا

رٗا آنئے اے = بھائی ادھر آؤ

رٗوہ کونے ہوٗ؟ = وہ کہاں ہیں؟

رٗرّ بیلوس پوینج = رستے میں پھسل گیا

څ کا استعمال

څ+ٹ = څٹ ٹپکنا

څ+ز+ر = څزر لحاف/ چادر

وئی څٹ بیلو = پانی ٹپک گیا

څزر کھری چھورنے = چادر نیچے رکھو

څھ کا استعمال:

څھ+ر = څھر چھڑکنا

څھ+و = څھو آپ

وئی څھر تھے پانی چھڑکاؤ

څھو کونِ ہانت آپ کہاں ہیں

سٗ کا استعمال:

سٗ+ن+ا = سٗنا شینا (زبان کا نام)

سٗ+ی+سٗ = سٗیسٗ سر

سٗ+و+ٹ+و = سٗوٹوٗ گلا

سٗنا میئی باش ہلُ = سٗنا میری زبان ہے

میئو سٗیس شُلینو = میرے سر میں درد ہے

سَوٹو ٹُمر اریتا = گلے کا ہار لانا

رَ کا استعمال:

حرف رَ کو کسی بھی ردّو بدل کے ساتھ اپنی اصل صورت میں رکھ کر شَنا میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً: روگ = بیماری سرّ = سمندر ٹر = ٹوٹنا

رونو = رونا کر = کھودنا ہر = لے جانا

ن̆ کا ستعمال:

س+ن̆د = سن̆د روشنی

ا+ن̆+ا+ء+ی = ان̆ائی آسمان

ک+و+ن̆+و = کون̆و کنگا

سُوریوسن̆ = سورج کی روشنی

ان̆ائی نیلوہوّ = آسمان نیلا ہے

مُلائی رے کون̆و ارے = لڑکی کو کنگا لانا

ڻ کا استعمال

گلگت اور گردونواح میں 'ڻ' یا 'نڈ' سے پیدا ہونے والی تالوی آوازوں کو فقط 'ن' سے ہی ادا کی جاتی ہیں۔ اسی لئے امین ضیاء نے اپنے اضافی احراف کے ساتھ اس حرف کو شامل نہیں کیا ہے۔ لیکن دراس اور گریس کے علاقوں میں رائج شَنا زبان میں 'ڻ' سے پیدا ہونے والے سینکڑوں الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس حرف کو حسب ذیل طریقے سے لکھا جائیگا۔

ڻ یا نڈ

گُڻولی = کبوتر رَگنڈ = گدھا مڻوکو = مینڈک

کونؕ = کان   سونؕ = سونا   ہنؕو = انڈا
تینؕو = تیز   چُنؕو = چھوٹا   بونؕ = برتن
کھنؕ = درہ   رونؕی = رانی   مُونؕ = گود
کونؕو = کانٹا   گنؕیون = باندھنا   پنؕیونو = سوار ہونا

جہاں جہاں اس کتاب میں سَنا لفظوں کو تحریری شکل دینے کی ضرورت آن پڑی ہے۔ راقم نے بھی پروفیسر امین ضیآء کے مرتب کردہ حروف تہجی سے ہی استفادہ حاصل کیا ہیں۔ جبکہ حرف 'نؕ' کو مرتب کرنے میں اور اضافی احراف کے ساتھ شامل کرنے کے لئے راقم پروفیسر امین ضیآء سے انٹرنیٹ کے ذریعے ملاقی رہا جبکہ ان کی تجویز کے مطابق اس حرف کو مذکورہ شکل کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

☆☆☆

جموں و کشمیر درد شین ڈیولپمنٹ آرگنائیزیشن

Jammu & Kashmir Doordashan Development Organsation

جموں و کشمیر اور لداخ میں آباد شین دردوں کو ایک ہی پلیٹ فارم فراہم کرنا اور شینا دردی زبان، شین دردی تہذیب و تمدن کی بقا اور فروغ و تقویت کے خاطر یہاں کے ادیبوں اور زبان و ادب سے محبت رکھنے والے چند حضرات نے مل کر ۲۰۱۱ء میں ریاستی سطح کی ایک منفعت تنظیم کی بنیاد رکھی۔ جس کو ''جموں و کشمیر درد شین ڈیولپمنٹ آرگنائیزیشن'' نام رکھا گیا۔ اس تنظیم کے بانیوں میں سب سے پہلے وادی گریز سے محمد رمضان خان اچھورہ، عبدالعزیز سامون، عبدالجبار چکٹ، فرید عاجز دراس کرگل سے محمد رضا امجد، حاجی محمد شفیع، خورشید احمد، شمس الدین، احمد جوان، شفیع ساگر، امین پولو، غلام قادر زکی، اصغر عاصی، گرکون کرگل سے گیالسن اور ٹشی لونڑوپ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد درد شین طبقہ کی رہنمائی ہے جبکہ اس تنظیم کے زیر سایہ جموں و کشمیر میں آباد شین درد علاقوں میں کئی ادبی پروگراموں، محفل مشاعروں اور سیمیناروں کا انعقاد ہوا ہے۔ شینا رسم الخط کو ریاستی سطح پر متعرف کرانے اور حتمی شکل دینے میں اس تنظیم نے اپنا کلیدی رول ادا کیا ہے۔ جس کے ذریعہ شینا زبان کے قدیم لوک گیتوں اور ادبی ورثہ کو تحریری شناخت فراہم کی جاسکتی ہے۔ اس تنظیم نے درد شین طبقہ کی سیاسی، سماجی اور معاشی بدحالی کو دور کرنے کا بیڑا اٹھایا وہی درد شین زبان اور ثقافت کو دوسری زبانوں اور ثقافتوں کے ہم پلہ بنانے میں ہر ممکن کوششیں بھی عمل میں لائی ہیں۔

محمد رمضان خان اچھورہ

آپ اچھورہ گریز سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں آپ ویٹنری ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت سٹاک اسسٹنٹ بھرتی ہوئے۔ درس وتدریس سے ان کو کافی شوق تھا مگر محکمہ تعلیم میں ملازمت نہیں کر سکے آپ اپنی جوانی کے ایام میں تعلیمی سرگرمیوں میں جڑے رہے۔ جبکہ اپنی محنت اور کاوشوں کی بدولت آپ کی سربراہی میں ۱۹۹۵ء میں وادی گریز میں پہلا پرائیویٹ اسکول کی بنیاد رکھی گئی۔

سال ۲۰۰۷ء میں آپ بطور اسسٹنٹ ویٹنری آفیسر ملازمنہ، سبکدوش ہوئے۔ ریٹائیرمنٹ کے بعد آپ ادب اور ثقافت کی طرف جڑ گئے یوں شینا زبان اور ثقافت کی ترویج اور تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا۔ آپ نے گریز کے دور دراز علاقوں میں شینا زبان کی اصل حیثیت کو بحال کرنے میں ناقابل فراموش کوششیں عمل میں لائی ہیں۔ آپ ایک ادیب بھی ہیں، آپ ''وادی گریز'' کے نام سے ایک کتاب اور ''آسان شینا قاعدہ'' کے نام سے ایک کتابچہ بھی مرتب کر چکے ہیں۔ رمضان خان ریاست جموں وکشمیر کے تینوں خطوں میں آباد شین دردوں کو ایک ہی پلیٹ فارم میں ملانے میں ایک پل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی اسی بے لوث خدمت کی وجہ سے ریاستی سطح کی یہ تنظیم وجود میں آئی ہے۔

☆☆☆

منابع وماخذ کتب استفادہ

01	Jammu and Kashmir Territories	Fedric Drew
02	Tribes of the Hindukush	John Bidduplh
03	Where three Impires meet	E.F.Knight
04	Thirty Years in Kashmir	Arther New
04	A History of Ladakh	A.H Francke
05	Personal and Geographical names in the Gupta Inscriptions	Tej Ram Sharma
06	Ladakh the land and the people	Prem Singh Jinnah
07	Ladakhi Society	Dr.Ab.Mohammad Rather
08	Ladakh in the mirror of the folk lore	Sikandar Khan Kacho
09	Heritage of Kashmir	F.M.Hasnain
10	The Balti	B.R.Rizvi
12	Ladakh Annals	Sonam Phunsog
13	The Language and Races of Dardistan	Dr.G.W.Leitner
14	Grammar of The Shina Language	Graham Bailey

15	Folk Tales in the Shina of Gilgit	Kalrla F.Redlof Shakil Ahmed Shakil
16	Shina Gramar	Dr.Raja Purohit
17	Indo Aryan Families North Western Group	George Gierson
18	The languages of Northern Area	Karla F.Redlof
19	جموں وکشمیر میں آباد شین دردوں کی مختصر تاریخ	امجد رضا بڈگامی
20	لداخ تہذیب وتمدن	عبدالغنی شیخ
21	قدیم لداخ	سکندر خان کاچو
22	مختصر تاریخ جموں وکشمیر	حشمت اللہ خان
23	تاریخ اقوام دردستان وبلاورستان	خان غلام محمد
24	تاریخ بلتستان	یوسف حسین آبادی
25	شینا گرائیمر	محمد امین ضیاء
26	گلستان شینا	عبدالجبار چکٹ
27	شینا ادب اور شاعری	انجم غلام حسین
28	شینا زبان اور صوتی نظام	مسعود سامون
29	شینا رسم الخط	محمد شفیع ساگر
30	کے۔ٹی بُویوری	ناصر حسین
31	وادی گریز	محمد رمضان خان

☆☆☆

Tareekh-e- Shina Zuban-o- Adab

By: Mukhtar Zahid Budgami

”مختار زاہد بڈگامی کی ولادت 1982ء میں ضلع کرگل کے ایک سرحدی گاؤں کرکت ہرل (بڈگام) میں ہوئی۔ نوجوان شاعر، ادیب، محقق اور سماجی کارکن ہیں۔ شینا ادب اور شاعری میں ایک مقام حاصل کیا ہے۔ ادب، شاعری اور تاریخ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اپنے ذاتی اخلاق اور علمی قابلیت کی وجہ سے ہر دلعزیز ہیں۔ شینا زبان سے متعلق ان کی تصنیف ”تاریخ شینا زبان وادب“ ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے شینا زبان کی جغرافیائی اور لسانی درجہ بندی کر کے عام لوگوں تک زبان کی افادیت ذہن نشین کرنے کی ازحد کوشش کی ہے۔ شینا زبان کا رشتہ سنسکرت سے اور دیگر پراکرتوں کے علاوہ اپ بھرنشوں سے مدلل بیان کیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی دردشین نسلوں کے لئے ایک سنگ میل اور مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ “

عبدالجبار چکٹ (کے۔ اے۔ ایس)

مصنف: ’گلستان شینا‘

ISBN 978-81-924010-7-2

PRINT & DESIGN
AL-HAYAT
PRINTOGRAPHERS
GAWKADAL SGR #9419403126